

امام سید تقی کی کتاب حیات الانبیاء کی مثالی شرح

# آپ زنده گیل و اللہ

محدث کبیر منظر اسلام محقق و وراثت

علامہ محمد عباس رضوی

مکتبۃ المدینۃ المنورہ ۰ حافظ آباد



امام بیہقی کی کتاب ”حیۃ الانبیاء“ کی مثالی شرح

# آپ ﷺ زندہ ہیں واللہ

محدث کبیر، مناظر اسلام، محقق دوراں،

حضرت علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبۃ المدینۃ المنورۃ مکتبہ قادریہ

کسو کے روڈ مکہ مارکیٹ حافظ آباد: 0431-237699 سرکلر روڈ گوجرانوالہ



# باسمہ تعالیٰ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں واللہ

تالیف: محدث کبیر علامہ محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی

پروف ریڈنگ: خادم مناظر اسلام قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

کمپوزنگ: قادری کمپوزنگ سنٹر میلاد چوک سرکلر روڈ گوجرانوالہ

ایڈیشن: دوئم ۲۰۰۴ء

قیمت ..... ۲۰۰

ملنے کے پتے

شبیر برادرز لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

مکتبہ جمال کرم لاہور: مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

مکتبہ قادریہ لاہور: سنی کتب خانہ لاہور

مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ فرید بک شال لاہور

فیضانِ مدینہ پبلی کیشنز کامونکے مسلم کتابوی لاہور

مکتبۃ المدینۃ المنورۃ مکہ مارکیٹ حافظ آباد: مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ



# فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	پیش لفظ			سخاوی۔ محمد علوی مالکی	
	عرض مصنف	۱۵	۹	امام سیوطی، ارشاد الحق اثری، حسین سلیم	۴۱
	تقاریظ	۱۸		اسد	
۱	حدیث نمبر احضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔	۳۴	۱۰	علمائے کرام اور محدثین عظام جنہوں نے اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہوئے اس سے استدلال فرمایا	۴۳
۲	حدیث نمبر ۲۔ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔	۳۵	۱۱	امام شامی، امام سیوطی،	۴۴
۳	حدیث مذکورہ کا محدثین کے ہاں مقام	۳۶	۱۲	امام السمو دی، علامہ داؤد بن سلیمان	
۴	یثیمی علامہ مناوی۔ الغریزی۔ ابن حجر عسقلانی	۳۶		بغدادی	
	عسقلانی		۱۳	امام زرقانی، شیخ احمد بن دھلان کی	۴۵
۵	ملا علی قاری شیخ عبدالحق، علی بن عراق	۳۷	۱۴	شیخ حمد اللہ فاضل سہارنپوری	
	الکفانی، ابو احمد عبد القادر		۱۵	شیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحماوی المصری	۴۶
۶	علامہ شوکانی، شیخ نور الدین السمو دی شیخ فقیر اللہ نقشبندی	۳۸		الازہری	
۷	حاجی دوست محمد قندھاری، ابن حجر مکی	۳۹	۱۶	امام عبد الغنی مقدسی، محمد بن یوسف	۴۷
	امام احمد رضا، علامہ داؤد بن سلیمان		۱۷	الاشامی	
	نقشبندی			علامہ زابد الکوثری، شاہ فضل رسول	۴۸
۸	امام ابن عدی۔ امام نبھائی، امام	۴۰	۱۸	بدایونی	
				امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۴۹



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۹	سید عمر بن سعید الفتویٰ الکردی	۵۰	۳۲	تاج الدین فاکہانی، قاضی ابوبکر ابن العربی	۶۴
۲۰	امام ابو منصور عبدالقادر بن طاہر	۵۱			
	البغدادی، شیخ عقیف الدین الیافعی		۳۳	شیخ یوسف الدجوی، ابو حامد بن مرزوق	۶۵
۲۱	علامہ جمال الدین محمود بن جملہ	۵۲	۳۴	علامہ جمیل آفندی، علامہ محمد احمد الشوبری	۶۶
۲۲	امام البارزی، شاہ احمد سعید دہلوی مدنی،		۳۵	شیخ احمد بن شہاب الدین، سید محسن الامین مصری، سید ناغوث اعظم	۶۷
	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی				
۲۳	صدر الشریعہ مولانا امجد علی، حکیم الامت	۵۳	۳۶	شیخ عبدالکریم محمد المدرس، مولانا ابو میمونہ الکرالوی، مولانا سعید الرحمن التیراہی	۶۸
	مولانا مفتی احمد یار نعیمی، سلطان بابو				
۲۴	میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف، شیخ عبدالقادر مکی حنبلی	۵۴	۳۷	امام تورپشتی، علامہ آلوسی بغدادی	۶۹
	امام تقی الدین السبکی		۳۸	علامہ بدر الدین عینی	۷۰
۲۵					
۲۶	امام احمد رضا خاں فضل بریلوی		۳۹	امام محمد بن الحسن بن فورک، علامہ تاج الدین السبکی	۷۱
۲۷	امام نجم الدین الغیطی، ابن تیمیہ، شیخ حسن العدوی المصری مالکی	۵۷			
			۴۰	امام عبدالرؤف المناوی المصری	۷۲
۲۸	علامہ محمد شوبری المصری، علامہ شہاب الدین الخفاجی	۵۸	۴۱	امام ابن حجر عسقلانی، امام علی بن برہان	۷۳
۲۹	علامہ صاوی المالکی، شاہ ولی اللہ شیخ شہاب الدین ربلی	۶۰	۴۲	امام فخر الدین رازی، مولانا عبدالرحمن لکھنوی، الشیخ عبدالوہاب بخاری	۷۴
۳۰	علامہ احمد علی سہارنپوری، شاعر مشرق علامہ اقبال	۶۱	۴۳	علامہ محمد بن قاسم جسوس	۷۵
			۴۴	حضرت فرید الدین گنج شکر، حضرت مجدد الف ثانی، امام شمس الدین، محمد یوسف الکرمانی، امام احمد قسطلانی	۷۶
۳۱	امام ابوالقاسم القشیری ملا علی قاری، ابن قیم	۶۲			



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۴۵	مولانا ابوالحسن کاکوروی، علامہ اسماعیل حق	۷۷	۶۱	ابن حجر مکی	۹۰
۴۶	علامہ حافظ ابوالفرج زین الدین، امام ابن الصلاح	۷۸	۶۲	مولانا ابوالحسن حسن کاکوروی علامہ محمود آلوسی	۹۱
۴۷	شیخ احمد بن محمد خیر شنفیظی، علامہ شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی	۷۹	۶۳	امام ذہبی کے نزدیک امام سبکی کا مقام	۹۳
۴۸	علامہ ابوبکر الراغی، امام الحرمین، امام جونی	۸۰	۶۴	امام سیوطی کے نزدیک . . .	۹۴
۴۹	امام العزیز بن عبدالسلام	۸۱	۶۵	امام ابن صلاح	۹۵
۵۰	نوع حیات میں اختلاف	۸۲	۶۶	ابن قیم کا مقام محدثین کے نزدیک	۹۷
۵۱	حیات حقیقی، حسی، دنیاوی کے قائلین	۸۳	۶۷	اعتراض نمبر ۲	۹۸
۵۲	امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی	۸۴	۶۸	مقرضین سلفی و محمد حسین نیلوی	۹۹
۵۳	امام تقی الدین السبکی	۸۵	۶۹	بدعتی کون؟	۱۰۳
۵۴	مولوی اسماعیل سلفی کی کم علمی اور غلط بیانی	۸۶	۷۰	کیا امام ابن فورک بدعتی ہیں؟	۱۰۴
۵۵	امام جلال الدین سیوطی	۸۷	۷۱	امام ذہبی کا اشاعرہ کے بارے تعصب	۱۰۵
۵۶	امام نور الدین السہودی، علامہ بدر الدین زرکشی	۸۸	۷۲	حافظ صلاح الدین بن کیسکدی کا اظہار حق۔	۱۰۶
۵۷	ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۸۹	۷۳	ابن حزم کی جہالت	۱۰۷
۵۸	شیخ صاحب کی غلیت پر مولوی سرفراز گلکھڑی کی گواہی	۹۰	۷۴	ابن حجر مکی اور ابن حزم	۱۰۸
۵۹	شیخ نورالحق محدث دہلوی	۹۱	۷۵	امام ذہبی اور ابن حزم	۱۰۹
۶۰	شیخ احمد حسنی، نواب قطب الدین	۹۲	۷۶	امام سبکی کا ذہبی پر بے لاگ تبصرہ	۱۱۰
			۷۷	مسئلہ حیات الانبیاء اور علمائے دیوبند کی دوغلی پالیسی	
			۷۸	دیوبند کے تنیس علماء کا فتویٰ	
			۷۹		



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۹	مولوی حسین احمد ٹانڈوی اور لیس	۱۱۱	۱۳۱	شرف النودی، امام ابوالمحسن	۱۳۱
	کانڈھلوی، شبیر احمد عثمانی	۹۵	۱۳۱	امام عبداللہ محمود الموصلی، ابن الحاج	۱۳۱
۸۰	خلیل احمد، مفتی عزیز الرحمن، احمد	۱۱۲		المالکی	
	رضا بجنوری	۹۶	۱۳۲	حدیث انس رضی اللہ عنہ تحقیق کی کسوٹی پر	۱۳۲
۸۱	مولوی انور شاہ کشمیری				
۸۲	بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی	۱۱۳	۱۳۳	اس حدیث پر اعتراضات، اعتراض نمبر ۱	۱۳۳
	اور مسئلہ حیات النبی				
۸۳	علمائے نجد علمائے دیوبند کے نزدیک	۱۱۴	۱۳۴	جواب: اس حدیث کو باسند روایت کرنے والے محدثین	۱۳۴
۸۴	قاسم نانوتوی کا وفات انبیاء سے انکار	۱۲۱			
۸۵	قاسم نانوتوی علمائے دیوبند کے کثرت میں	۱۲۲	۱۳۵	دوسرا اعتراض: الازرق بن علی	۱۳۵
				ضعیف ہے۔	
۸۶	قاسم نانوتوی اور عشق دجال	۱۲۳		جواب: یہ راوی ثقہ ہے۔	
۸۷	غیر مقلدین اور مسئلہ حیات النبی	۱۲۵	۱۳۶	امام ابن حجر کا صدری یغرب کہنا	۱۳۶
۸۸	متقدمین اور متاخرین وہابیہ میں اختلاف			ضعف کی دلیل نہیں	
۸۹	قاضی محمد بن علی الشوکانی			صحیحین کے وہ راوی جن پر ثقہ یغرب کی جرح ہے۔	
۹۰	نواب صدیق الحسن بھوپالی	۱۲۷	۱۳۸	ازرق بن علی کا ثقہ متابع عبداللہ بن محمد	۱۳۸
۹۱	محمد اسماعیل سلفی، عطاء اللہ حنیف			بن تکلی ہے۔	
۹۲	شمس الحق عظیم آبادی		۱۴۰	تیسرا اعتراض راوی مستلم بن سعید وہم	۱۴۰
۹۳	مواوی وحید الزماں، میاں نذیر حسین	۱۲۹		کا شکار ہے۔	
	دہلوی، حافظ محمد گوندلوی				
۹۴	حمد بن ناصر نجدی، امام محی الدین بن	۱۳۰	۱۴۱	جواب: معترض کی علمی دیانت اور مبلغ علم	۱۴۱



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۰۵	یہ راوی ثقہ ہے۔	۱۴۱	۱۲۰	حدیث نمبر ۴:-	۱۵۸
۱۰۶	لہ اوہام کس طبقہ کی جرح ہے۔	۱۴۲	۱۲۱	انبیاء کرام چالیس روز کے بعد قیامت	
۱۰۷	چوتھا اعتراض: حجاج بن الاسود مجہول	۱۴۳		تک قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔	
	ہے۔		۱۲۲	اس روایت پر اعتراض اور اس کا جواب	
۱۰۸	جواب: یہ راوی معروف اور ثقہ ہے۔	۱۴۴	۱۲۳	شرح حدیث: امام بیہقی اور شیخ عبدالحق	۱۵۹
۱۰۹	امام ذہبی کے اوہام			دہلوی	
۱۱۰	پانچواں اعتراض: اس روایت میں مستلم	۱۴۸	۱۲۴	امام زرقانی اور علامہ سبکی	۱۶۰
	بن سعید متفرد ہے۔		۱۲۵	اس حدیث کے شواہد، شاہد اول از انس	۱۶۱
۱۱۱	جواب: یہ کوئی جرح نہیں۔			بن مالک	
۱۱۲	اعتراض یہ روایت صرف حضرت انس	۱۵۰	۱۲۶	دوسرا شاہد از امام دیلمی	۱۶۲
	سے مروی ہے۔		۱۲۷	حدیث نمبر ۵: کوئی نبی اپنی قبر میں	۱۶۳
۱۱۳	جواب: یہ بھی کوئی اعتراض نہیں۔	۱۵۱		چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔	
۱۱۴	اعتراض کا دوسرا حصہ: حضرت انس	۱۵۲	۱۲۸	یہ روایت ان معنوں میں صحیح نہیں۔	۱۶۵
	سے راوی صرف ثابت بنانی ہیں۔		۱۲۹	اس کی شاہد روایت جو کہ موضوع ہے۔	
۱۱۵	جواب: حضرت انس سے عبدالعزیز اور		۱۳۰	آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنبد خضرا میں ہیں	۱۶۷
	ابوالملیح بھی یہی روایت کرتے ہیں۔			یا جنت میں	
۱۱۶	تنبیہ یہ حدیث منکر ہرگز نہیں۔	۱۵۳	۱۳۱	شیخ عبدالحق کا مسلک	
۱۱۷	حدیث منکر کی تعریف		۱۳۲	عزالی دوراں علامہ کاظمی کا تبصرہ	۱۶۸
۱۱۸	حدیث نمبر ۳: انبیاء اپنی قبور میں زندہ	۱۵۶	۱۳۳	علامہ ابن قیم جوزی	۱۶۹
	ہیں۔		۱۳۴	کیا آپ کی روح جنت میں ہے؟	
۱۱۹	متابع اور شواہد میں ضعیف راوی بھی	۱۵۷	۱۳۵	آپ کی قبر ہی جنت بلکہ جنت سے افضل	
	قابل قبول ہوتا ہے۔			ہے۔	



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۳۶	قبر منورہ کا عرش عظیم سے افضل ہوتا۔	۱۷۱		کا قبر میں نماز پڑھنا۔	
۱۳۷	امام اہلسنت فاضل بریلوی کا ارشاد	۱۵۴	۱۹۱	فوائد حدیث: از علامہ سیوطی، علامہ	
۱۳۸	امام مالک، امام ابن عساکر، امام غزالی	۱۷۲		داؤد بن سلیمان، محمد بن یوسف	
۱۳۹	امام ابن عقیل حنبلی، علامہ سیوطی، ملا علی	۱۵۵	۱۹۲	علامہ سبکی، محمد بن قاسم جسوس	
	قاری، علامہ نبھانی	۱۵۶	۱۹۳	دیوبندی انوکھی تحقیق	
۱۴۰	قاضی عیاض امام خفاجی، محمد بن رزین	۱۷۳	۱۹۵	غیر انبیاء کا قبر میں نماز پڑھنا۔	
	ابن الحاج مالکی	۱۵۸	۱۹۶	اولیاء کرام کا قبور میں نماز پڑھنا۔	
۱۴۱	ابوبکر الراغی، علامہ حلبی، علامہ قاسی،	۱۷۴	۲۰۱	حدیث نمبر ۹: حدیث معراج	
	علامہ علاؤ الدین الحسکفی	۱۶۰	۲۰۲	انبیاء کرام کا کائنات عالم میں تصرف	
۱۴۲	امام شافعی، علامہ آلوسی، علامہ خرپوتی	۱۷۵		فرمانا	
۱۴۳	علامہ بحر العلوم، علامہ فضل رسول	۱۷۶	۲۰۳	انبیاء کرام کا حج کرنا۔	
۱۴۴	علمائے دیوبند کا متفق علیہ فتویٰ	۱۷۷	۲۰۶	حضرت عیسیٰ کا نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ	
۱۴۵	حدیث نمبر ۶:			میں حاضر ہو کر مصافحہ فرماتا۔	
۱۴۶	امام شعرانی اور شرح حدیث معراج	۱۷۹	۲۰۷	دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے	
۱۴۷	حدیث نمبر ۷: حضرت موسیٰ کا قبر میں	۱۸۳		لیے جنت ہے۔	
	نماز پڑھنا۔	۱۶۴		تخریج حدیث۔	
۱۴۸	مراہیل صحابہ کی حیثیت	۱۸۴	۲۱۲	حضرت سلمان فارسی کا عقیدہ	
۱۴۹	حدیث نمبر ۸: تخریج حدیث مذکورہ	۱۸۶		علامہ العزیزی، امام صدر الدین قونوی	
۱۵۰	حدیث کے شواہد: نمبر ۱، از ابن عباس	۱۸۸		علامہ مناوی، علامہ ثناء اللہ پانی پتی	
۱۵۱	نمبر ۲، از ابوسعید خدری	۱۶۷	۲۱۳	شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالعزیز، شاہ	
۱۵۲	نمبر ۳، از ابو ہریرہ			ولی اللہ	
۱۵۳	حدیث نمبر ۸، بسند دیگر حضرت موسیٰ	۱۹۰	۲۱۸	شاہ عبدالحق محدث دہلوی	



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۶۹	علامہ بدرالدین محمود آلوسی			اقدس کئی سو سال تک تروتازہ رہا۔	
۱۷۰	امام غزالی، امام نورالدین حلبی	۲۲۰	۱۸۷	تخریج روایت	۲۳۷
۱۷۱	قاضی ابوبکر بن عربی	۲۲۲	۱۸۸	حدیث نمبر ۱۱: بروز جمعہ درود شریف	۲۳۸
۱۷۲	جلال الدین سیوطی، ولی کامل عمر بن	۲۲۳		کا حضور پر پیش کیا جانا، تخریج حدیث	
	سعید الکدوی		۱۸۹	حدیث نمبر ۱۲: حدیث ابی امامہ	۲۵۰
۱۷۳	الشیخ مصطفیٰ الحماوی۔	۲۲۴	۱۹۰	اعتراض: مکحول کا حضرت ابوامامہ سے	۲۵۱
۱۷۴	اولیاء کا بیک وقت کئی مقامات	۲۲۶		سماع ثابت نہیں۔	
	پر تشریف فرما ہونا۔		۱۹۱	جواب: اس طرح یہ حدیث مرسل ہوگی	
۱۷۵	اس پر علماء و محدثین کو توثیق			جو جمہور کے نزدیک قابل حجت ہے	
۱۷۶	بیداری میں آپ کی زیارت	۲۲۸	۱۹۲	مکحول کا حضرت ابوامامہ سے سماع (عند	۲۵۲
۱۷۷	تخریج حدیث			البعض) ثابت ہے۔	
۱۷۸	اس سلسلہ میں علماء و محدثین کا عقیدہ	۲۲۹	۱۹۳	دوسرا اعتراض: راوی برد بن سنان	۲۵۳
۱۷۹	حدیث نمبر ۱۰: زمین انبیاء کے اجسام	۲۳۴		ضعیف ہے۔	
	کو نہیں کھاتی۔		۱۹۴	جواب: یہ راوی ثقہ ہے۔	
۱۸۰	تخریج حدیث		۱۹۵	حدیث ابی امامہ کے شواہد	۲۵۴
۱۸۱	اس حدیث کی صحت پر محدثین کی آراء		۱۹۶	حدیث ابودرداء، آپ کا زندہ ہونا اور	
۱۸۲	اس حدیث پر اعتراض	۲۳۹		رزق دیا جانا	
۱۸۳	اس حدیث میں راوی ابن جابر نہیں بلکہ	۲۴۰	۱۹۷	اس حدیث کی صحت پر محدثین کے	۲۵۵
	ابن تمیم ہے۔			اقوال	
۱۸۴	جواب: راوی ابن جابر ہی ہے۔	۲۴۱	۱۹۸	اعتراض: یہ روایت منقطع ہے	۲۵۷
۱۸۵	محدثین کی آراء			جواب:	۲۵۸
۱۸۶	حضرت دانیال علیہ السلام کا جسد	۲۴۶	۱۹۹	حدیث نمبر ۱۳: موکل فرشتہ تمہارا	۲۵۹



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۰۰	درود و سلام میری قبر میں حاضر ہو کر پیش کرتا ہے تخریج حدیث	۲۱۵	۲۸۵	از علامہ بکری و دیگر درود روح سے مراد سماعت مصطفیٰ ﷺ از علامہ سیوطی و ابن حجر مکی	۲۸۵
۲۰۱	اعتراض اور اس کا جواب	۲۶۱	۲۸۶	جواب سلام کی سعادت صرف زائر کے ساتھ مخصوص نہیں	۲۸۶
۲۰۲	اس حدیث کے شواہد: نمبر ۱، حدیث جابر نمبر ۲، حدیث عبداللہ بن مسعود	۲۶۲	۲۸۸	اعتراضات اور ان کے جوابات	۲۸۸
۲۰۳	حدیث نمبر ۱۴: حدیث ابی ہریرہ تخریج حدیث	۲۶۵	۲۹۶	حدیث نمبر ۱۶: حدیث عبداللہ بن مسعود بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں تخریج حدیث	۲۹۶
۲۰۴	اس حدیث سے زیارت قبر نبی کی ممانعت پر استدلال کا رد	۲۶۶	۲۹۸	اس حدیث کی صحت پر محدثین کی آراء	۲۹۸
۲۰۵	حدیث نمبر ۱۵: حدیث ابی ہریرہ، حضور کی روح کا لوٹا یا جانا اور سلام کا جواب دینا	۲۷۲	۳۰۱	اعتراضات اور ان کا رد	۳۰۱
۲۰۶	تخریج حدیث	۲۷۳	۳۰۵	حدیث نمبر ۱۷: حدیث ابن عباس، ایک فرشتہ کا ساری مخلوق کی آواز سننا تخریج حدیث	۳۰۵
۲۰۷	حدیث کی صحت پر اقوال محدثین تفہیم حدیث - درود روح سے مراد؟	۲۷۶	۳۰۶	اس حدیث کی شاہد حدیث عمار بن یاسر	۳۰۶
۲۰۸	حدیث: مابین بنتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ کی تخریج	۲۷۹	۳۰۸	شرح حدیث از علامہ مناوی و عزیزی وغیرہما	۳۰۸
۲۰۹	اشکال و حل اشکال	۲۸۱	۳۱۰	قبر پر کھڑے فرشتے کا اسم مبارک اعتراض: اس میں اسماعیل بن ابراہیم متفرد ہے	۳۱۰
۲۱۰	درود روح سے مراد خوشی اور سرور ہے از ابن العماد	۲۸۳			
۲۱۱	درود روح سے مراد نطق ہے	۲۸۷			



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۲۸	جواب: اس کے متابع راوی	۲۲۲	۳۲۰	مدلس کا عنعنہ مردود ہے	۳۲۰
۲۲۹	اعتراض نمبر ۲: نعیم بن ضمیمہ ضعیف ہے	۳۱۱	۳۲۱	محمد بن مروان کا متابع اور اس پر بحث	۳۲۱
۲۳۰	جواب: جارج نامعلوم ہے	۳۱۲	۳۲۳	نبی اکرم ﷺ کا دور نزدیک سے سلام	۳۲۳
۲۳۱	تیسرا اعتراض: راوی عمران بن الحکمری			سننا اور اس کے دلائل	
	مجہول ہے		۳۲۴	حضرت سلیمان علیہ السلام کا تین میل	۳۲۴
۲۳۲	جواب: یہ راوی عند الاکثر معروف ہے			سے چیونٹی کی آواز سننا۔	
۲۳۳	اس حدیث کے شواہد: شاہد نمبر ۱،	۲۳۶		حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بصارت دس	
	روایت ابی بکر رضی اللہ عنہ			فرسخ کے فاصلہ سے چیونٹی کا دیکھ لینا۔	
۲۳۴	شاہد نمبر ۲، روایت ابی امامہ رضی اللہ عنہ	۳۱۳	۳۲۷	آپ ﷺ دنیا کو حقیقتاً دیکھ رہے	۳۲۷
۲۳۵	حدیث نمبر ۱۸: جس نے میری قبر کے	۳۱۴		ہیں۔ از علامہ زرقانی	
	پاس درود پڑھا میں اس کو خود سنتا ہوں		۲۳۸	میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے	۳۲۸
	دور سے پڑھا جانے والا مجھے پہنچا دیا			(حدیث)	
	جاتا ہے	۲۴۹		تخریج حدیث	
۲۳۶	تخریج حدیث	۲۵۰	۳۲۹	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دیکھتے ہیں	۳۲۹
۲۳۷	اس حدیث کی سند پر بحث	۳۱۵		جو لوگ نہیں دیکھتے اور غیب بتلاتے	
۲۳۸	اس میں راوی محمد بن مروان سدی صغیر			ہیں۔ (حضرت حسان)	
	متہم بالکذب ہے	۲۵۱		تخریج اثر	
۲۳۹	دوسرا راوی العلاء بن عمرو متکلم فیہ ہے	۳۱۸	۲۵۲	آپ دور و نزدیک سے بذات خود	۳۳۱
۲۴۰	اس حدیث میں تیسری علت اس کا منکر			درود و سلام سنتے ہیں۔	
	ہوتا ہے				
۲۴۱	چوتھی علت راوی اعمش مدلس ہے اور	۳۱۹			
	روایت منعن ہے				



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۵۳	(حدیث طبرانی) از حضرت ابوالدرداء اس حدیث پر سرفراز گلکھڑوی اور ”تھانوی“ کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔	۳۳۲	۲۶۳	مولانا نور اللہ حیدر آبادی نے بھی لفظ صوتہ نقل کیا ہے۔	۳۳۸
۲۵۴	کیا تھانوی صاحب دیانتدار اور ذہین آدمی ہیں۔		۲۶۴	حدیث طبرانی کے شواہد آپ ﷺ ساری مخلوق کی آواز سنتے اور اُسکو ملاحظہ فرماتے ہیں۔	۳۳۹
۲۵۵	منقطع اور مرسل روایت میں کوئی فرق نہیں ہے۔	۳۳۷	۲۶۶	شاہد نمبر ۲: آپ پیر اور جمعہ کو بلا واسطہ درود و سلام سنتے ہیں۔	
۲۵۶	حجیت مرسل	۳۴۰	۲۶۷	شاہد نمبر ۳: آپ جمعرات اور جمعہ کو اپنے کانوں سے درود و سلام سنتے ہیں۔	۳۵۰
۲۵۷	بعض اوقات مرسل، متصل سے قوی ہوتی ہے۔		۲۶۸	شاہد نمبر ۴: آپ اہل محبت کا درود بلا واسطہ سنتے ہیں۔	
۲۵۸	مرسل حدیث کو رد کرنا دوسری صدی کی بدعت ہے۔		۲۶۹	موضوع حدیث: تائید قبول کی جائے گی از اسماعیل دہلوی	۳۵۲
۲۵۹	آپ ﷺ کا علم غیب اور مولوی انور شاہ کشمیری۔	۳۴۱	۲۷۰	تلقی بالقبول سے حدیث قابل حجت بن جاتی ہے۔	۳۵۳
۲۶۰	جلال الافہام میں لفظ ”صوتہ“ کتابت کی غلطی ہے۔	۳۴۶	۲۷۱	فضیلت نبی کا منکر زندیق ہے۔ از امام خلال	۳۵۵
۲۶۱	جلال الافہام کے متعدد نسخوں کا ذکر جن میں صوتہ لفظ ہے۔		۲۷۲	آپ ﷺ کا درود و سلام سننا، اس پر علماء محدثین کی آراء	۳۵۶
۲۶۲	ابن قیم کے علاوہ، علامہ ناصر الدین دمشقی علامہ محمد بن یوسف الصالحی، ابن حجر مکی، موسیٰ محمد علی	۳۴۷	۲۷۳	علامہ سیوطی، میر غنی، حلبی	۳۵۷



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	شیخ محقق، امام الحرمین			گنبد خضرا پر حاضر ہو کر سلام کرنا اور آپ ﷺ کا جواب دینا	
۲۷۴	خواجہ ضیاء اللہ، امیر ملت، عارف کھڑی	۳۶۰		شاہد نمبر ۴: دیار بکری کا روضہ شریف	۳۸۰
۲۷۵	حدیث قدسی، اولیاء کی طاقت سماعت و بصارت	۳۶۱	۲۸۷	سے جواب سلام سننا	
۲۷۶	سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا	۳۶۳	۲۸۸	حیات اور کلام فی القبر کا عجیب واقعہ	۳۸۱
	یا ساریۃ الجبل کہنا		۲۸۹	حضرت ہارون علیہ السلام کا وفات کے بعد قبر میں سے کلام فرمانا	
۲۷۷	تخریج اثر	۳۶۴		تفسیر صحابی کا حکم	۳۸۲
۲۷۸	حدیث نمبر ۱۹: حضور ﷺ کا سلام سننا	۳۶۸	۲۹۰	حدیث نمبر ۲۰: مجھے موسیٰ علیہ السلام پر	۳۸۳
	اور جواب دینا		۲۹۱	فضیلت نہ دو	
۲۷۹	تخریج حدیث			تخریج حدیث	۳۸۵
۲۸۰	اس کے شواہد		۲۹۲	اس حدیث سے حیات الانبیاء پر استدلال	
۲۸۱	حدیث نمبر ۱، حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۳۶۹	۲۹۳	حدیث نمبر ۲۱: مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دو	۳۹۰
	بعد نزول قبر مصطفیٰ ﷺ پر حاضر ہو کر یا محمد کہیں گے اور آپ جواب دیں گے		۲۹۴	رسول اللہ ﷺ کے افضل المخلوق ہونے کا بیان	
۲۸۲	حدیث نمبر ۲: روضہ نبی ﷺ سے اذان و اقامت کی آواز سنائی دینا	۳۷۲	۲۹۵	آپ ﷺ روز قیامت عرش الہی پر جلوہ فرما ہوں گے	۳۹۲
۲۸۳	تخریج اثر	۳۷۳	۲۹۶	(حدیث) انا سید الناس یوم القیامۃ	۳۹۸
۲۸۴	اعتراضات اور ان کے دندان شکن جوابات	۳۷۴		تخریج حدیث	
۲۸۵	مخلط کی روایت کے قبول اور عدم قبول کا اصول		۲۹۷	حیات انبیاء، اور حیات شہداء میں فرق	۴۰۲
			۲۹۸	نبی اکرم ﷺ اور رتبہ شہادت	۴۰۴
۲۸۶	شاہد نمبر ۳: ابراہیم بن بشار	۳۷۹	۳۰۰		



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۰۱	تخریج حدیث		۳۰۳	حیاۃ النبی کے اثبات پر دیگر آیات	۳۰۱
۳۰۲	آپ ﷺ شہید ہیں از عبداللہ بن مسعود	۳۰۶		قرآن	
	رضی اللہ عنہ		۳۰۴	مصادر و مراجع	

# تلاوت قرآن

برائے

## ایصال ثواب

از قلم

محمد ثکبیر مناظر اسلام حضرت مولانا علامہ محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی

قبور پر تلاوت کرنے کے دلائل اور (منکرین) غیر مقلدین کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات پر انمول تحفہ جس پر آج تک کسی بھی عالم نے کسی بھی زبان میں کوئی مکمل کتاب یا رسالہ نہیں لکھا

قیمت 36 روپے

نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔

مکتبہ مدینۃ المنورہ مکہ مارکیٹ کسو کے روڈ حافظ آباد

ملنے کا پتہ



## عرض مصنف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زمانہ طالب علمی میں حضرت امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مختصر اور جامع رسالہ حیات الانبیاء علیہم السلام پڑھ کر دلی مسرت ہوئی اور بعض احباب کے حکم پر اس کی مختصری شرح لکھ دی اس کے بعد دیگر مصروفیات میں ایسا کھویا کہ اس کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ اب جبکہ دوبارہ بعض احباب کے فرمانے پر اس کی اشاعت کی طرف توجہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس میں بہت ساری جگہوں پر تفصیل اور ترمیم کی ضرورت ہے۔ لہذا اس پر جب نظر ثانی شروع کی تو مضمون توقع کے بالکل برعکس طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا اور بالآخر اس مضمون کو پہلی جلد کے نام سے شائع کرنا مناسب سمجھا گیا۔ اس کتاب میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ مضمون تحقیقی ہو اور زبان عام فہم اور نرم رہے میری یہ بھی کوشش رہی ہے کہ مسئلہ حیات الانبیاء کو دیگر مسائل یعنی سماع موتی حیات شہدا و اولیاء اور رد روح وغیرہ سے گڈبڈھ نہ کیا جائے حالانکہ ان مسائل کو نفس مسئلہ کے ساتھ بڑی مناسبت ہے اور اپنی دانست کے مطابق حتی المقدور جتنے اعتراضات، حیات الانبیاء اور اس کی مؤیدہ احادیث پر منکرین و معاندین کی طرف سے وارد ہوتے ہیں ان کے جوابات عقلی و نقلی لحاظ سے دے دیئے گئے ہیں میں اپنی ان کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں اس کا فیصلہ تو قارئین حضرات ہی کریں گے میری التجاء صرف یہ ہے کہ حضرات علماء کرام جہاں کہیں اس کتاب میں کوئی علمی غلطی یا تسامع ملاحظہ فرمائیں میری راہنمائی فرما کر مشکور ہوں۔

اس کتاب کے اس حصہ میں صرف اپنے دلائل اور ان پر اعتراضات یا شبہات کے جوابات کا مدلل بیان کیا گیا ہے اور منکرین حیات الانبیاء کے دلائل کو قصداً نظر انداز کر دیا گیا



ہے اگر اللہ نے توفیق عنایت فرمائی تو اس پر دوسری جلد میں کلام کیا جائے گا۔

اب جبکہ اس کتاب کی پہلی جلد مکمل ہو چکی ہے تو بڑی ناشکری کی بات ہوگی۔ اگر ان مشفق ہستیوں اور تعاون کرنے والے حضرات کا ذکر نہ کیا جائے کہ جن کی دعاؤں اور کوششوں سے میں اس مقام تک پہنچ سکا۔ سب سے زیادہ میرے شکرے کے مستحق میرے آقائے نعمت سیدی وسندی حضرت علامہ مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب امیر جماعت رضائے مصطفیٰ ہیں کہ جن کے فیض و نظر کرم کے صدقے میں آج اس مقام پر کھڑا ہوں کہ جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کروں کم ہے۔ آپ کے بعد حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور کہ جنہوں نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور وقتاً فوقتاً اپنا قیمتی وقت نکال کر میری راہنمائی فرماتے رہے۔

اور حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب مہتمم جامعہ نظامیہ لاہور اور حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خاں قادری صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور اور حضرت مولانا علامہ ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی صاحب گوجرانوالہ کا بھی جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے کہ جنہوں نے اس سلسلہ میں میرے ساتھ بہت شفقتیں فرمائیں اور میرے اساتذہ کرام (کہ اللہ تعالیٰ انکی عمروں اور علم میں برکت عطا فرمائے) نے بھی اس سلسلہ میں میرے ساتھ بڑا تعاون فرمایا بالخصوص حضرت علامہ مفتی محمد رضاء المصطفیٰ ظریف قادری اور حضرت علامہ مولانا نور الحسن تنویر چشتی بھیروی صاحب اللہ تعالیٰ ان کے علوم و فیوض سے مجھے مزید بہرہ مند فرمائے۔ (آمین) ان کے ساتھ ساتھ میں اپنے ان دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے محروم نہ رکھا۔ بالخصوص حضرت مولانا علامہ غلام مصطفیٰ حنیف صاحب مدرس جامعہ امینیہ گوجرانوالہ حضرت علامہ پروفیسر ابرار حسین ساقی، علامہ محمد رفیق احمد مجددی



مولانا محمد سرور قادری صاحب گوندالانوالہ اور حضرت مولانا سجاد حسین حنیف وغیرہم۔  
 اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں سب سے زیادہ جو دوست فکر مند تھے اور  
 انہوں نے مالی تعاون کے سلسلہ میں بڑا کام کیا وہ ہیں ہمارے نہایت ہی عزیز دوست جناب  
 محمد ارشد قادری صاحب کہ ان کی وساطت سے جناب عبدالرحمن صاحب ڈارمون سٹیل  
 ٹریڈرز گوندلانولہ روڈ گوجرانوالہ نے سب سے زیادہ مالی تعاون فرمایا ان کے ساتھ ساتھ حافظ  
 محمد اقبال صاحب جناب محمد انور مغل صاحب، جناب محمد بشیر بٹ، محمد منشاء اور سنی فورس بقا پور  
 کے احباب اس کار خیر میں شامل ہیں اور میں جناب شفیق شہزاد ایم۔ اے صاحب کا بھی  
 شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے کتاب اور مراجع و ماخذ کی فہرست میں میرے ساتھ بڑی محنت  
 فرمائی اور ان کے علاوہ جتنے بھی دوست احباب کہ جنہوں نے میرے ساتھ کسی بھی قسم کا  
 تعاون فرمایا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دنیا و آخرت میں عزت عطا فرمائے۔ تمام  
 حضرات سے التماس ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر میرے والد صاحب مرحوم کہ جو اس کتاب کی  
 تصنیف کے دوران مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے کی بخشش کے لیے دعا فرمائیں اور ان  
 کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کی مغفرت کے لیے بھی دعا فرمائیں۔

محمد عباس رضوی

محرم الحرام ۱۴۱۹ھ



شیخ الاتقیاء نمونۃ السلف، حجة الخلف، مجاہد حق گو  
صادق الاقوال والا حوال مخزن محاسن الاخلاق  
نباض قوم

پاسبان مسلک رضا

حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ

امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان (گوجرانوالہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ  
اما بعد:-

حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوصال خصوصاً حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کا حیات حقیقی حی و زندہ ہونا اجماعی و اتفاقی عقیدہ مبارک ہے۔ جس پر اکابر علماء امت  
و بزرگان دین کی بکثرت متفرق تصریحات کے علاوہ مستقل تصانیف شاہد عدل ہیں مگر منکرین  
شان رسالت نجدی، وہابی ٹولہ بالخصوص دیوبندیوں کی مماتی پارٹی حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
کی شدید گستاخ و باغی ہے۔ ایسے ہی بد مذہبوں، بے دینوں پر اتمام حجت اور اہل ایمان کے  
عقائد حقہ کے تحفظ کے لیے العزیز الفاضل مولانا علامہ محمد عباس رضوی (زید عمرہ و علمہ) نے  
بڑی محنت شاقہ کے ساتھ اپنی یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ جو علمی و تحقیقی خزانہ اور دلائل و  
براہن کا ذخیرہ ہے اور ماشاء اللہ مصنف کے علم و فضل اور ان کے تبحر علمی و وسیع النظری کا منہ  
بوتا ثبوت ہے اور خود فاضل مصنف کی آخرت کیلئے بہت بڑا سرمایہ ہے جو عوام و خواص اور خود



منکرین کے لیے بہت معلومات افزا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بوسیلہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء مناظر اہلسنت مولانا محمد عباس رضوی کی اس عظیم دینی خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں خدمت دین و تحفظ شان رسالت اور اہل سنت کی پاسداری کی مزید توفیق بخشے اور تادیر سلامت باکرامت رکھے آمین ثم آمین

مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب



## تقریظ

بحر العلوم، المحدث الكامل، المحقق النبیل صاحب الرائے الصائب  
جامع العلوم النقلیہ والفنون العقلیہ

حضرت علامہ محمد عین الحکیم شرف قادری  
صاحب، مدظلہ العالی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ تعالیٰ ازلی ابدی حی و قیوم ہے وہ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا۔ اس کی صفات بھی ازلی و ابدی ہیں اس کی ذات و صفات کے علاوہ جو بھی موجود ہوا اسے اپنے مقرر وقت پر موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ موت کے بعد روح تو ہر کسی کی زندہ رہتی ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر، لیکن شہداء کی زندگی اور انہیں رزق کا ملنا نص قطعی سے ثابت ہے۔ انبیاء کرام کی حیات تو ان سے بھی بلند و بالا ہے کیونکہ شہداء کو یہ مقام انبیاء کرام علیہم السلام کے صدقے میں اور ان کی پیروی کی بدولت ملا ہے تو کیا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ مقام نہیں ملے؟

شہید باوجودیکہ زندہ ہے، لیکن اس پر اموات کے بعض احکام جاری ہوتے ہیں مثلاً اس کی بیوی عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، اس کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے، جبکہ ہمارے آقا و مولا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہ تو ترکہ تقسیم کیا گیا اور نہ ہی آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے زندگی بھر کسی سے نکاح کرنا جائز تھا، ماننا پڑے گا کہ آپ کی حیات مبارکہ شہداء سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے یہ دلیل کتنے عمدہ پیرائے میں بیان کی ہے؟



فرماتے ہیں:

اُس کی ازواج کو جائز ہے نکاح اُس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

یہ ہیں حتیٰ ابدی ان کو رضا صدق وعدہ کی قضا مانی ہے۔

تمام انبیاء کرام خصوصاً حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زندگی پر امت مسلمہ کا اجماع رہا ہے جیسے کہ آپ پیش نظر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ البتہ ماضی قریب میں کچھ لوگوں نے اس مسئلے کو بھی اختلافی بنا دیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے یہاں تک کہہ دیا کہ ”میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔“ حالانکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے۔

نامور محدث امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک مختصر رسالہ: حیاۃ الانبیاء لکھا جس میں پیش کردہ حدیثوں سے بعد کے تمام اہل علم استدلال کرتے رہے نو پیدا منکرین نے ان پر جرح کرنا بھی ضروری سمجھا، ورنہ احادیث کی موجودگی میں انکی بات سُن کر کون فتنے کا شکار ہوتا؟ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہمارے فاضل دوست، مناظر اہلسنت مولانا محمد عباس رضوی حیاۃ اللہ تعالیٰ (گوجرانوالہ) کو کہ انہوں نے امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے رسالہ مبارکہ کی شرح کا بیڑا اٹھایا اور مبسوط شرح لکھ دی جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں انہوں نے امام بیہقی کی پیش کردہ احادیث کے شواہد بھی پیش کئے ہیں اور اس موضوع پر مخالفین کے جتنے اعتراضات سامنے آئے ہیں ان کے اصول حدیث کی روشنی میں محدثانہ انداز میں مسکت جوابات دیئے ہیں۔ کتاب کے سرسری جائزہ سے ان کے مطالعہ کی حیرت انگیز وسعت سامنے آتی ہے اور مخالفین کے بڑے بڑے محدث اور حدیث دانی کا دعویٰ

۱: احمد رضا بریلوی، امام: حدائق بخشش (مدینہ پبلشنگ، کراچی) ج ۲ ص ۶۵



کرنے والے بونے نظر آتے ہیں وہ ایک ایک حدیث پر بیس پچیس بلکہ بعض اوقات چالیس تک حوالے پیش کر جاتے ہیں۔

اگر میری آواز اہلسنت و جماعت کے زعماء اور ارباب ثروت تک پہنچ کر ان کے دل و ضمیر پر دستک دے سکے تو میں عرض کروں گا کہ مسلک اہلسنت کا درد رکھنے والے ایسے وسیع النظر عدیم النظر فاضل محدث کا تقرر کسی ایسے ادارے میں کیا جائے جہاں وہ اپنا تمام وقت مطالعہ اور تصنیف و تحقیق میں صرف کریں کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ اسکول ٹیچر کی حیثیت سے اپنا وقت گزار رہے ہیں اور اپنی ذاتی کوشش سے قائم کردہ حدیث اصول حدیث اور اسماء رجال کی کتابوں کی عظیم لائبریری میں فارغ اوقات میں مطالعہ و تحقیق میں منہمک رہتے ہیں۔

ان کی پیش نظر کتاب اس لائق ہے کہ اس کا عربی میں ترجمہ شائع کیا جائے اور مسلک اہلسنت کی حقانیت کو عالم آشکار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فاضل علامہ مولانا محمد عباس رضوی اکرمہ اللہ تعالیٰ کے علم، عمر، تحقیق اور لگن میں برکتیں عطا فرمائے اور امت مسلمہ کی طرف سے انہیں اجر جمیل عطا فرمائے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

۲۷ - ستمبر ۱۹۹۶ء



صاحب الفہم الباہر والرشد الزاہر والبصیرۃ التامة  
والملکۃ الراسخۃ فقیہ الامت مفتی اعظم حضرت  
مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

چونکہ افعال و تصرفات کا مدار حیات ہے اس لئے جس پایہ کی حیات ہوگی اسی پایہ  
کے تصرفات ہونگے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی حیات ازلی ابدی اور من کل الوجوہ کامل ہے اس لیے اس کے  
تصرفات و صفات بھی ازلی اور کامل ہیں جو کہ انسانی عقل و فہم سے ماوراء ہیں جبکہ انسان اپنے  
خالق کی معرفت کا مکلف ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی صفات  
کاملہ کا مظہر بنایا تا کہ انسان ان مظاہر کے ذریعے اس کی صفات و تصرفات کاملہ کی معرفت  
حاصل کر سکے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات و تصرفات سے ہی انسان کو اللہ تعالیٰ جل  
شانہ کی ذات و صفات کی معرفت ہوئی۔ جس سے وہ مرتبہ ایمان پر فائز ہوا۔

لہذا ایمان کا تقاضا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مافوق العادت تصرفات کو دیکھ کر انکی  
حیات مبارکہ کو بھی مافوق العادت تصور کرے، ایسی حقیقت کے پیش نظر اسلاف امت، انبیاء  
علیہم السلام کی حیات کے مجتسس ہوئے اور اس حقیقت پر متفق ہوئے کہ انبیاء علیہم السلام کی  
حیات عام انسانوں کی حیات سے ممتاز و ماوراء ہے۔ اس موضوع پر محدث شہیر علامہ ابو بکر  
محمد بن حسین المعروف امام بیہقی نے بھی اپنی تحقیق میں ۲۲ مسند احادیث کی تخریج فرمائی۔ جن  
کی سندات کو قابل اعتماد قرار دیا۔ لیکن اس پر فتن دور نے اس مسلمہ حقیقت کو بھی معاف نہ کیا



اور اس میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے بعض لوگوں نے حیات الانبیاء علیہم السلام سے متعلق احادیث کے راویوں پر تنقید شروع کر دی۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ وہ باطل پر ذہوق وارد فرماتے ہوئے بطور حجت حق کو ظاہر فرماتا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فاضل نوجوان علامہ مولانا محمد عباس رضوی کو توفیق فرمائی کہ وہ اس غبار کو ہٹا کر امت مسلمہ کے اجتماعی مسئلہ کو واضح کریں تاکہ رفعت انبیاء علیہم السلام وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ، کا اعلان باری تعالیٰ روشن اور چمکتا رہے چنانچہ علامہ موصوف نے امام بیہقی علیہ الرحمۃ کی پیش کردہ احادیث کا ترجمہ اور شرح کی اور شرح میں انہوں نے اس موضوع کو تقریباً ساڑھے تین صد کتب کی عبارات سے مؤید کیا اور مذکورہ احادیث کے راویوں پر مخالفین کی جرح و تنقید کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے ہزار کے قریب اہم شخصیات کے اقوال نقل کر کے راویوں کی ثقاہت کو واضح کیا، ناظرین کی سہولت کے لیے فاضل محقق نے موضوع سے متعلق تمام ابحاث اور کتب مآخذ بمع مصنفین، کو علیحدہ علیحدہ بطور فہرست پیش کیا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ الکریم مولانا علامہ محمد عباس رضوی کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور فن حدیث اور نقد رجال کی تحقیق میں انکے ذوق کو دہ بالا فرمائے اور جس طرح انہوں نے اسلاف کی کثیر کتب پر تحقیقی کام کیا ہے تحقیقات کا یہ سلسلہ جاری و ساری رہے اور مولانا کے تحقیقی کام کی اشاعت کے لئے اسباب پیدا فرمائے۔

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری رضوی

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور / شیخوپورہ



## مصنف کے بارے میں

### نام و نسب

کنیت ابو بکر اور نام احمد بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ بیہقی کی نسبت بیہق کی طرف ہے اور بیہق ایک گاؤں کا نام ہے جو نیشاپور سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

### آپ کی ولادت و پرورش

آپ رضی اللہ عنہ ماہ شعبان المعظم ۳۸۴ھ بیہق میں پیدا ہوئے۔ علامہ ابن عساکر نے کہا ”میری طرف ابو الحسن فارسی نے لکھا ہے (جو بیہقی کے نام سے مشہور ہیں) وہ حافظ اصول اور دین کے بارے میں پایہ کے فقیہ، حفظ، یادداشت میں یکتائے زمانہ، ضبط اور اتقان میں کمال رکھنے والے ہیں آپ نے اپنے بچپن سے جوانی کے دور تک کتب حدیث لکھنا اور حفظ کرنا شروع کیے، اس میں بڑا درک اور تفقہ حاصل کیا۔ اصول میں علم شروع کیا عراق اور حجاز کی طرف علم حدیث کے لئے سفر کیا پھر کتابوں کے لکھنے میں مصروف ہو گئے اور آپ نے اس قدر ذخیرہ کتب لکھا تعداد میں جو تقریباً ایک ہزار کے قریب ہے۔ جو آج تک اس سے پہلے کسی نے نہ لکھیں آپ نے اپنی تصانیف میں علم حدیث اور علم فقہ کو جمع کیا۔ علل حدیث، صحیح و سقیم کا بیان، احادیث کے درمیان جمع کی وجوہات بیان کیے پھر فقہ اور اصول بیان کئے۔

### تعلیم

آپ نے حاکم، ابوطاہر، ابن فورک (متکلم اصولی) ابوعلی روزباری صوفی اور ابو عبد الرحمن سلمی صوفی سے علم حاصل کیا اور بغداد، خراسان، کوفہ حجاز اور دوسری اسلامی



آبادیوں میں گشت کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں بڑی برکت اور فہم میں کامل قوت عطا فرمائی تھی۔ انکی یادگار میں ایسی ایسی عجیب تصانیف موجود ہیں جو ان سے پہلے لوگوں سے ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ ان کی چیدہ چیدہ اور نافع تصانیف میں سے درج ذیل ہیں۔

**تصانیف**

- |                         |                         |
|-------------------------|-------------------------|
| ۱۔ کتاب الاسماء والصفات | ۲۔ دلائل النبوة         |
| ۳۔ السنن الکبریٰ        | ۴۔ کتاب الاعتقاد        |
| ۵۔ شعب الایمان          | ۶۔ مناقب الشافعی        |
| ۷۔ الدعوات الکبیر       | ۸۔ کتاب الخلائیات       |
| ۹۔ مناقب الامام الاحمد  | ۱۰۔ معرفة السنن والآثار |
| ۱۱۔ الدعوات الصغیر      | ۱۲۔ اثبات الرویة        |
| ۱۳۔ کتاب البعث والنشور  | ۱۴۔ الزهد الکبیر        |
| ۱۵۔ کتاب آلا داب        | ۱۶۔ کتاب الاسری         |
| ۱۷۔ الاربعین            | ۱۸۔ حیات الانبیاء       |
| ۱۹۔ السنن الصغیر        | ۲۰۔ فضائل الاوقات       |
| ۲۱۔ اثبات عذاب القبر    |                         |

علامہ سبکی کہتے ہیں کہ مجھ کو کتاب الاسماء والصفات کی نظیر نہیں ملی۔

## خصائل

آپ تورع وزہد میں وہی خصائل رکھتے تھے جو علمائے ربانین میں ہونے چاہئیں امام الحرمین (امام جوینی) نے ان کے بارے میں فرمایا ”دنیا میں سوائے بیہمتی کے اور کسی



شافعی کا احسان امام شافعی کی گردن پر نہیں ہے۔“ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تمام تصانیف میں امام شافعی کے مذہب کی نصرت و تائید کی ہے اور اسی وجہ سے اس مذہب کا رواج دوبالا ہو گیا۔ امام شافعی فقہ اور فن حدیث و علل حدیث میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کا خوب ملکہ عطا فرمایا تھا۔

ایک دوسرے فقیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ جامع مسجد میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں ”آج میں نے کتاب فقیہ احمد یعنی بیہقی سے فلاں فلاں حدیث کا استفادہ کیا ہے۔“

محمد بن عبدالعزیز جو مشہور فقیہ ہیں فرماتے ہیں کہ ”ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صندوق زمین سے آسمان کی طرف اڑا جا رہا ہے اور اس کے گرد اگر ایک ایسا چمکتا ہوا نور ہے جو آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا چیز ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ ”بیہقی کی تصنیفات کا صندوق ہے جو بارگاہ کبریا میں مقبول ہو گیا ہے۔“

**وفات:**

ہفتہ کے دن ۱۰ جمادی الاول ۴۵۸ ہجری کو شہر نیشاپور میں بیہقی کا انتقال ہوا۔ ان کو تابوت میں رکھ کر بیہق میں لائے اور خسرو جرد میں دفن کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

**آپ کے شیوخ:**

۱۔ ابوالحسن محمد بن الحسین العلوی الحسینی المتوفی (۴۰۱)

۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الطہمانی النیسابوری المتوفی (۴۰۵)

۳۔ ابو عبد الرحمن المسلمی محمد بن الحسین بن موسیٰ الازدی (المتوفی ۴۱۲)

۴۔ ابوبکر بن فورك محمد بن الحسن اصہبانی (المتوفی ۴۰۶)



- ۵۔ ابو محمد الجونی عبد اللہ بن یوسف (المتوفی ۴۳۸)  
 ۶۔ ابو الحسین محمد بن الحسین القطان البغدادی (المتوفی ۴۱۵)  
 ۷۔ ابو عبد اللہ کلیمی الحسین بن الحسن بن محمد الشافعی (المتوفی ۴۰۳)

تلامذہ:

- ۱۔ ابو المعالی محمد بن اسماعیل القاسی نيساپوری (المتوفی ۵۳۰ھ)  
 ۲۔ الحافظ ابو زکریا یحییٰ بن عبد الوہاب بن منندہ (المتوفی ۵۱۱)  
 ۳۔ القاضی اسماعیل بن احمد بن الحسین البیہقی (المتوفی ۵۰۷) (امام بیہقی کے فرزند)  
 ۴۔ ابو الحسن عبد اللہ بن محمد بن احمد البیہقی (المتوفی ۵۲۳) (امام بیہقی کے پوتے)  
 ۵۔ زین اسلام ابو نصر عبد الرحیم بن عبد الکریم بن ہوازن القشیری (المتوفی ۵۱۴ھ)  
 حررہ ابرار حسین ساقی ایم اے۔ ایم ایڈ  
 گورنمنٹ اسلامیہ اقبال کالج سیالکوٹ

=====



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

## تعارف مؤلف:

مصنف کتاب ہذا علامہ محمد عباس رضوی زید مجدہ بمقام کھوڑے تھانہ واہنڈ و ضلع  
گوجرانوالہ ۱۹۵۹ء کو ایک متوسط گھرانے میں متولد ہوئے۔ سکول کی ابتدائی تعلیم  
(میٹرک ۱۹۷۵ء) میں پاس کیا۔

بفیضان (من یرد اللہ بہ خیراً یفقه فی الدین)

(اللہ تعالیٰ جسکے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے)  
طبعی رجحان علم دین متین کی طرف ہو گیا۔ لہذا متعدد مقامات کی طرف حصول علم  
دین کی خاطر سفر کیا جن میں سے خاص طور پر جامعہ حنفیہ، رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ اور  
مدینۃ الاسلام متصل جامع نقشبندیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ قابل ذکر ہیں عرصہ تقریباً ایک  
سال مرکزی دارالعلوم اہلسنت و جماعت ریاض المدینہ میں حصول علم کے لیے گزارا علاوہ  
ازیں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

"International Islamic univeresty Islamabad"

اور جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد کا سفر بھی اختیار فرمایا

دریں اثناء متعدد اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا جن میں سے مناظر  
اسلام سید مراتب علی شاہ مفکر اسلام افتخار علی چشتی عظیم مذہبی سکالر محمد نواز ظفر اور سید ظفر علی  
شاہ بخاری فاضل بھیرہ شریف کے علاوہ خصوصی توجہ کا شرف محمد نور الحسن تنویر چشتی اور علامہ مفتی  
محمد رضا المصطفیٰ ظریف قادری سے حاصل ہوا پاسبان مسلک رضا پیر طریقت الحاج ابوداؤد



محمد صادق قادری رضوی دامت برکاتہ القدسیہ سے روحانی تربیت کی سعادت حاصل ہوئی اور دوران تعلیم خطیب العصر الحاج محمد سعید احمد مجدّی سے بھی خصوصی رہنمائی کا شرف حاصل رہا۔

بجملہ علامہ موصوف نے فاضل العربی، فارسی، اردو کے علاوہ جامعہ رضویہ منظر الاسلام فیصل آباد سے فاضل دورہ حدیث شریف کی سند فراغت حاصل کی اور ۱۹۸۵ء میں فاضل تنظیم المدارس ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات (الشہادۃ العالمیہ) کی سند حاصل کی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے بھی چند کورسز کئے اور اسناد حاصل کیں۔

علامہ مذکور شبانہ روز محنت کے باعث نصابی کتب متداولہ کے علاوہ وسیع و عمیق مطالعہ رکھتے ہیں اور ناسازگار حالات کے باوجود علمی ذوق کی بنا پر آپ کی ذاتی لائبریری میں کتب کا وسیع ذخیرہ ہے جو آپ نے اندرون و بیرون ملک سے بڑی مشقت سے جمع کیا ہے کتب بینی کے شوق اور تحقیق مسائل کی لگن سے رات بھر جاگنا آپ کا معمول ہے۔

”من طلب العلی سهر اللیالی“ جس نے بلند مقام چاہا وہ راتوں کو جاگا

اور ان تھک مطالعہ کے باعث۔

”مَنْ جَدَّ وَجَدَ“ جس نے کوشش کی اُس نے پایا۔

آپ مسائل فقہ اور علم حدیث میں خاصی مہارت رکھتے ہیں بالخصوص علم اسماء الرجال میں اپنے معاصرین میں ممتاز مقام رکھتے ہیں جس پر ماضی قریب میں فرق باطلہ سے آپ کے تہلکہ فیز مناظرے شاہد و عادل ہیں اور غیر مقلدین کے رد میں تو آپ لاثانی حیثیت کے مالک ہیں۔

علامہ موصوف اپنی بے بساطی کے باوجود اپنے وسائل کے مطابق سخاوت و دوست

پروری میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مسلک حضرت الامام الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ



علیہ سے مکمل آگاہی رکھنے کے ساتھ اسی کو اوڑھنا بچھونا جانتے ہیں آپ ایک عاشق رسول ہیں اور اسی عشق کی بدولت معاشی ناہمواری کے باوجود دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

آپ ایک خندہ مزاج اور وسیع الظرف انسان ہیں ایک مخصوص طبقہ صوفیاء و علماء سے روحانی وابستگی کے باوجود تمام سلاسل کے اکابرین کا یکساں نظر سے احترام کرتے ہیں آپ سادہ اور بے تکلف زندگی کے عادی، درویش اور صوفی منش عالم کے رنگ میں عوام میں گننام مگر خواص کے بقول ”قدر زر زر گر بداند قدر جوہر جوہری“ (سونے کی قدر سنار جانتا ہے ہیرے کی قیمت جوہری جانتا ہے۔) کے مصداق ہیں۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی اپنے بکثرت خدمات سرانجام دی ہیں۔ مثلاً کشف الرین<sup>۱</sup> فی مسئلہ رفع الیدین<sup>۱</sup> (ترجمہ مع حاشیہ و تتمہ) فضائل امام<sup>۲</sup> اعظم (مقدمہ و حاشیہ) فضل الصلوٰۃ<sup>۳</sup> علی النبی۔ رفع المنارہ<sup>۴</sup> فی تخریج احادیث الزیارہ ”الجوہر المنظم فی زیارت قبر النبی المکرم المعظم۔“ (ترجمہ) اسی طرح کتاب الاثار الامام محمد شرح اردو اور تعارض بین الاحادیث و رفعہ اور صحیح بہاری کی تخریج کے علاوہ متعدد تحقیقی اشتہارات جیسے (رفع الیدین، فاتحہ خلف الامام۔ آہستہ آمین، آہستہ بسم اللہ، دعا بعد نماز فرض تین وتر کے ساتھ ساتھ متعدد مضامین و مختلف رسائل زیر ترتیب و تسوید ہیں جو کہ تا حال قلت وسائل کے سبب زیور طباعت سے آراستہ تو نہیں ہو سکے مگر آپ کے تحقیقی ذوق کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

**آپ زندہ ہیں واللہ:**

زیر نظر کتاب بھی مصنف مذکور کا ایک علمی و تحقیقی شہہ پارہ ہے جو مخالفین

<sup>۱</sup> علماء و طلباء کے لیے یکساں مفید ہے۔ پہلا ایڈیشن جلد ہی ختم ہو گیا۔



اہلسنت کے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار اعتراضات کے تحقیقی رد اور مسکت جوابات سے بھرپور ہے۔

استدعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مصنف موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر ذریعہ نجات کفارہ سیات اور باعث بلندی درجات اور موجب ہدایت خواص و عام بنائے۔

آمین بجاء نبیہ العظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

ربیع الاول ۱۴۱۸ھ جولائی ۱۹۹۷ء

الراقم =

ابوالمطیع غلام مصطفیٰ حنیف

مدرس جامعہ نقشبندیہ امینیہ ۷۷/۸۱ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

## مزید تعارف مؤلف :-

بفضلہ تعالیٰ جیسا کہ حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ حنیف صاحب مدظلہ العالی نے رقم فرمایا کہ آپ ایک سچے عاشق رسول ﷺ ہیں۔ بندہ ناچیز اس بات کو تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کرتا ہے کہ میرے حضور و سیدی و استاذی محدث کبیر ایسے عشق رسالت مآب کا پیکر ہیں کہ جو انسان بھی چند لمحات آپ کے ساتھ بسر کرتا ہے وہ اس بات کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا بندہ ناچیز اس بات کا شاہد ہے کہ قبلہ کے سامنے جب بھی ذکر خیر الوری ﷺ نعت کی شکل میں کیا جاتا ہے۔ تو آپ کی آنکھیں برسات کی برکھا کی طرح عشق و محبت سے برسنے لگتی ہیں اور جیسا کہ علامہ حنیف صاحب نے بیان فرمایا کہ اسی عشق کی بدولت معاشی ناہمواری کے باوجود 2 مرتبہ زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل فرما چکے ہیں۔ لیکن اب بفضلہ تعالیٰ



جنوری 2004 تک چار بار اس سعادت سے مستفیض ہو چکے ہیں اور تبلیغ دین کے سلسلہ میں یورپ کا دورہ بھی فرما چکے ہیں اور اب آپ بطور ریسرچ آفیسر دوہی محکمہ اوقاف میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور انٹرنیٹ کی دنیا میں تو ایسے مقبول ہیں کہ اکثر تمام رومز سے آپ کا روم ٹاپ ہوتا ہے اور انٹرنیٹ پر بھی روافض و خوارج کو مناظروں میں شکست و ذلت دے چکے ہیں اور اب تو بفضلہ تعالیٰ امسال ماہ رمضان المبارک میں پورا ماہ سڈنی اور انگلینڈ ریڈیو پر آپ کا درس قرآن اور سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا اور ساتھ ساتھ ہفتے میں تین روز QTV پر بھی تبلیغ دین کے سلسلے میں درس قرآن اور سوالات کے جواب بھی ارشاد فرما رہے ہیں۔ اور مزید کئی کتب بھی تالیف فرما چکے ہیں۔ بندہ ناچیز انشاء اللہ العزیز آپ کی جلد شائع ہونے والی کتب میں سے کسی میں تفصیلاً آپ کا تعارف پیش کرے گا۔ اللہ رب العزت سے التجا ہے کہ آپ کو صحت و تندرستی اور درازی عمر عطا فرمائے اور ہم جیسے نکموں کو آپ کے فیوض و برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے اور آپ کی تمام کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے

آمین

بجاہ النبی الکریم الامین

خادم مناظرے اسلام

قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی



## حدیث نمبر:-

اخبرنا ابو سعید احمد (بند مذکور)

بن محمد بن الخلیل الصوفی قال حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
 انبا ابو احمد عبد اللہ بن عدی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء علیہم  
 الحافظ قال ثنا قسطنطین بن عبد اللہ اسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔  
 الرومی قال ثنا الحسن بن عرفة قال  
 حدثنی الحسن بن قتیبة المدائنی ثنا  
 المستلم بن سعید الثقفی عن  
 الحجاج بن الاسود عن ثابت البنانی  
 عن انس رضی اللہ عنہ قال قال  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون۔

هذا حدیث یُعَدُّ فی افراد الحسن بن (یہ روایت حسن بن قتیبة کے مفردات میں شمار  
 قتیبة المدائنی وقد رولی عن یحییٰ بن کی گئی ہے) اور یہ یحییٰ ابن ابوبکر عن مستلم بن  
 ابی بکیر عن المستلم بن سعید سعید سے بھی روایت کی گئی ہے۔

۱۔ سوائے حسن بن قتیبة المدائنی کے اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس کے

۱۔ یہ لفظ یہاں مثنیٰ للمجهول ہے گویا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کچھ لوگوں نے حدیث  
 ہذا کو حسن بن قتیبة کے مفردات میں شمار کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ کیونکہ اس کے متابع موجود ہیں  
 جو کہ آگے آرہے ہیں۔



## حدیث نمبر ۲:

وہو فیما اخبرنا الثقة من اهل العلم ... حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
 قال انبا ابو عمرو بن حمد ان قال روایت ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم  
 انبا ابو یعلیٰ الموصلی ثنا ابو الجہم نے ارشاد فرمایا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام  
 الا زرق بن علی ثنا یحییٰ بن ابی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔  
 بکیر ثنا المستلم بن سعید عن الحجاج  
 عن ثابت عن انس بن مالک قال  
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 الانبیاء احياء فی قبورہم یصلون۔

بارے میں محدثین کی اکثریت اچھی رائے نہیں رکھتی۔ لیکن امام ابن عدی اس کے بارے  
 میں تحریر فرماتے ہیں۔ قال الشیخ

وللحسن بن قتیبہ هذا احادیث عن اور حسن بن قتیبہ کی یہ احادیث حسن ہیں اور  
 ابیہ حسان وار جوانہ لا باس بہ۔ امید کرتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔  
 (اکامل فی الضعفاء الرجال ۷۳۹۱۲)

تو اگرچہ یہ راوی بہت زیادہ ثقہ نہیں لیکن چونکہ آئندہ آنے والی احادیث میں ثقہ  
 رواۃ اس راوی کے مؤید و متابع ہیں اس لیے یہ حدیث دیگر اسناد کے ساتھ بالکل صحیح ہے۔  
 جیسا کہ حدیث نمبر ۲، ۳ میں آ رہا ہے۔

۲۔ یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ اس کو امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ



روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا ابو الجهم الازرق بن علي حدثنا يحيى بن ابي بكير حدثنا  
المستلم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت البناني عن انس بن مالك: قال  
رسول الله صلى عليه وسلم الانبياء احياء في قبورهم يصلون.  
(مسند ابی یعلیٰ الموصلی ۶: ۱۷۷ برقم ۳۴۲۵ بتحقیق حسین سلیم اسد مطبوعہ بیروت و تحقیق ارشاد الحق الاثری ۳: ۳۷۹  
موسسہ علوم القرآن، بیروت)

## حدیث مذکورہ کا محدثین کے ہاں مقام

متعدد محدثین و علماء کرام نے اس روایت کے صحیح ہونے پر تصریح کی ہے۔ ان میں  
سے بعض کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ امام بیہقی فرماتے ہیں:

رواہ ابو یعلیٰ و البزار و رجال ابی  
اس کو ابو یعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے  
یعلیٰ ثقات۔  
اور ابو یعلیٰ کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، ۸: ۲۱۱)

۲۔ علامہ مناوی فرماتے ہیں:

وہو حدیث صحیح  
یہ حدیث صحیح ہے

(فیض القدر شرح الجامع الصغیر ۳: ۱۸۴)

۳۔ علامہ علی بن احمد العزیزی فرماتے ہیں

وہو حدیث صحیح  
یہ حدیث صحیح ہے



(السراج المنير شرح الجامع الصغير ۲: ۳۵۶ مکتبہ

الایمان السمانیۃ - المدینۃ المنورہ)

۴۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

وصححه البيهقي امام بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا ہے

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ۶: ۹۳۵۲)

۵۔ ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں

صححه خبر الانبياء احياء في قبورهم ”انبياء اپنی قبور میں زندہ ہیں“ یہ حدیث صحیح ہے۔

(مرقات ۳: ۲۴۱)

۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں

ابو يعلى بنقل ثقات از روایت انس ابو یعلیٰ ثقہ راویوں کے واسطے سے حضرت انس

بن مالک آورده قال قال رسول الله بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

صلى الله عليه وسلم: الانبياء احياء کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرات

فی قبورهم يصلون۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں

جذب القلوب لیلید الجوب ۱۸: ۸۳۱۸ مدین منورہ ۲: ۴۷۷) زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

۷۔ امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنتانی فرماتے ہیں:

(قلت) منها حديث انس الانبياء احياء میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں حضرت انس

فی قبورهم يصلون اخرجه من طرق رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی ہے کہ انبیاء کرام اپنی



وصححه من بعضها.  
(تنزیہ الشریعة المرفوعة ۱: ۳۳۵)  
قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اس کی  
کئی سندیں ہیں اور ان میں سے بعض سندیں صحیح  
ہیں۔

## ۸۔ ابوالحسن عبدالقادر فرماتے ہیں

وقد صح ان الانبياء احياء في قبورهم یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں۔  
(الجماعة التبلیغیہ ص ۱۰)

## ۹۔ علامہ شوکانی نے تحریر فرمایا:

وقد ثبت فی الحدیث ان الانبياء احياء اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات انبیاء  
فی قبورهم رواہ المنذری وصححه کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اسے منذری  
البیہقی نے روایت کیا اور امام بیہقی نے اس کو صحیح فرمایا۔  
(نیل الاوطار ۳: ۲۳۸)

## اور دوسری جگہ فرمایا:

لانه صلى الله عليه وسلم حي في قبره کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک  
و روحه لا تفارقه لما صح: ان الانبياء میں زندہ ہیں اور آپ کی روح مبارک آپ  
احیاء فی قبورهم کذا قال ابن الملقن سے جدا نہیں کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ انبیاء  
وغیرہ۔  
اپنی قبور میں زندہ ہیں جیسا کہ محدث ابن الملقن

(تحفة الذاکرین شرح الحصن والحصن ۲۸) وغیرہ نے کہا ہے۔



## ۱۰۔ الشیخ نور الدین علی بن احمد السکھودی فرماتے ہیں

و رواہ ابو یعلیٰ بر جال ثقات۔ ابو یعلیٰ نے اس کو ثقہ راویوں سے روایت کیا  
(وفاء الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ ۴: ۱۳۵۲) ہے۔

## ۱۱۔ شیخ فقیر اللہ فرماتے ہیں

ورد فی کثیر من الاحادیث الصحیحة اور بہت ساری صحیح صریح احادیث میں وارد  
الصریحة بانہم احياء فی قبورہم۔ ہوا ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں  
(قطب الارشاد ص ۶۷۳) زندہ ہیں۔

## ۱۲۔ حاجی دوست محمد قندھاری نقشبندی فرماتے ہیں:

این حدیث است کہ ابو یعلیٰ بنقل یہ روایت ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں کے ساتھ  
ثقات از روایت ان بن مالک می حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے۔  
آرمذ۔

(مکتوبات حاجی دوست محمد قندھاری ص ۸۶)

## ۱۳۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

وبالحدیث الصحیح الانبیاء احياء اور ”انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں“  
فی قبورہم یصلون۔ صحیح حدیث ہے۔

(الجوہر المنظم فی زیارة القبر الشریف لدی المکرم العظم)

(ص ۲۲)

اور امام بیہقی نے صحیح حدیث الانبیاء احياء فی قبورہم سے استدلال کیا ہے۔



۱۴۔ امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
”صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبياء احياء في قبورهم يصلون۔ انبیاء کرام اپنے مزارات طیبات میں زندہ  
(فتاویٰ رضویہ ۶: ۱۳۶) ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

۱۵۔ علامہ داؤد بن سلیمان نقشبندی الحالیدی فرماتے ہیں

وروی البیہقی وغیرہ بالاسانید الصحیحۃ امام بیہقی اور دیگر محدثین نے صحیح اسناد کے ساتھ  
عنه صلی اللہ علیہ وسلم انه قال الانبياء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ  
احیاء فی قبورہم یصلون۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بیہقی اور دیگر  
(المنحة الوهبة فی رد علی الوہابیہ ص ۵) محدثین نے صحیح اسناد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ  
سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا: انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ  
ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

۱۶۔ امام ابوالاحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی فرماتے ہیں

وللحسن بن قتیبة هذا احادیث من کہ حسن بن قتیبة کی یہ احادیث ”انبیاء اپنی قبور  
ابیہ حسان۔ میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں) حسن ہیں۔  
(الکامل ۲: ۷۳۹)

۱۷۔ امام محمد یوسف بن اسماعیل بھانی فرماتے ہیں:



وبالحديث الصحيح الانبياء احياء في اور حديث صحيح کے ساتھ استدلال کیا ہے کہ  
قبرور هم يصلون۔ انبياء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔  
(سعادة الدارين ص ۱۸۰)

### ۱۸۔ امام سخاوی فرماتے ہیں:

الانبياء احياء في قبرور هم يصلون..... انبياء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے  
وصححه البيهقي (القول البدیع ۱۶۷) ہیں۔ امام بیہقی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

### ۱۹۔ امام محمد بن علوی المالکی فرماتے ہیں:

وبالحديث الصحيح الانبياء احياء (امام بیہقی نے) اس حدیث صحیح سے استدلال کیا  
فی قبرور هم يصلون۔ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز  
(شفاء القواد بزيارة خير العباد ص ۱۴۰) پڑھتے ہیں۔

### ۲۰۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

وصح انه صلى الله عليه وسلم قال یہ روایت صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
الانبياء احياء في قبرور هم يصلون۔ نے ارشاد فرمایا: انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں  
(کتاب الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام فی الحادی اور نمازیں پڑھتے ہیں۔  
(الفتاویٰ ۲: ۱۶۳)

### ۲۱۔ مولوی ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے:

اخرجه البيهقي في حياة الانبياء من اس کو امام بیہقی نے حیاۃ الانبیاء میں ابو یعلیٰ



طریق ابی یعلیٰ و ابو نعیم فی "اخبار کی سند سے اور ابو نعیم نے اخبار اصہبان میں  
اصہبان" (ص ۸۳ ج ۲) و اسنادہ جید روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔  
(حاشیہ منداہی یعلیٰ ۳/۲۷۹)

۲۲۔ جناب حسین سلیم اسد نے کہا:

اسنادہ صحیح۔ (حاشیہ منداہی یعلیٰ ۶: ۱۳۷) اس کی سند صحیح ہے۔

=====



## علمائے کرام اور محدثین عظام جنہوں نے اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہوئے اس سے استدلال فرمایا

امام شامی حنفی فرماتے ہیں:

ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء انبياء كرام عليهم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔  
فی قبورهم (ردالمختار علی درالمختار  
المعرف شامی شریف ۲: ۱۵۱ کتاب الجہاد)

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

حياة النبي صلى الله عليه وسلم في قبره نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قبر میں اور  
هو وسائر الانبياء معلومة عندنا علما دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ہمارے  
قطعا لما قام عندنا من الادلة في ذلك نزدیک قطعی علم کے ساتھ ثابت ہے۔ کیونکہ  
وتواترت به الاخبار الدالة على ذلك اس پر ہمارے پاس دلائل قائم ہیں اور متواتر  
(الحاوی للفتاویٰ ۲: ۱۴۷)  
احادیث موجود ہیں جو کہ اس (حیاء الانبیاء)  
پر دلالت کرتی ہیں۔

علامہ سیوطی مزید فرماتے ہیں:

باب حياته صلى الله عليه وسلم في قبره اس باب میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی  
وصلاته فيه و توکیل ملک بغیرہ قبر میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور ایک  
يُبَلِّغُهُ السلام عليه ورده على من سلم عليه فرشتہ آپ کی قبر پر مَوکَل ہے جو کہ لوگوں کا



سلام آپ کو پہنچاتا ہے اور ہر سلام کرنے والے کو آپ جواب دیتے ہیں۔

**حضرت امام شامی ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:**

ان الانبياء احياء في قبورهم. انبياء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(رسائل ابن عابدین ۲: ۲۰۲ رسالہ الرحيق المختوم

شرح قلائد المنظوم۔

**حضرت علامہ امام سمهودی فرماتے ہیں:**

لا شك في حياته صلى الله عليه وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ بعد الوفاۃ میں

بعد وفاته وكذا سائر الانبياء عليهم کسی قسم کا شک نہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء

الصلاة والسلام احياء في قبورهم. کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی قبور میں

زندہ ہیں۔ (وفاء الوفاۃ: ۴: ۱۳۵۲)

**حضرت علامہ امام داؤد بن سلیمان بغدادی فرماتے ہیں:**

والحاصل ان حياة الانبياء ثابتة بالا حاصل کلام یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

جماع. (المنحة الوهية ص ۶) والسلام کی حیاۃ پر اجماع امت ہے۔

**حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں:**

وهو حي في قبره يصلی فيه باذان واقامة اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں

وكذلك الانبياء. اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے

ہیں اور اسی طرح دوسرے انبیاء



(كشف الغمہ عن جميع الامة ۱: ۶۷)

### حضرت امام زرقانی فرماتے ہیں:

لحياته في قبره يصلی فيه باذان و اقامة. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں

(زرقانی علی المواہب ۶: ۱۶۹)

اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

ان حياة الانبياء ثابتة معلومة مستمر

ثابتة في الاستمرار... ان تكون حياته

بے شک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات

معلومہ اور ثابت شدہ ہے اور ہمیشگی کے ساتھ

ثابت ہے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

تمام انبیاء کرام سے اکمل و اتم ہونی چاہیے۔

(زرقانی ۸ : ۳۰۹)

### حضرت شیخ احمد بن دحلان مکی فرماتے ہیں:

وحياة الانبياء عليهم الصلوة والسلام اور انبياء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اپنی قبروں

فی قبورهم ثابتة عند اهل سنة بادلة میں زندہ ہونا یہ اہل سنت کے نزدیک بہت

كثيرة..... وحديث ان الانبياء يحجون سے دلائل سے ثابت ہے اور وہ حدیث کہ انبیاء

وَيَلْبُؤْنَ و كل هذه الاحاديث الصحيحة کرام علیہم السلام حج کرتے اور تلبیہ پڑھتے ہیں

لا مطعن فيها فلاحاجة الى الاطالة تو یہ تمام احادیث صحیح ہیں ان میں کسی قسم کا

بذكره. کوئی طعن نہیں ہے تو ان کے ذکر کو طول دینے

(الدرر السنية في الرد على الوهابية ص ۱۳، ۱۴)

کی حاجت نہیں ہے۔

### مولانا احمد اللہ صاحب داجوی فاضل سہارنپوری فرماتے ہیں:

فانظر الى هذا الذائع كيف انكر عن اس گمراہ کو دیکھ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی



الحیوة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم.... فان حیاة کا کس طرح انکار کر رہا ہے..... پس نبی  
النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی برزق اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور رزق دیے  
(البصائر المنکری التوسل باهل القابر ص ۹۹) جاتے ہیں۔

یہی صاحب فرماتے ہیں:

وان کان المراد من ابراده نفی اور اگر اس کی مراد اس ابراد سے حیات  
الحیوة البرزخیة كما هو مذعوم الفتنة برزخیہ کا انکار ہے جیسا کہ اس منکر فرقہ (نجدیہ)  
المنکرة فذالك باطل لان الاحادیث کا زعم ہے تو یہ باطل ہے کیونکہ صحیح احادیث  
الصحيحة دالة على حياة الانبياء اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ  
عليهم الصلوٰۃ والسلام. (البصائر ۱۶۲) والسلام زندہ ہیں۔

اور مزید فرماتے ہیں:

والحاصل ان مسألة الحیوة البرزخیة اور حاصل کلام یہ کہ برزخ میں انبیاء کرام علیہم  
للا نبياء عليهم الصلوٰۃ والسلام مما السلام کی حیاة کا مسئلہ تو اسکو سلف و خلف اول  
تلقتهما الامة بالقبول سلفا و خلفا ولا و آخر ساری امت سے تلقی بالقبول کا درجہ مل  
و آخر أو الفتنة المنکرة تنکرها. چکا ہے۔ اور فرقہ ضالہ (نجدیہ) اس کا منکر  
(البصائر ص ۱۶۳) ہے۔

شیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحمای المصری الازہری تحریر فرماتے ہیں:

ویزید بصیرة فی حیاة الانبياء فی اور تیری بصیرت زیادہ ہو انبیاء کرام کی زندگی  
قبور هم قوله صلی اللہ علیہ وسلم الانبياء ان کی قبروں میں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ



احیاء فی قبور ہم یصلون: رواہ ابو یعلیٰ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں  
والبیہقی وهذا حدیث لم یقتصر علی اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس کو ابو یعلیٰ اور بیہقی نے  
حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بل تعدی روایت کیا ہے اور اس حدیث میں صرف نبی  
الی جمیع الانبیاء محکم علیہم بانہم اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی نہیں بلکہ یہ  
احیاء فی قبور ہم یفعلون فعل الاحیاء حدیث تمام انبیاء کرام کی حیات فی قبور ہم کے  
فی الدنیا وهو الصلوۃ ذات الركوع اثبات پر حکم کرتی ہے کہ تمام انبیاء کرام اپنی  
والسجود والقیام والقعود و ذکر اللہ قبور میں زندہ ہیں اور تمام افعال بجالاتے ہیں  
تعالیٰ و ہی اعمال لوشک فی حیاتہ جو کہ دنیا کی زندگی میں بجالاتے تھے اور وہ افعال  
فاعلہا لکان شا کا فی حیاتہ نفسہ ہیں نماز رکوع و سجود اور قیام و قعود اور قرأت کے  
(غوث العباد بیان الرشاد ص ۱۷۶)

ساتھ اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اگر کوئی شک  
کرنے والا ان کی حیات میں شک کرے تو  
وہ اپنی حیات میں ہی شک کرنے والا ہے۔

حضرت امام عبدالغنی المقدسی الحسینی صاحب ”العمدہ“ فرماتے ہیں:

فان ثبت هذا فاعلم ان الانبياء احياء جب یہ ثابت ہو گیا تو یقین رکھ کہ انبیاء کرام علیہم السلام  
فی قبور ہم اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(بحوالہ سبل الہدی والرشاد ۱۲/۳۶۰)

امام محمد بن یوسف الصالحی الثامی فرماتے ہیں:

فقد تبين لك رحمك الله من اللہ تجھ پر رحم فرمائے جب تیرے لیے سابقہ



الاحادیث السابقة حياة النبي صلى الله عليه وسلم وسائر الانبياء صلى الله عليه وسلم وقد قال الله سبحانه وتعالى في الشهداء (ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون) والانباء اولى بذلك فهم اجل واعظم وقل نبى الا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فيد خلون في عموم لفظ الآية فثبت كونه صلى الله عليه وسلم حيا في قبره بنص القرآن اما من عموم اللفظ واما من مفهوم الموفقة.

(سبل الهدى والرشاد ۱۲: ۳۶۳)

**حضرت امام علامہ زاہد لکھنوی مصری حنفی فرماتے ہیں:**

والانباء احياء في قبورهم (محقق حضرات انبياء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

التقول في مسئلة التوسل)

المقالات اللکھنوی ص ۳۸۷



حضرت امام المحققین سیف المسلول شاہ فضل رسول بدایونی ارشاد فرماتے ہیں:

واعلم ان حرمة النبی صلی اللہ علیہ اور جان تو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت  
وسلم بعد موتہ و توقیرہ و تعظیمہ بعد انتقال کے بعد اور ان کی توقیر و تعظیم وفات  
وفاتہ لازم علی کل مسلم کما کان کے بعد ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے۔ جیسا  
حال حیاتہ لانہ الان حی یرزق فی علو کہ ظاہری حیات میں تھا کیونکہ وہ اب بھی زندہ  
درجاتہ و رفعة حالاتہ ہیں اور اپنے درجات کی بلندیوں اور حالات  
(المنتقل المعتمد مع تعلیقات المستند المعتمد ص کی رفعتوں میں رزق دیئے جاتے ہیں۔

(۱۴۹)

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی م ۶۱۷ھ فرماتے ہیں:

ان الموت لیس بعدم محض وانما هو موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ یہ تو ایک حال  
انتقال من حال الی حال ویدل علی سے دوسرے حال میں منتقل ہونا ہے۔ اور  
ذلک ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احياء اس پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ شہداء قتل ہونے  
عند ربهم یرزقون فارحين مستبشرين اور فوت ہونے کے بعد اپنے رب کے پاس  
وهذه صفة الاحیاء فی الدنیا و اذا کان زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں اور یہ صفت  
هذا فی الشهداء کان الانبیاء بذلک دنیا میں زندوں کی ہے اور جب یہ بات شہداء  
احق واولی مع انه قد صح عن النبی کے لیے ثابت ہے تو پھر انبیاء کرام تو ان سے  
صلی اللہ علیہ وسلم ان الارض لاتاکل زیادہ حق رکھتے ہیں اور وہ اولیٰ ہیں کہ وہ زندہ  
اجساد الانبیاء... وقد اخبرنا النبی ﷺ ہوں اس کے ساتھ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم



يقتضى ان الله تبارك وتعالى يرد عليه  
روحہ حتی یرد السلام علی کل من  
کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی اور نبی اکرم  
یسلم علیہ الی غیر ذلک مما یرحصل  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے جو کہ اس  
من جملة القطع بان موت الانبياء انما  
کی مقتضی ہے کہ اللہ جل مجدہ الکریم نے آپ  
هو راجع الی ان غیو اعنا بحیث لا  
کی روح کو آپ کی طرف لوٹا دیا ہے حتی کہ آپ  
ندرکھم وان کانوا موجودین احياء  
ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب ارشاد  
وذلك كالحال فی الملائكة فانهم  
فرماتے ہیں تو اس سے یہ قطعی طور پر حاصل ہوا  
موجودین احياء ولا یراهم احد.  
سے غائب ہیں ہم ادراک نہیں کر سکتے اگرچہ  
(لذکر فی احوال الموتی وامور الآخرة ص ۶۹ الملقرطبی)  
وہ موجود ہیں اور زندہ ہیں اور وہ اس میں فرشتوں  
کے مثل ہیں کہ وہ بھی زندہ ہیں اور موجود ہیں  
لیکن کوئی بھی ان کو دیکھتا نہیں ہے۔

سید عمر بن سعید الفتویٰ الکردی الطوری نقل فرماتے ہیں:

وذلك لانه صلى الله عليه وسلم و اور یہ اس لیے ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
سائر الانبياء احياء ردت اليهم ارواحهم اور دیگر انبیاء کرام زندہ ہیں اور ان کی ارواح  
بعد ما قبضو. قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں۔

(رماح حزب الرحيم على نحو حزب الزعيم، ۲۲۸:۱)

یہی حضرت عمر بن سعید صاحب نقل فرماتے ہیں:



فحصل من مجموع هذه النقول والا ان تمام نقول اور احادیث سے حاصل ہوا کہ  
 حادیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک جسم کے  
 حیّ بجسدہ. (۲۳۰:۱) ساتھ زندہ ہیں۔

امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی فرماتے ہیں:

قال: المتكلمون المحققون من اصحابنا ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے محققین  
 ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد متکلمین نے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 وفاته وانہ یسر بطاعات امتہ ویحزن وفات کے بعد زندہ ہیں اور امت کے نیک  
 بمعاصی العصاة منهم وانہ تبلغہ صلاۃ لوگوں کے صالح اعمال پر خوش ہوتے اور گنہگاروں  
 من یصلی علیہ من امتہ وقال ان الانبیاء کے گناہوں پر غمگین ہوتے ہیں اور جو کوئی بھی  
 لا یبلون ولا تاكل الارض منهم شیئا صلوٰۃ پڑھے وہ آپکو پہنچائی جاتی ہے اور کہا کہ  
 (فتاویٰ عبد القاہر وبحوالہ الحاوی للفتاویٰ بے شک انبیاء کے اجسام نہ تو بوسیدہ ہوتے ہیں اور  
 ۱۴۹/۲ ، ۲۶۳/۲) نہ ہی زمین ان کو کھاتی ہے۔

واذا صح لنا هذا الاصل قلنا نبینا صلی جب ہمارے نزدیک یہ اصل صحیح ہے تو ہم کہتے  
 اللہ علیہ وسلم قد صار حیا بعد وفاته ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے  
 وهو علی نبوتہ بعد زندہ ہیں اور اپنی نبوت پر قائم ہے۔

(سبل الہدی والرشاد للشامی ص ۱۲: ۳۵۵)

شیخ سیدی عقیف الدین الیافعی فرماتے ہیں:

الاولیاء ترد علیہم احوال یشاہدون اولیاء کرام پر ان کے احوال پیش کئے جاتے



فیهام ملکوت السموات والارض وینظرون ہیں اور وہ ملکوت آسمان وزمین میں جو کچھ ہے  
 الانبیاء احياء غیر اموات کمانظر النبی اس کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور حضرات انبیاء کو زندہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ موسیٰ علیہ دیکھتے ہیں وہ مردہ نہیں ہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی  
 السلام فی قبرہ وقد تقرر ان ما جاز اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان  
 للاولیاء کرامة کی قبر میں دیکھا اور یہ طے شدہ بات ہے کہ جو  
 (الرض الریاضین ص ۳۳ مطبوعہ قبرص وسبل الہدی والرشاد انبیاء کے لیے بطور معجزہ جائز ہے وہ اولیاء کیلئے  
 للشی ۳۵۶/۱۲ والفظلہ) بطور کرامت جائز ہے۔

### حضرت علامہ جمال الدین محمود بن جملہ فرماتے ہیں:

نبینا صلی اللہ علیہ وسلم احياء اللہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد  
 تعالیٰ بعد موتہ حیاة تامة واستمرت اللہ تبارک وتعالیٰ نے زندہ فرما دیا ہے اور آپ  
 تلک الحیاة الی الآن وہی مستمرة الی کی یہ حیات مکمل اور ہمیشہ اب تک قائم ہے  
 یوم القيامة وليس هذا خاصاً به صلی اور قیامت تک قائم رہے گی اور یہ صرف آپ  
 اللہ علیہ وسلم بل یشار کہ الانبیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں  
 صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین ہے بلکہ دیگر تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام  
 (سبل الہدی والرشاد ۱۲: ۳۶۰) اس میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

### امام البارزی نے فرمایا:

وسئل البارزی عن النبی صلی اللہ امام بارزی سے سوال ہوا کہ کیا نبی اکرم صلی  
 علیہ وسلم هل هو حی بعد وفاته؟ اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں؟ تو انہوں



فاجاب انه صلى الله عليه وسلم حىي نے جواب دیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
(الحاوی للفتاویٰ ۲: ۱۳۹) زندہ ہیں۔

**حضرت شاہ احمد سعید دہلوی ثم مدنی نقشبندی نقل فرماتے ہیں:**

وقد اتفق العلماء على انه عليه السلام اور تحقیق علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ نبی اکرم  
حیي في قبره الشريف يعلم بزاثره. صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں  
(تحقیق الحق المبين فی اجوبۃ مسائل اربعین ص ۴۰) اور زائر کو جانتے ہیں۔

**حضرت علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی تحریر فرماتے ہیں:**

ولما هو مقرر عند المحققين انه صلى اور تحقیق کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ آپ  
الله عليه وسلم حىي يرزق متمتع بجميع صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا  
الملاذ والعبادات غير انه حجب عن جاتا ہے اور آپ عبادات سے لذت اٹھاتے  
ابصار القاصرين عن شريف المقامات! ہیں ہاں یہ بات ہے کہ وہ ان آنکھوں سے  
(نور الايضاح ص ۱۸۹ مکتبہ امدادیہ ملتان) پروے میں ہیں جو ان مقدس مقامات تک  
پہنچنے سے قاصر ہیں۔

**حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی فرماتے ہیں:**

”انبياء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح حیات حقیقی زندہ ہیں جیسے  
دنیا میں تھے۔ کھاتے پیتے ہیں۔ جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ تحقیق وعدہ الہیہ کے لیے  
ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہیں: (بہار شریعت ۱: ۱۷۱)



حضرت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:

”یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی حیات النبی ہیں اور سب کا درود و سلام سنتے ہیں۔ جواب دیتے ہیں“

(تفسیر نور العرفان حاشیہ کنز الایمان سورۃ احزاب)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو فرماتے ہیں:

”اور یاد رہے کہ جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام کو مردہ جانے اس پر ایمان سلب ہو جانے کا خوف ہے“ (عین الفقر ص ۸۲، ناشر اللہ والے لاہور)

آپ مزید فرماتے ہیں:

”جو شخص حیات نبوی کو حیات نہیں مانتا بلکہ ممات کہتا ہے وہ شخص دین میں ست اور جھوٹا ہے کیونکہ جو حیات نبی کا قائل نہیں وہ بے دین اور بے یقین ہے۔ جو بے یقین ہے وہ منافق ہے اور شیطان لعین کا تابع ہے“ (مفتاح العارفین ص ۲۹ از قبلہ سلطان باہو)

دلی کامل قطب وقت حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف فرماتے ہیں:

دیئے جواب سلام ہمیشہ دائم زندہ ہویا اے منکر کیوں سمجھیں ناہیں ہے دل تیرا مویا  
امت نوں اعلام پچائے ایس حدیث نی دی ہوئی ثبوت حیاتی دائم لیندے خبر بھی دی  
جدوں سلام ہمیشہ جھلدا واجب چائن زندہ صحت کامل لازم ہوئی زندہ ہے پائندہ  
(ہدایت السلین للمیاں محمد بخش ص ۶۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:



اوہ محبوب قبول میرے درجو چاہے ہیں دیندا

امت کارن وچہ قبر دے استغفار کریندا

اوہ زندہ پائندہ بیٹھا اپنی وچ قبر دے

بخشش بہت اونان جھیڑے جازارت کردے

(ہدایت المسلمین ص ۴۲)

حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں اور

زندہ در قبر است بھرامت

امت کے استغفار فرماتے ہیں۔

او مستغفر است۔

(نجوم الشہابیہ رجوم للوہابیہ ص ۴۵)

حضرت شیخ عبدالقادر کی حنبلی م ۹۸۲ھ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کی طرح

انہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم حی

اپنی قبر میں زندہ ہیں اور دیکھ رہے ہیں اور

کسائر الانبیاء فی قبرہ یراہ ویجب

آپ کا اس طرح احترام واجب ہے جو کہ آپ

لمن الاحترام ماله قبل الموت ومنہ

کی ظاہری حیات میں تھا۔ اور اسی ادب میں

عدم رفع الصوت بحضرته..... فانہ

سے ہے کہ آپ کی بارگاہ میں آواز پست

صلی اللہ علیہ وسلم یسمعه و ان السرو

رکھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی

یراہ و ان یعد

بات سن رہے ہیں اگر چہ وہ آہستہ ہی کیوں

(حسن التوسل آداب زیارة افضل الرسل ص ۱۰۱، ۱۰۲)

نہ بولے اور اس کو دیکھ رہے ہیں اگر چہ وہ



دور ہی کیوں نہ ہو۔

اس عبارت میں ”فانه صلى الله عليه وسلم يسمعه وان السرو ويراہ وان بعد“ کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اگرچہ کوئی شخص کتنا ہی آہستہ کیوں نہ بولے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہیں، امتیوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں چاہے وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہوں یعنی نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دور نزدیک کا کوئی فرق نہیں۔ فافہم

### حضرت امام تقی الدین السبکی تحریر فرماتے ہیں:

فهذه نبذة من الاحاديث الصحيحة پس یہ صحیح احادیث کا مجموعہ حیاۃ الانبیاء پر  
الدالة على حياة الانبياء والكتاب دلالت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے  
العزیز يدل عليه ذلك ايضاً.... قال اور اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ  
تعالیٰ ولا تحسبن الذين.... الآية گمان بھی نہ کرو جب یہ شہید کے لیے ثابت  
واثبت ذلك في الشهيد ثبت فی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کئی وجوہ  
حق النبي صلى الله عليه وسلم سے یہ ثابت ہے۔

(شفاء السقام ص ۱۸۷)

امام اہل سنت مجتہد دین و ملت سیدنا و امامنا شاہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

فانهم صلوات الله تعالى وسلامه حضرت انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ  
عليهم طيبون طاهرون احياء وامواتا عليهم۔ حیات و ممات ہر حالت میں طاہر  
بل لا موت لهم الا انيا تصديقا للوعد و طیب ہیں بلکہ ان کے لیے موت محض تصدیق



ثم هم احياء ابداً بحياة حقيقية دنيوية اور وعدہ الہیہ کے بموجب ایک آن کے  
روحانیہ جسمانیہ کما هو معتقد اهل لیے آتی ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے حیات حقیقی  
السنة والجماعة ولذا لا یورثون دنیاوی روحانی و جسمانی کے ساتھ زندہ ہو  
ویمتنع تزوج نسائهم صلوات اللہ جاتے ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا  
تعالیٰ و سلامہ علیہم بخلاف عقیدہ ہے اسی لیے ان کا کوئی وارث نہیں  
الشهداء الذین نص الكتاب العزیز ہوتا۔ اور ان کی عورتوں سے کسی کا نکاح کرنا  
انهم احياء ونهی ان یقال لهم اموات۔ منع ہے بخلاف شہداء کے جن کے بارے  
(العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۳/۴۰۳، ۴۰۷ طبع جدید) میں قرآن مجید نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ  
زندہ ہیں اور انہیں مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے  
(مگر ان کی میراث تقسیم ہوگی اور ان کی  
عورتوں سے نکاح ثانی کرنا جائز ہے)

وردوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام حیات حقیقی دنیاوی و روحانی و جسمانی  
سے زندہ ہیں اپنے مزارات طیبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزی دیئے جاتے ہیں۔ جہاں  
چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ زمین و آسمان کی سلطنت میں تصرف فرماتے ہیں۔  
(فتاویٰ رضویہ ۶: ۱۵۶) (طبع قدیم)

حضرت امام نجم الدین الغیسی (استاذ شاہ ولی اللہ) فرماتے ہیں:

بانهم كالشهداء بل افضل منهم بے شک وہ (انبیاء کرام) شہداء کی طرح ہیں



احياء في قبورهم فيصلون ويحجون بلکہ ان سے بہت افضل ہیں اپنی قبروں میں  
 کما ورد في الحديث الآخر . نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ  
 (المعراج الكبير ص ۶۷) دوسری حدیث میں وارد ہے۔

ابن تیمیہ نے لکھا:

والانبياء احياء في قبورهم وقد اور انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور  
 يصلون . نماز پڑھتے ہیں۔  
 (مختصر الفتاوى المصریہ لابن تیمیہ ص ۱۷۰)

شیخ حسن العدوی المصری مالکی م۔ ۱۳۰۳ھ فرماتے ہیں:

ولاشك ان حياة الانبياء عليهم اور بلا شك حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ  
 الصلوٰۃ والسلام ثابتة معلومة مشتهرة والسلام ثابت ومعلوم اور مشہور ہے اور  
 ونبينا افضلهم وقال: واذا كان ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان سب انبیاء  
 كذلك فينبغي ان تكون حياته صلى سے افضل ہیں جب ایسا ہے تو پھر آپ صلی  
 الله عليه وسلم اكمل واتم . اللہ علیہ وسلم کی حیات بھی اکمل اور اتم ہے۔  
 (مشارك الانوار بحوالہ شواہد الحق ص ۱۰۸)

حضرت علامہ امام محمد شوری المصری الشافعی فرماتے ہیں:

اما الانبياء عليهم الصلاة والسلام اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں  
 فلائهم احياء في قبورهم يصلون زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے  
 ويحجون کما وردت به الاخبار وتكون ہیں جیسا احادیث میں وارد ہے اور ان کا مدد



الاغاثہ منہم معجزۃ لہم۔  
فرمانا ان کا معجزہ ہے۔

(شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق ص ۱۱۸)

**حضرت علامہ شہاب الدین الخفاجی فرماتے ہیں:**

قد حرم اللہ جسده علی الارض و حیاة تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسد اقدس کو  
فی قبرہ کسائر الانبیاء علیہم السلام زمین پر حرام کر دیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ  
(نیم الریاض ۳۱۲:۱)  
وسلم کو قبر مبارکہ میں دیگر انبیاء کرام کی طرح  
حیات حاصل ہے۔

**مزید فرماتے ہیں:**

وفیہ دلیل علی انہ صلی اللہ علیہ اور اس میں دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
وسلم حی حیاة مستمرة وقد ثبت زندہ ہیں اور آپ کی حیات ہمیشگی والی ہے اور  
بالاحادیث الصحیحہ انہ صلی اللہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم و سائر الانبیاء احياء حیاة علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام حقیقی حیات کے  
حقیقیہ۔ ساتھ زندہ ہیں۔

(نیم الریاض ۳۹۹:۳)

**آپ مزید فرماتے ہیں:**

لانه صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں  
یسمع دعا زائرہ ومن جاء عظیما زندہ ہیں اور زائر کی دعا سنتے ہیں اور جو آپ کی



لرجاء شفاعته له لاشك في انه  
يتوجه اليه بقلبه وقاله.  
(النسيم الرياض ۳: ۳۹۸)  
شفاعت کی امید لے کر آیا تو بلاشبہ آپ اس  
کی طرف دل و جسم و جان کے ساتھ متوجہ  
ہوتے ہیں۔

**علامہ صاوی الماکی فرماتے ہیں:**

مثل الشهداء الانبياء بل حياة الانبياء  
اجل واعلى.  
(تفسير الصاوي على الجلالين ۱: ۱۶۸)  
شهداء کی مثل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔  
بلکہ انبیاء کی حیات زیادہ عزت و جلال والی  
اور بلند تر ہے۔

**حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔**

ان الانبياء لا يموتون وانهم يصلون  
ويحجون قبورهم.  
(فيض الحرمین ص ۸۰ مترجم ص ۳۱)  
انبیاء کرام فوت نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی قبور  
میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔

**حضرت شیخ شہاب الدین رملی فرماتے ہیں:**

اما الانبياء فانهم احياء في قبورهم  
يصلون ويحجون كما وردت به  
الاخبار.  
(بحوالہ شواہد الحق ص ۱۴۱)  
اور بہر حال انبیاء کرام تو وہ اپنی قبور میں زندہ  
ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں  
جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔

**حضرت علامہ احمد علی سہارنپوری فرماتے ہیں:**



والا حسن ان يقال ان حياته صلى الله عليه وسلم لا يتعقبها بل يستمر حياه والانبياء احياء في قبورهم. (حاشیہ بخاری ۱: ۵۱۷)

اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو موت نہیں پاسکتی بلکہ آپ ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں اور دیگر انبیاء کرام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں

**حضرت علامہ اقبال شاعر مشرق فرماتے ہیں:**

”میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں پر ناگوار ہوگا۔ اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔“

(بحوالہ فتراک رسول ص ۷)

**حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری م ۲۶۵ھ فرماتے ہیں:**

لان عندنا رسول الله صلى الله عليه همارے (اہل سنت) کے نزدیک نبی اکرم صلی وسلم حی یحس ویعلم وتعرض علیه اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں آپ کو جس اور علم حاصل اعمال الامۃ ویبلغ الصلوۃ والسلام ہے اور آپ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ آپ علیہ علی مابینا (شکایہ اہل النہ فی مسائل القشیریہ ص ۲۷)

کو امت کا درود و سلام پہنچایا جاتا ہے۔

**دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:**



فاذا ثبت ان نبينا صلى الله عليه وسلم حى فالحى لا بد ان يكون عالما او جاهلا ولا يجوز ان يكون النبى صلى الله عليه وسلم جاهلا .  
 جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو زندہ یا تو عالم ہو گا یا جاہل اور یہ جائز نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جاہل ہوں۔  
 (ایضاً)

اس عبارت میں حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ظاہر ہوا اور الحمد للہ یہ عقیدہ تمام اہل سنت کا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور امت کے حالات و واقعات سے واقف اور عالم ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل کہے (جیسا کہ آجکل کے نجدی وغیرہ کہتے ہیں) وہ خود جاہل و گمراہ اور بدعتی ہے۔

**ایک اور جگہ فرماتے ہیں:**

وعندهم محمد صلى الله عليه وسلم اور اشاعرہ کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ حى فى قبره . (ایضاً)  
 وسلم اپنی قبر اقدس میں زندہ ہیں

**حضرت ملا علی القاری فرماتے ہیں:**

ای لانه حى يرزق فى علو درجاته و رفعة حالته .  
 یعنی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ بلند درجوں میں اور عظیم بلند حالت میں  
 (شرح شفا: ۳۹۲: ۳ حاشیہ نسیم الریاض وطبع بیروت)

(۷۰۲)



## علامہ ابن القیم تحریر فرماتے ہیں:

قال ابو عبد الله و قال شيخنا احمد ابو عبد الله نے کہا کہ ہمارے شیخ احمد بن عمرو بن عمرو و: الذي يزيح هذا الاشكال نے کہا جس سے یہ اشکال رفع ہو جاتا ہے ان شاء الله تعالى: ان الموت ليس موت محض کا نام نہیں بلکہ ایک حالت بعدم محض وانما هو انتقال من حال سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا نام ہے الى حال ويدل على ذلك ان اور اس پر دلیل یہ ہے کہ شہدا قتل ہوتے اور الشهداء بعد قتلهم وموتهم احياء عند انتقال کے بعد اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں ربهم يرزقون فرحين مستبشرين رزق دیے جاتے ہیں اور خوش ہیں اور وهذه صفة الاحياء في الدنيا واذا كان بشارتیں دیتے ہیں اور دنیا میں زندوں هذا في الشهداء كان الانبياء کی یہی صفات ہیں۔ لہذا جب شہدا کا یہ حال بذالك احق واولى مع انه قد صح ہے تو پھر انبیاء بدرجہ اولیٰ اس کے حق دار عن النبي صلى الله عليه وسلم ان ہیں اور تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح الارض لا تاكل اجساد الانبياء حدیث میں مروی ہے کہ زمین انبیاء کے اجسام کو نہیں کھاتی اور آپ نے خبر دی کہ جو ..... وقد اخبر به بانه ما من مسلم کوئی بھی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ يسلم على الارء الله عليه روحه حتى آپ کی روح کو آپ کی طرف لوٹا دیتا ہے حتیٰ يرد عليه السلام الى غير ذلك مما آپ اس کے سلام کا جواب مرحمت يحصل من جملته القطع بان موت کہ آپ اس کے سلام کا جواب مرحمت الانبياء انما هو راجع الى ان غيبوا فرماتے ہیں۔ یہ اور اس جیسی دیگر احادیث



عنا بـحيث لا ندر كهم وان كانوا      سے یہ قطعی طور پر علم حاصل ہوا کہ انبیاء کرام  
موجودین احياء وذلک کالـحال فی      کی وفات کا معنی صرف یہ ہے کہ وہ ہماری  
الملائكة فانهم احياء موجودین ولا      نظروں سے غائب ہیں کہ ہم ان کو دیکھ نہیں  
نراہم۔      سکتے اگرچہ وہ زندہ و موجود ہیں ان کا حال

(کتاب الروح ص ۵۷، ۵۸)      فرشتوں کا سا ہے کیونکہ وہ زندہ ہیں اور موجود  
ہیں مگر ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

علامہ ابن القیم وہابیہ کے نزدیک بہت معتبر اور مسلم عالم ہیں۔ دیکھیں وہ کس طرح  
حیۃ الانبیاء کے اثبات کے ساتھ ساتھ ان کے حاضر و موجود ہونے کی تصریح بھی فرما رہے  
ہیں۔ (فانھم وتدبر)

حضرت شیخ تاج الدین فاکھانی مالکی فرماتے ہیں:

یوخذ من هذا الحديث ان رسول الله      اس حدیث شریف سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ  
صلی اللہ علیہ وسلم حی علی      رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کیلئے زندہ  
الدوام۔      ہیں۔

(الحاوی للفتاویٰ ۲: ۱۵۱)

قاضی ابوبکر بن العربی المالکی:

ولا یمتنع رؤية ذاته الشریفة بجسده      اور آپ کی ذات شریفہ کی زیارت روح اور



وروحه وذلك لانه صلى الله عليه وسلم وسائر الانبياء احياء رذن عليهم ارواحهم بعد ما قبضوا. (الحاوى للتاوى ۲: ۳۶۳)

جسد اقدس سميت ممتنع نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور انکی ارواح قبض کرنے کے بعد واپس ان کی طرف لوٹادی گئی ہیں۔

حضرت الشیخ علامہ یوسف الدجوی مصری فرماتے ہیں:

ان الانبياء وكثيرا من صالحى المسلمين الذين ليسوا بشهداء كاكابر الصحابة افضل من الشهداء بلا شك ، فاذا ثبت الحياة للشهداء فثبتها لمن هو افضل منهم اولى على ان حياة الانبياء مصرح بها فى الاحاديث الصحيحة (مقالات العلامة الدجوى فى الرد على التميمين بحواله التوسل بالنبي وبالصالحين ۷۷۷ للملازمة ابى حامد بن مرزوق مصرى مطبوعة تركى ۱۹۸۴ء)

بے شک انبیاء کرام اور بہت سارے صالحین مسلمان جو کہ شہیدوں میں سے نہیں جیسے کہ اکابر صحابہ کرام ہیں وہ شہداء سے بالیقین افضل ہیں تو جب شہداء کے لیے حیات ثابت ہے تو جو ان سے افضل ہیں ان کے لیے تو بدرجہ اولیٰ حیات ثابت ہونی چاہیے اور پھر حیات انبیاء میں تو صراحت کیساتھ صحیح احادیث مروی ہیں۔

حضرت علامہ ابی حامد بن مرزوق فرماتے ہیں:

واما حياة الانبياء فاعلى واكمل واتم من الجميع لانها للروح واما حياة الانبياء فهو سب (شهداء اولياء مسلمين) سے اعلى اور اكمل ہے کیونکہ ان کی



والجسم علی الدوام علی ما کان فی روح وجسد ہمیشہ اسی طرح ہے جیسے کہ دنیا میں  
الدنیا علی ماتقدم عن جماعة من العلماء کی ایک جماعت کا موقف  
العلماء پہلے گزر چکا ہے۔

(التوسل بالنبی وبالصالحین ص ۲۱۳)

**حضرت علامہ جمیل آفندی الزحادی فرماتے ہیں:**

علی انہم احياء فی قبورہم۔ کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ  
(الفجر الصادق فی الرد علی منکری التوسل والکرامات ہیں۔

والخوارق ص ۶۱ ترکی ۱۹۷۷ء)

**حضرت محمد احمد الشوبری الشافعیؒ فرماتے ہیں:**

و کرامات الاولیاء لا تنقطع بموتہم اور اولیاء کی کرامات ان کی موت کے ساتھ  
اما الانبیاء فلانہم احياء فی قبورہم منقطع نہیں ہوتی اور بہر حال انبیاء کرام تو وہ  
یصلون ویحجون کما وردت بہ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور  
الاخبار وتكون الاغاثة منهم معجزة حج کرتے ہیں جیسا کہ احادیث اس سلسلہ  
لہم والشہداء احياء عند ربہم ایضاً میں وارد ہیں اور ان کے سامنے استغاثہ پیش  
(فتویٰ فی کرامات اولیاء صفحہ ۱۱) الشیخ الشوبری ملحق الدرر کرنا ان کا معجزہ ہے اور شہدا بھی اپنے رب  
السیدۃ مطبوعہ ترکی ۱۹۸۱ء نقل عنہ الشیخ النہانی فی کے پاس زندہ ہیں۔

(الشواہد ص ۱۱۸)



شیخ احمد بن شہاب الدین محمد اسجاعی الشافعی م ۱۱۹۷ فرماتے ہیں:

وہم علیہم الصلاة والسلام احياء فی اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں  
قبرورہم بلا خلاف  
میں زندہ ہی اور اس میں کسی مسلمان کو  
اختلاف نہیں ہے۔

(رسالۃ فی اثبات کرامات الاولیاء ص ۷ للشیخ السجاعی مطبوعہ

ترکی ۱۹۸۱ لمحق الدرر السنیۃ)

سید محسن الامین مصری لکھتے ہیں:

بانا متفقون علی ان صلی اللہ علیہ  
ہم اس پر متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی  
وسلم حی فی قبرہ یعلم زائرہ۔  
قبر منورہ میں زندہ ہیں اور زائرین کو جانتے ہیں۔

(کشف الارتیاب فی اتباع محمد بن عبد الوہاب ص ۲۶۱)

سید محسن الامین مزید فرماتے ہیں:

ودلت الآیات والاخبار علی حیاتیہم  
بعد الموت۔ (ص ۲۴۸)  
آیات واحادیث انبیاء کی حیاۃ بعد الوفات پر  
دلالت کرتی ہیں۔

حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی غوث اعظم فرماتے ہیں:

الانبیاء والاولیاء یصلون فی قبرورہم کما  
یصلون فی بیوتہم۔  
انبیاء واولیاء اپنی قبروں میں اسی طرح نماز  
پڑھتے ہیں جیسا کہ اپنے گھروں میں۔

(سرا لاسرار فیما یتحاج الیہ الابرار ص ۱۰۴)



.....

الشیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی فرماتے ہیں:

فقد ثبت ان الانبياء احياء في قبورهم تحقيق یہ ثابت ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم  
وان الارض لاتاكل اجسادهم. الصلوة والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور زمین  
(نور الاسلام من اراد الفوز بالرام ص ۲۲۶ مطبوعہ ترکی) ان کے اجسام طاہرہ کو نہیں کھا سکتی۔

مولانا ابومیمونہ الکرالوی فرماتے ہیں:

وبحياة الانبياء اجزم في القبر لهم تصرف اور حياة الانبياء في القبر یہ ضرور ثابت ہے  
الى يوم الحشر في خبر المعراج اور ان کو قیامت تک تصرف حاصل ہے اور معراج  
والاسراء لقاء النبي موسى بالانبياء واسراء کی حدیث میں حضرت موسیٰ اور انبیاء  
(التحریر الابداع عن تحبیر الابداع ص ۷ ملحق سبیل النجاة کرام کی ملاقات کا ذکر اسی پر دلالت کرتا ہے۔  
ترکی ۱۹۸۹ء)

مولانا سعید الرحمن الیتراہی فرماتے ہیں:

يجوز التوسل بالنبي صلى الله عليه جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے  
وسلم كذلك يجوز بقبر النبي صلى توسل جائز ہے اسی طرح آپ کی قبر منورہ  
الله عليه وسلم والا فليس النبي صلى سے بھی جائز ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
الله عليه وسلم بميت في الحقيقة بل حقیقت میں مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں اور  
هو حي يرزق. رزق پاتے ہیں۔

(الحبل المتين في اتباع السلف الصالحين ص ۱۶ طبع استنبول، ۱۹۸۷ء)



حضرت علامہ فضل اللہ شہاب الدین ابو عبد اللہ تورپشتی م ۱۶۶ھ فرماتے ہیں:

وازاں جملہ آنست کہ بدانند کہ  
زمین کا لبدویر ان خود ر و بوسیدہ نہ  
شد و چوں زمین ازوے شگافته  
شود کالبدولے بحال خود باشد و  
حشروی و دیگر انبیاء چنیں باشد حدیث  
درست است کہ (ان الله حرم علی  
الارض ان تأکل اجساد الانبیاء احياء  
فی قبورهم یصلون) اول ہمہ صلی  
الله بر خیزد از قبر مبارک پیغمبر  
مانچہ یاد کردہ شد دانستن آن مهم  
تا تعظیم و توقیر رسول الله صلی الله  
علیہ وسلم کہ حق تعالیٰ بر ما فرض  
کردہ است  
(المعتمد فی المعتقد ص ۱۱۸ طبع استنبول ۱۹۹۱ء)

اور ان دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی  
جاننا چاہئے کہ آپ کے جسم مبارک کو زمین نہیں  
کھا سکتی اور نہ ہی وہ بوسیدہ ہوگا۔ اور جب  
زمین شق ہوگی تو آپ کا جسد اقدس اپنی اصلی  
حالت میں محفوظ ہوگا اور اسی وجود مبارک کے  
ساتھ آپ اور دیگر انبیاء کرام کا حشر ہوگا اور یہ  
حدیث بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر  
انبیاء کرام کے اجسام حرام کر دیئے ہیں انبیاء  
اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں  
اور تمام کائنات سے پہلے قبر سے ہمارے آقا  
صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے۔ اس کو یاد کر لو اور  
جان لو کہ یہ بہت اہم چیز ہے اور کیونکہ آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اللہ جل مجدہ  
نے ہم پر فرض فرمادی ہے۔

حضرت علامہ آلوسی بغدادی ارشاد فرماتے ہیں:

والاخبار المذكورة بعد فیما سبق  
المراد منها کلها اثبات الحیة فی  
اور یہ تمام احادیث مذکورہ اور جو کچھ گزرا اس  
تمام سے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاۃ فی



القبر بضرب من التأويل والمراد بتلك الحياة نوع من الحياة غير معقول لنا وهي فوق حياة الشهداء بكثير وحياة نبينا صلى الله عليه وسلم اكمل واتم من حياة سائرهم عليهم السلام.

القبر کا اثبات ہوتا ہے اور اس سے حیات کی ایک ایسی قسم مراد جو کہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور یہ شہدا کی حیات سے بلند و بالا ہے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی اکمل و اتم ہے۔

(روح المعانی پارہ نمبر ۲۲، ۱۲: ۳۸)

### حضرت علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

وقال الداؤدی ای لا يموت فی قبره اور امام داؤدی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ موتہ اخر کما قیل فی الکافر والمنافق علیہ وسلم کے لیے قبر میں دوسری موت نہیں بہ ان ترد الیہ روحہ ثم قبض . ہے جیسا کہ کافر اور منافق کے حق میں کہا گیا (عمدة القاری شرح البخاری ۱۸: ۲۷ کتاب المغازی)

ہے کہ ان کو روح لوٹا کر پھر قبض کر لی جاتی ہے

### آپ مزید فرماتے ہیں:

واراد الموتین الموت فی الدنيا اور دو موتوں سے مراد ہے کہ ایک اس دنیا میں والموت فی القبر وهي الموتان موت اور دوسری قبر میں اور یہ دونوں موتیں المعروفان المشهوران فلذلك معروف ومشہور ہیں اور یہ دونوں موتیں ذکرهما بالتعريف هما الموتان الو الواقعان لكل احد غیر الانبیاء علیہم سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے سب کے لیے ثابت ہیں اور انبیاء کرام کے لیے وہ



الصلاة و السلام فانهم لا يموتون في موت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں۔  
 قبورهم بل هم احياء.

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ۱۶: ۸۵ باب فضائل

صديق اکبر)

**حضرت امام محمد بن الحسن بن نورک فرماتے ہیں:**

ان نبينا صلى الله عليه وسلم حي في بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر  
 قبره رسول الله صلى الله عليه وسلم میں زندہ ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں ابد الآباد  
 ابد الآباد على الحقيقة لا المجاز وانه تک حقیقی طور پر نہ کہ مجازی طور پر اور آپ  
 كان نبيا و آدم بين الماء والطين. صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جبکہ  
 (طبقات الشافعية الكبرى ۳: ۵۴ طبع بیروت)  
 حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان  
 تھے (دوران تخلیق تھے)

**حضرت علامہ امام تاج الدین السبکی الشافعی فرماتے ہیں:**

ومن عقائدنا ان الانبياء عليهم . یہ ہم اہل سنت کے عقائد میں سے ہے کہ  
 السلام احياء في قبورهم فاین الموت حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں  
 (وعندهم محمد صلى الله عليه . زندہ ہیں تو پھر ان کے لیے موت کہاں ہے؟  
 وسلم حي في قبره. اور (اہل سنت) کے نزدیک حضرت محمد ﷺ  
 (طبقات الشافعية ۲: ۲۶۶)  
 اپنی قبر میں زندہ ہیں۔



علامہ تاج الدین السبکی مزید فرماتے ہیں:

لان عندنا محمد صلى الله عليه  
وسلم حيي يحس و يعلم وتعرض  
عليه اعمال الامة ويبلغ الصلوة و  
السلام ما بينا.  
(طبقات الشافعية ۲: ۲۸۲)

کیونکہ ہمارے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم زندہ ہیں حس رکھتے ہیں اور (امت کے  
حالات) جانتے ہیں اور صلاۃ و سلام آپ کو  
پہنچایا جاتا ہے اور آپ پر امت کے اعمال  
پیش کیے جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

اشاعرہ کا مسلک

وعندهم محمد صلى الله عليه  
وسلم حيي في قبره

اور ان (اشاعرہ) کے نزدیک حضرت محمد صلی  
اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں

حضرت علامہ تاج الدین السبکی مزید فرماتے ہیں:

ودل على ان نبينا صلى الله عليه  
وسلم حيي في قبره.  
(البيان ۲: ۲۸۰)

اور یہ دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ  
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ  
ہیں۔

حضرت علامہ امام عبدالرؤف المناوی الحمیری فرماتے ہیں:

(الانبياء احياء في قبورهم يصلون  
لانهم كالشهداء بل افضل  
والشهداء احياء عند ربهم وفائدة

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں  
زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں کیونکہ وہ  
شہداء کی طرح بلکہ ان سے بہت افضل ہیں



التقييد بالعنديه الاشارة ان حياتهم اور شهداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور

ليست بظاهرة عندنا وهما كالمملكة  
و كذا الانبياء ولهذا كانت الانبياء لا  
تورث. ہمارے پاس ظاہر نہیں ہے اور وہ شہداء ملائکہ

(فيض القدير شرح الجامع الصغير ۳: ۱۸۴ بیروت ۱۹۷۲ء) کی طرح ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء کرام

(کیونکہ فرشتے بھی زندہ ہیں لیکن ہمیں نظر

نہیں آتے اسی طرح انبیاء ہیں۔ اسی لیے

انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

علامہ مناوی مزید فرماتے ہیں:

والانبياء احياء في قبورهم يصلون  
(فيض القدير ۳: ۴۰۰) اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں نماز  
پڑھتے ہیں۔

حضرت علامہ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ان حياته صلى الله عليه وسلم في  
القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا و  
الانبياء احياء في قبورهم. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر میں ایسی  
ہے کہ جس پر موت واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ آپ  
ہمیشہ زندہ ہیں۔ کیونکہ حضرات انبیاء کرام

(فتح الباری ۲: ۲۱۷ باب فضائل صدیق اکبر بیروت ۱۹۸۸ء) اپنے مزارات مقدسہ میں زندہ ہیں۔

حضرت علامہ امام علی بن برہان الدین الحلی الشافعی فرماتے ہیں:

وفيه ان يقتضى ان الانبياء عليهم  
اور اس میں اس طرف اشارہ ہے جو کہ مقتضی



الصلاة والسلام يفرعون لانهم احياء ہے اس طرف کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و  
(السیرۃ الخلیفہ ۳: ۳۰۴)

السلام بیدار ہوں گے کیونکہ وہ (اپنی قبور  
میں) زندہ ہیں

**حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:**

يدل على ان الانسان يحيا بعد الموت و كذلك قوله عليه الصلوة والسلام: انبياء الله لا يموتون ولكن ينقلون من دار الى دار.  
یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ انسان موت کے بعد زندہ ہیں اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: انبیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں  
(التفسیر الکبیر ۲۱: ۴۱)

**حضرت مولانا علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:**

فان الرسالة لاتنقطع بالموت بل و كذا الولاية و جميع المكارم الدينية كيف و الانبياء احياء في قبورهم.  
بے شک رسالت موت کیساتھ منقطع نہیں ہوتی اور بلکہ اسی طرح ولایت اور تمام مکارم دینیہ منقطع نہیں ہوتیں تو نبوت کیسے منقطع ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔  
(عمدہ الرعاية فی حل شرح الوقایہ ۲: ۳۰۷ کتاب البحار)

**حضرت الشیخ حاجی عبدالوہاب بخاری م۔ ۹۳۲ء فرماتے ہیں:**

دو نعمت در عالم بالفعل موجود است دو نعمتیں اس دنیا میں بالفعل موجود ہیں جو کہ



کہ فوق جمیع نعمت ہاست ولیکن تمام نعمتوں سے بلند اور افضل ہیں اور لوگ  
 مردم قدر آن نعمت رانمی شناسد ان کی قدر و منزلت نہیں جانتے اور ان سے  
 و بدان پیے نمی پر ندواز تحصیل آنها فیض حاصل کرنے سے غافل ہیں۔ ان  
 غافلند یکی آنکہ وجود مبارک نعمتوں میں سے ایک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک جو کہ حیاۃ تامہ کی صفت کے  
 ب صفت حیاۃ در مدینہ موجود است ساتھ مدینہ منورہ میں موجود ہے اور لوگ اس  
 و مردم این سعادت را در نمی یابند و نعمت عظمیٰ کو حاصل نہیں کرتے اور دوسری  
 دیگر قرآن مجید کہ کلام پرو نعمت قرآن کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے۔  
 رد گار است۔

(اخبار الاخیاء للشیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۱۵)

**حضرت علامہ سیدی محمد بن قاسم جسوس تحریر فرماتے ہیں:**

لانه حی فی قبره و کذا سائر الانبیاء۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں  
 جیسا کہ تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

**مزید فرماتے ہیں:**

ان الانبیاء احياء ان حیاتهم زائده علی حیاۃ الشهداء وانها قد تعطی بعض احکام الدنیا۔ قال ابن حجر  
 بے شک انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں بے شک ان کی حیاۃ شہداء سے افضل ہیں اور ان  
 پر بعض دنیاوی احکام مرتب ہوتے ہیں اور  
 وقد صح ان الانبیاء یحجون ویلبون امام ابن حجر نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ انبیاء



فانها لهم ليست تكليفية بل يتلذذون كرام حج کرتے ہیں اور تلبیہ پڑھتے ہیں اور یہ  
 بھا۔ انکے لیے عبادت تکلیف نہیں ہے بلکہ وہ اس  
 (الفوائد الجلیلة المہیة ۲۳۶/۱) دارالفکر باب فی میراث سے لذت حاصل کرتے ہیں۔  
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الانبياء احياء في القبور  
 حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی  
 (سیر الاولیاء ۸۵ از میر خور) قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

الانبياء يصلون في القبور شنيده  
 انبیاء کرام علیہم السلام قبور میں نماز پڑھتے ہیں  
 باشندو حضرت پیغمبر ما علیہ و علی یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا اور حضرت نبی اکرم  
 آلہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب جب  
 چوں بر قبر حضرت کلیم علی نبینا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر گزرے تو  
 و علیہ الصلوٰۃ والسلام گذشتند و دید آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 ند کہ در قبر نماز می گذارد۔ نماز پڑھ رہے تھے۔

(مکتوبات شریف دفتر دوم حصہ ششم مکتوب ۱۶ ص ۴۳)

حضرت امام شمس الدین محمد یوسف الکرمانی شافعی فرماتے ہیں: (م- ۵۷۸۶)

ويحصل ان يراد ان حياتك في اور یہ احتمال ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ



القبر لا يعقبها موت فلا تزوق مشقة الموت مرتين  
 نے یہ ارادہ کیا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر  
 میں حیات ایسی ہے کہ موت جس کا تعقب  
 (کوکب الدراری المعروف الکرمانی شرح صحیح بخاری ۳۱:۱۲) نہیں کرے گی۔ (موت نہیں آئے گی) اور  
 باب بدء الخلق حدیث ص ۳۴۳۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو مرتبہ موت کا ذائقہ  
 نہیں چکھیں گے۔

حضرت علامہ احمد بن محمد القسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں: (م ۹۲۴ھ)

ولا شك ان حياة الانبياء عليهم الصلوة والسلام ثابتة معلومة  
 بلا شك حضرات انبياء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات (قبر میں) ثابت معلوم اور  
 مستمرة ونبينا صلى الله عليه وسلم  
 ہمیشہ رہنے والی حیات ہے اور ہمارے آقا صلی  
 افضلهم واذا كان كذلك فينبغي ان  
 اللہ علیہ وسلم ان سب سے افضل ہیں تو جب  
 تكون حياته صلى الله عليه وسلم  
 آپ افضل ہیں تو چاہیے کہ آپ کی حیات فی  
 اكمل واتم من حياة سائرهم  
 القبر بھی سب سے زیادہ اکمل اور مکمل حیات ہو  
 (المواهب اللدنیہ ۵۸۷/۴)

(۵۸۸/۴)

حضرت مولانا ابوالحسن حسن کا کوروی فرماتے ہیں:

”حیات مستمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدلائل قویہ ثابت ہے۔ کوئی مسلمان  
 اس سے انکار نہ کرے..... اسی طرح اور حدیثیں بہت ہیں کہ ان سے حیات مستمرہ حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور بھی انبیاء علیہم السلام خصوصاً اور عموماً بعد چشیدن موت یکبارہ ثابت ہوتی



ہے..... اور جو موت قرآن شریف میں مذکور ہے کہ انک میت وانہم میتون: اور جس موت پر اجماع منعقد ہوئی سو وہ موت مراد ہے کہ جو جملہ انبیاء، شہداء اور مسلم و کافر کو ہوتی ہے پھر انبیاء اور شہداء بعد اس موت کے بہ حیات مستمرہ زندہ کیے جاتے ہیں..... واضح ہو کہ حیات انبیاء بھی بقدر شان اور مرتبہ ہے اور حیات شہداء سے افضل ہے۔

(تفریح الاذکیانی احوال الانبیاء: ۱، ۳۳۱، ۳۳۲ نفیس الکیذی)

### حضرت علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

تعلق ارواحہم باجسادہم تصویر  
ان کی ارواح کا تعلق ان کے اجسام سے اسی  
باجسادہم حیاتہا فی الدنیا و  
طرح ہوتا ہے کہ ان کے اجسام بھی اسی طرح  
تقصیرہم القدرة والافعال الاختیاریہ۔ زندہ ہو جاتے ہیں جس طرح کہ دنیا میں تھے  
(کذا فی انسان العیون تفسیر روح البیان ۷۸: ۷۸)  
اور ان کو افعال و اختیار کی قدرت عنایت  
فرمائی جاتی ہے جیسا کہ انسان العیون میں  
(مترجم ۱۱: ۳۷۳)

ہے۔

حضرت علامہ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمن احمد بن رجب الحنبلی (۷۹۵ھ)

ولان حیات الانبیاء اکمل من حیات  
کیونکہ حیات الانبیاء حیات شہداء سے اکمل  
الشہداء بلاریب فشملم حکم  
ہے اور اس میں کوئی شک نہیں پس وہ زندوں  
الاحیاء۔  
کے حکم میں شامل ہیں۔

(احوال القبور و احوال اہلہا الی لنشور ص ۱۳۵)

حضرت امام شیخ الاسلام تقی الدین ابو عمرو عثمان بن صلاح الشہر زوری الشافعی



## المعروف به ابن الصلاح فرماتے ہیں:

والانبياء احياء بعد انقلابهم الى اور انبياء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا سے  
 الآخرة من الدنيا فليحذر المرء من ان آخرت کی طرف تشریف لے جانے کے بعد  
 يطلق لسانه في نفي ذلك عنه الآن زندہ ہیں پس آدمی کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ  
 صلى الله عليه وسلم فانه من عظم اپنی زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اب  
 الخطاء وقد كانت الكرامية شخت رسالت اور حیات کی نفی کرے کیونکہ یہ بہت  
 بخراسان على الاشعري بمثل هذا بڑی اور عظیم خطا ہے اور کرامیہ فرقہ نے  
 فبين ابو محمد الجويني والقشيري خراسان میں اس شنیع عقیدہ کی نسبت امام ابو  
 وغيرهما براء ته من ذلك الحسن الاشعري کی طرف کی تھی تو امام ابو محمد  
 (فتاویٰ ومسائل ابن الصلاح ۱: ۱۳۲، ۱۳۳ جامعہ کمال الجوینی اور امام قشیری نے اس برے عقیدے  
 الدين الحق بن احمد بن عثمان المغربي) سے امام الاشعری کی برأت ظاہر و ثابت  
 فرمائی۔

## شیخ احمد بن محمد خیر شقیطی مالکی المدنی فرماتے ہیں:

فهو صلى الله عليه وسلم حي في قبره الشريف يتصرف في الكون پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف  
 باذن الله تعالى كيف شاء میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون (کائنات  
 (المحمد علی المفند ص ۱۱۰) میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔



مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور رحمت کا سلسلہ ہرگز منقطع نہیں ہوا۔ آپ کی حیات مبارکہ کو سمجھنے کے لیے قرآن کریم کی اس آیت کو ملاحظہ کریں جس میں شہداء کے لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ شہید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے طفیل ہی شہادت ملی ہے اس لیے جس کے طفیل زندگی ملے وہ زندگی سے کیسے محروم رہ سکتا ہے

اس کے علاوہ اس حقیقت کو بھی سامنے رکھنا چاہیے کہ شہید کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے اور اس کی ازواج سے دوسرے شادی کر سکتے ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ تقسیم نہیں ہوا اور آپ کی ازواج کو دوسروں کے لیے حرام کر دیا گیا ہے کہ وہ مومنین کی مائیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ شہداء سے کہیں عالی و بلند ہے۔“

(مظہر العقائد ص ۴۹، ص ۵۷ رضا اکیڈمی لاہور)

حضرت امام علامہ ابی بکر بن الحسین بن عمر ابی الفخر الراغی م۔ ۸۱۶ھ فرماتے ہیں:

وبهذا يعلم ان الحياة التي نثبتها للنبي  
صلى الله عليه وسلم زائدة على  
حياة الشهيد.  
اور اس سے علم ہوا کہ جو ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حیات ثابت کرتے ہیں وہ شہید کی حیات سے زائد یعنی کامل تر ہے۔

(تحقیق النظرۃ بتلخیص معالم دار الحجۃ ص ۱۲۰)

امام الحرمین حضرت امام جوینی نقل فرماتے ہیں:

اما ما خلفه بقى على ما كان في حياته اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں



فكان ينفق ابوبكر منه على اهله  
 وخدمه كان يرى انه باق على ملك  
 النبي صلى الله عليه وسلم فان  
 الانبياء احياء وهذا يقتضى اثبات  
 الحياه فى احكام النبي وذلك زائد  
 على حياه الشهيد.  
 (ايضاً ص ۱۳۰)

آپ کے پاس تھا اس میں جو کچھ باقی بچا  
 حضرت صدیق اکبر نے اس کو ان اہل بیت  
 اور خادموں میں خرچ کیا کیونکہ ان کے  
 نزدیک یہ میراث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 ملک میں باقی تھی کیونکہ انبیاء کرام زندہ ہیں  
 اور یہ بات ان کی حیات کا تقاضا کرتی ہے  
 ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں اور  
 یہ حیات شہید کی حیات سے زائد و اعلیٰ ہے۔

**حضرت امام العزیز عبدالسلام فرماتے ہیں:**

ان النبي صلى الله عليه وسلم حى  
 واعماله فيه مضاعفة اكثر من كل احد.  
 (فتاوى علامہ سبکی ۳۰۹/۱)

بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں  
 اور قبر میں ہر ایک سے ان کے اعمال خیر بھی  
 زیادہ ہیں۔

## نوع حیات میں اختلاف

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حیات فی القبور ہونے میں تو امت محمدیہ بالخصوص  
 حضرات علماء اہل سنت میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس میں پوری امت کا اجماع ہے  
 لیکن یہ کہ حیات فی القبور کی نوعیت کیسی ہے اس بارے میں علمائے اہل سنت و جماعت کے  
 فقہاء و متکلمین اور دیگر حضرات کی اکثریت کے نزدیک تو یہ حیات حقیقی حسی دنیاوی جیسی بلکہ  
 کئی جہات سے اس سے بھی بلند و اعلیٰ و افضل حیات مبارکہ ہے۔



چنانچہ سرخیل اہل سنت علمائے اسلاف کے عقائد کے امین برحق مجدد وقت حضرت  
امام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فانہم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم حضرات انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ  
طیبون طاہرون احياء واموات بل لا موت علیہم حیات وممات ہر حالت میں طیب و طاہر  
لہم الا انیا تصدیقا للو عدثم ہم احياء ہیں بلکہ ان کے لیے موت کا آنا محض تصدیق  
ابدا بحیاء حقیقیۃ دنیاویۃ روحانیۃ وعدہ الہیہ کے لیے ہے پھر وہ ہمیشہ حیات  
جسمانیۃ کما معتقداہل السنۃ و حقیقی دنیاوی روحانی و جسمانی کے ساتھ زندہ  
الجماعۃ ولذا لا یورثون و یمتنع تزوج ہیں جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے  
نساء ہم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ اسی لیے کوئی ان کی وراثت کا حقدار نہیں ہوتا  
علیہم بخلاف الشہداء الذین نص اور ان کی عورتوں سے کسی کا نکاح کرنا منع  
الکتاب العزیز انہم احياء و نہی ان ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم بخلاف  
یقال لہم اموات۔ شہداء کے کہ جن کے بارے میں قرآن مجید

(فتاویٰ رضویہ: ۶۵۳ طبع قدیم فیصل آباد، جلد ۳ ص ۴۰۳ طبع نے صراحت فرمائی کہ وہ زندہ ہیں اور ان

جدید رضا فاؤنڈیشن لاہور)۔ کو مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے

اس سے ثابت ہوا کہ اہل سنت و جماعت کا انبیاء کرام کی حیات فی القبور کے بارے  
میں یہ عقیدہ ہے کہ ان کی حیات مبارکہ حقیقی دنیاوی روحانی جسمانی ہے۔

حضرت امام تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:



حياة الانبياء في القبر كحياتهم في انبياء کی حیات قبور میں حیات دنیا کی طرح  
الدنيا ويشهد له صلاة موسى في قبره ہے اور اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا  
فان الصلاة تستدعي جسدا حيا۔ اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز زندہ جسم  
(الحاوی للفتاویٰ ص ۱۵۲/۲) کی متقاضی ہے۔

لیکن اس کے برعکس موجودہ دور کے وہابی حیات الانبياء کے منکر ہیں اور اگر قائل ہیں تو  
صرف روحانی برزخی زندگی کے حقیقی جسمانی زندگی کے نہ صرف مخالف و منکر ہیں بلکہ قائلین کو  
گمراہ اور بدعتی ہونے کے بھی فتوے دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو سرخیل وہابیہ پاکستان مولوی  
اسماعیل سلفی گوجرانوالہ نے اس سلسلہ میں کیا لکھا ہے۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ  
علیہ کی عبارت کہ ”یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے“ لکھ کر آگے مولوی صاحب کہتے ہیں: (مگر جو  
اہل سنت ہیں ان کی کتابوں میں نہیں)

(تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۳۸۳)

یہ تو ابھی معلوم ہوگا کہ یہ اہل سنت کی کتابوں میں ہے یا کہ نہیں (انشاء اللہ تعالیٰ اور  
اس کے بعد مذکورہ مولوی صاحب نے سرخی جمائی ہے۔

”انبياء کی حیات دنیوی اہل بدعت کا مذہب ہے“

اور اس سرخی کے نیچے لکھا ہے۔

”ابن القیم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات دنیاوی اہل بدعت اور معطلہ کا

مذہب ہے۔ قصیدہ نونیہ ص ۱۴۰ ملاحظہ فرمائیں۔

(تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۲۹۲)



تو اب ملاحظہ فرمائیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے یا کہ نہیں؟

**حضرات امام تقی الدین علی السبکی فرماتے ہیں:**

واما حياة الانبياء اعلی و اکمل اور بہر حال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی  
واتم من الجميع لانها للروح حیات تمام سے اعلیٰ اکمل اور اتم ہے کیونکہ ان  
والجسد علی الدوام علی ما کان فی کی حیات جسم اور روح دونوں کو دوامی طور پر  
الدنیا علی ما تقدم عن جماعة من حاصل ہے جس طرح کہ دنیا میں تھی۔  
العلماء.

(الشفاء السقام ۳۰۶)

**اور حضرت امام جلال الدین سیوطی امام تقی الدین السبکی سے ہی نقل فرماتے ہیں:**

وحياة الانبياء في القبر كحياتهم اور انبیاء کرام کی قبر میں زندگی دنیا کی سی زندگی  
في الدنيا ويشهد له صلاة موسى في کی طرح ہے اور اس کی دلیل حضرت موسیٰ  
قبره فان الصلاة تستدعي جسدا حيا علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ  
وكذلك الصفات المذكورة في نماز زندہ جسم کی متقاضی ہے اور اسی طرح  
الانبياء ليلة الاسراء كلها صفات شب معراج میں انبیاء کرام کی صفات جو کہ  
الاجسام. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائیں وہ تمام

(الحاوی للفتاویٰ ۱۵۲:۲)

کی تمام بدنی صفات ہیں (نہ کہ صرف روح

کی حیات صرف روحانی ہو)

**حضرت امام نور الدین علی بن احمد السمهودی م ۹۱۱ھ فرماتے ہیں:**



واما ادلة حياة الانبياء فمقتضاها حياة اور انبياء كرام کی حیاة کے دلائل اس بات کے  
الابدان كحالة الدنيا مع الاستغناء متقاضی ہیں کہ ان کی حیاة ابدان کے ساتھ ہو  
عن الغذاء ومع قوة النفوذ في العالم جیسا کہ دنیا میں ان کی حالت تھی اس کے  
وقد ارضحنا المسألة في كتابنا المسمى ' ساتھ ساتھ غذائے مستغنی ہونے کے باوجود  
بالوفالما يجب لحضرة المصطفى ' اور دنیا و عالم میں نفاذ کی قوت کے ساتھ اور  
صلى الله عليه وسلم . اس کی ہم نے وضاحت اپنی کتاب ”الوفالما  
(وفاء الوفا باخبار دارالمصطفى ۴: ۱۳۵۵)  
يجب لحضرة المصطفى“ میں کر دی ہے۔

**حضرت علامہ بدرالدین زرکشی فرماتے ہیں:**

له صلى الله عليه وسلم في آن واحد آپ صلى الله عليه وسلم کا ایک آن میں مختلف  
من اقطار نواح متباعدة مع ان رؤيته اقطار میں موجود ہونا اور آپ کی زیارت حق  
صلى الله عليه وسلم حق وهو حي ہے اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان  
في قبره يصلي فيه باذان واقامة بانه واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں کیونکہ آپ  
صلى الله عليه وسلم سراج كما قال صلى الله عليه وسلم سورج ہیں اللہ تعالیٰ نے  
الله تعالى وسراجا مینرا . آپ کو سراجا مینرا کہا ہے۔

(زرقاتی علی المواہب ۵: ۳۹۵)

**حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:**

فمن المعتقد المعتمد انه صلى الله اور قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلى الله عليه  
عليه وسلم حي في قبره كسائر وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں جیسا کہ تمام



الانبياء في قبورهم وهم احياء عند  
 انبياء كرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور ان کی  
 ربهم وان لا رواحهم تعلقا بالعالم  
 ارواح کا تعلق عالم علوی و سفلی کے ساتھ اسی  
 العلوی والسفلی کما كانوا في حالة  
 طرح ہے جیسا کہ حالت دنیاوی میں تھا پس  
 الدنيا فانهم بجسب القلب عرشيون  
 وہ قلب کے لحاظ سے عرشی ہیں اور قالب  
 و باعتبار القلب فرشيون .  
 (جسد) کے لحاظ سے فرشی ہیں۔

(شرح الشفاء طبع علی نسیم الریاض ۳: ۲۹۴)

**حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:**

بدانکہ حیات انبیاء صلوات اللہ  
 جاننا چاہیے کہ جملہ حضرات انبیاء کرام علیہم  
 وسلامہ علیہم اجمعین متفق علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات علماء ملت کے  
 است میان علماء ملت وہیچ کس نزدیک متفق علیہ ہے اور اس میں کسی کا کوئی  
 راخلاف نسبت درآں کہ آں کامل اختلاف نہیں ہے کہ آپ کی حیات شہداء اور  
 تر و قوی تر از وجود حیات شہداء اللہ کی راہ میں مقتولوں کی حیات سے کامل تر  
 ومقاتلین فی سبیل اللہ است کہ آں اور قوی تر ہے کیونکہ شہداء کی زندگی تو اللہ  
 معنوی و اخروی است عند اللہ و کے نزدیک معنوی اور اخروی ہے جبکہ انبیاء  
 حیات انبیاء حیات حسی دنیاوی کی حیات حسی اور دنیاوی ہے اور اس میں  
 است واحادیث و آثار دران واقع احادیث و آثار موجود ہیں۔

شدہ۔

(مدارج النبوة باب حياة الانبياء ۲: ۴۴۷)



حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیاوی حقیقی ہونے میں علماء امت کا اجماع ہے اور اتفاق ہے اور اس میں کسی شخص کو بھی اختلاف نہیں ہے تو پتہ چلا کہ حیات الانبیاء کی حیات حقیقی دنیاوی میں اختلاف حضرت شیخ صاحب کی زندگی کے بعد پیدا ہوا اور منکرین حیات الانبیاء آپ کے بعد پیدا ہوئے۔

**دوسری جگہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:**

با چندیں اختلافات و کثرت مذاہب باوجود اس بات کے کہ امت علماء میں (کئی کہ در علمائے امت است یک کس را مسائل میں) اختلافات ہیں اور بہت دریں مسئلہ خلافے نیست کہ سارے مذاہب (فرقے) ہیں لیکن اس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسئلہ میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں کہ بحقیقت حیات برے شائبہ مجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی زندگی و توہم تاویل دائم و باقی است و بر کے ساتھ ہمیشہ باقی ہیں اور امت کے اعمال است حاضر و ناظر۔ (احوال) اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ اس (مکتوبات شریف بر حاشیہ اخبار الخیار ص ۱۵۵) میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے اور نہ ہی کسی قسم کی تاویل کا وہم ہے۔

سبحان اللہ! حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کی وسیع النظری و وسعت مطالعہ اہلسنت کے مخالفین (مواوی سرفراز لکھنوی وغیرہ کو بھی تسلیم ہے وہ باوجود اپنے وسیع علم و نظر اور وسیع مطالعہ کے یہ فرما رہے ہیں کہ ہمارے زمانے تک نہ تو کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ



وسلم کی حیات دنیاوی کا منکر ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا منکر ہے اور یہ دونوں عقیدے بغیر شائبہ مجاز و ہم تاویل کے ہیں۔

ان عبارات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور حاضر و ناظر کے منکرین (وہابیہ، دیابنہ) گیارہویں صدی ہجری کے بعد کی پیداوار ہیں اور انگریز کا لگایا ہوا پودا ہیں کیونکہ حضرت شیخ صاحب گیارہویں صدی ہجری کے بطل جلیل اور مجتہد ہیں۔ اور یقیناً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا کیونکہ آپ کے دور تک ابن تیمیہ کا فتنہ تقریباً ختم ہو چکا تھا اور شیطان کا سینگ ابھی تک نجد سے نمودار نہیں ہوا تھا۔

**حضرت شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۷۳ھ) فرماتے ہیں:**

وقول مختار ومقرر جمہور ہمیں جمہور کے نزدیک طے شدہ حقیقت اور مختار  
است کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ قول یہ ہے کہ حضرات ابدیاء علیہ الصلوٰۃ  
والسلام بعد از اذاعت موت زندہ والسلام موت چکھنے کے ساتھ زندہ ہیں۔  
اندب حیات دنیوی۔

(تیسرا القاری شرح صحیح بخاری ۳: ۲۶۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس حیات پر علماء کی اکثریت ہے وہ حیات حقیقی جسمانی اور دنیاوی حیات کے مثل ہے نہ کہ صرف روحانی اور جن علماء نے اس کو برزخی زندگی کیساتھ تعبیر کیا ہے تو وہ صرف مکان کے لحاظ سے ہے کہ وہ اب برزخ میں ہیں اس لحاظ سے وہ ہیں تو برزخ میں لیکن زندگی بہر حال حقیقی اور جسمانی ہے۔



حضرت شیخ احمد حسنی فرماتے ہیں:

آں حیات دنیویم خبر از بہر شماس  
بعد نقلم آن وفاتم خیر از بہر شماس

(تحفہ احمدیہ المسمیٰ بہ نجوم الشہابیہ رجوم للوہابیہ ص ۷۷ مطبوعہ لاہور ۱۲۸۵ھ)

‘حضرت مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب فرماتے ہیں:

”زندہ ہیں انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کی وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔

(مظاہر حق ۱: ۴۴۵)

مندرجہ بالا حضرات علماء اسلام کی عبارات سے واضح ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں بحیۃ حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں اور یہ مذہب مہذب امت کے علماء کی اکثریت کا ہے اور یہی مسلک اہل سنت ہے۔

حضرت امام علامہ ابن حجر مکی (م- ۹۷۳) فرماتے ہیں:

واما ادلة حياة الانبياء فمقتضاءها  
حياة الابدان كحالة الدنيا مع  
الاستغناء عن الغذاء.  
اور حیات الانبیاء کے دلائل متقاضی ہیں کہ وہ  
حیۃ ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں تھی۔  
لیکن غذا وغیرہ سے مستغنی ہو۔

(الجوہر المنظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم المعظم ص ۲۷)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

الظاهر من الادلة ان حياة الشهداء  
ان دلائل سے ظاہر ہے کہ شہداء کی زندگی



اقوی من حیاة الاولیاء للنص علیہا .....  
 فی القرآن الکریم ودون حیاة .....  
 الانبیاء لانہم بہا اولی و اخری .....  
 والتفاوت فیہا بمعنی التفاوت فی .....  
 ثمراتہا غیر بعید فتاملہ وقد نظر بعض .....  
 آئمتنا الی ان حیاہ صلی اللہ علیہ .....  
 وسلم امتازت بانہا تفتی اثباتہا حتی .....  
 فی بعض احکام الدنیا .....  
 (الجوہر المنظم ص ۲۲)  
 دنیاوی احکام بھی لاگو ہوتے ہیں۔

**مولانا ابوالحسن حسن کا کوروی فرماتے ہیں:**

”گویا حیات دیگران بخبر حیات انبیاء حیز اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ احکام دنیویہ  
 اس پر مترتب نہیں ہوتے بخلاف حیات انبیاء علیہم السلام کہ احکام دنیویہ کا ترتب اس پر ہوتا  
 ہے۔“

(تفریح الاذکیا: ۳۳۲)

**حضرت علامہ شہاب الدین محمود آلوسی فرماتے ہیں:**

ثم ان تلک الحیات فی القبر وان کان .....  
 یترب علیہا بعض یترب علی .....  
 الحیاة فی الدنیا المعروفة لنا من .....  
 دنیاوی زندگی کے بعض احکام مترتب ہوتے .....  
 ہیں جیسے نماز آذان اقامت اور سلام کہ سن کر



الصلوة والآذان والاقامة ورد السلام اس کا جواب دینا اور اسی طرح دوسری اشیاء۔  
المسموع ونحو ذلك۔

(روح المعانی ۲۲: ۳۸)

**قطب وقت حضرت الحاج فقیر اللہ بن عبد الرحمن لکھی فرماتے ہیں:**

ورد فی کثیر من الاحادیث اور بے شمار احادیث الصحیحہ الصریحہ میں  
الصحیحة الصریحة بانهم احياء فی وارد ہوا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ  
قبورهم مشغولون بعبادة ربهم والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اپنے رب کی  
یصلون ویصومون ویحجون ویلبون عبادت میں مشغول ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں،  
وان حیاتهم حسیة کحیوتهم فی روزہ رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور تلبیہ  
الدنیا الا انهم مختلفون من ابصارنا کہتے ہیں اور ان کی حیات حسی ہے جیسی کہ دنیا  
الانتقالهم من عالم شهادة الی عالم میں تھی سوائے اس کے کہ وہ ہماری آنکھوں  
الغیب کا خفاء الملائكة الکرام سے ملائکہ کراما کا تبین کی طرح چھپے ہوئے ہیں  
الکاتبین وغیرہم۔ کیونکہ وہ اس جہان شہادت سے جہان  
(قطب الارشاد ص ۶۷۶)

اب مولوی اسماعیل سلفی بلکہ اس کے حواری یہ بتائیں کہ مذکورہ بالا شخصیات اہل سنت ہیں یا نہیں؟ اور ان کی کتابوں میں حیات جسمانی دنیوی کی صراحت ہے یا کہ نہیں اور جہاں تک ابن القیم کا تعلق ہے تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ ابن القیم کا اپنا کلام اس سلسلے میں متضاد ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گذرا کتاب الروح میں تو حیات جسمانی دنیوی کا قائل



نظر آتا ہے جبکہ قصیدہ نونیہ میں اس کا منکر۔ جو شخص خود کسی مسئلہ پر مطمئن نہ ہو اس کے کسی غیر معروف اور امت کے علماء کے خلاف قول پر عقیدہ رکھنا اور اس کو بطور دلیل علمائے امت کے خلاف پیش کرنا کہاں کی دیانت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ ”کتاب الروح“ میں کیا نقل کیا ہے۔

ان الموت ليس بعدم محض وانما  
هو انتقال من حال الى حال ويدل  
على ذلك ان الشهداء بعد قتلهم  
وموتهم احياء عند ربهم يرزقون  
فرحين مستبشرين وهذه صفة الاحياء  
في الدنيا واذا كان هذا في الشهداء  
كان الانبياء بذالك احق واولى مع  
انه قد صح عن النبي صلى الله على  
وسلم ان الارض لا تاكل اجساد  
الانبياء.  
(كتاب الروح ص ۵۷)

بے شک موت عدم محض نہیں ہے بلکہ وہ ایک  
حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کرنا  
ہے اور اس پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ شہداء  
قتل اور موت کے بعد اپنے رب کے پاس  
زندہ ہیں وہ رزق دیے جاتے ہیں خوش ہیں  
اور خوشخبریاں دیتے ہیں اور یہ ہی صفت دنیا  
میں زندہ لوگوں کی ہے۔ جب یہ (دنیوی  
صفات) شہداء کو حاصل ہیں تو انبیاء تو اس کے  
زیادہ حق دار ہیں اور اولیٰ ہیں اس کے ساتھ  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں  
ثابت ہے کہ بے شک زمین انبیاء کرام کے  
اجساد کو نہیں کھاتی

تو جب ابن قیم خود اس چیز کا قائل ہے تو پھر دیگر حضرات پر اعتراض کیوں کر رہا  
ہے؟ اور اگر ابن قیم کو اس حیات کے منکرین میں شامل کر لیا جائے جیسا کہ مولوی اسماعیل سلفی



نے کہا ہے تو پھر بھی ابن القیم کی حضرت علامہ امام تقی الدین سبکی کے سامنے کیا حیثیت ہے جو کہ حیاتِ دنیوی کے بڑے زور و شور سے قائل ہیں۔ کہاں امام تقی الدین سبکی اور کہاں ابن القیم۔ امام سبکی کا مقام کیا ہے؟

اس بارے میں امام ذہبی کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔ وہ اس فاضل یگانہ روزگار شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

علی بن عبد الکافی السبکی: وکان  
صادقاً مثبِتاً خیراً اذیناً متواضعاً حسن  
السمت من أوعية العلم یدری الفقه  
ویقرره و علم الحدیث ویحرره  
والاصول ویقرنهما والعربیة ویحققها  
ثم قرا بالروایات علی تقی الدین  
الصائغ وصنف التصانیف المتقنة  
وقد بقى فی زمانه الملاحظ الیه  
بالتحقیق والفضل.  
(المعجم النحس بالمحدثین للذهبی ص ۱۶۶)

اور آپ سچے۔ چھان بین کرنے والے بہت  
- دین والے۔ متواضع اور اچھے ارادے  
والے آپ علوم کے برتنوں میں سے ایک  
برتن تھے۔ فقہ جانتے اور اسکی تقریر کرتے تھے  
اور علم حدیث جانتے اور اسکی تحریر کرتے تھے  
اور آپ اصول جانتے اور پڑھتے تھے عربی  
جانتے اور اسکی تحقیق کرتے تھے پھر روایات کو  
تقی الدین الصائغ سے پڑھا اور بہت پاکدار  
کتابیں تصنیف کیں اور اپنے زمانہ میں تحقیق  
وفضل کے لحاظ سے منظور نظر تھے۔

اور دوسری جگہ یہی امام ذہبی فرماتے ہیں:

وکان تام العقل متین الدیانة مرضی  
الاخلاق طویل الباع فی المناظرة  
کہ وہ مکمل عقل کے مالک متین الدیانت  
اچھے اخلاق والے فن مناظرہ میں درک کامل



قوی المواد جزل الراى ملیح  
 رکھنے والے بہت سارے قوی مواد والے  
 التصنیف۔  
 (معجم الشیوخ الکبریٰ ص ۳۷۳)  
 اچھی رائے اور بہترین تصانیف والے شخص  
 تھے۔

### حضرت علامہ امام جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

وكان محققاً مدققاً نظاراً جديلاً بارعاً  
 فی العلوم له فی الفقه وغیره  
 علوم میں کامل دسترس رکھنے والے اور فقہ میں  
 الاستنباطات الجلیلة والدقائق  
 ان کی جلیل القدر تالیفات اور دقائق لطیفہ ہیں  
 اللطیفۃ والقواعد المحررة التي لم  
 اور بہترین قواعد لکھے ہیں کہ ان سے پہلے  
 يسبق اليها وكان مصنفاً في البحث.  
 ایسے دقائق کسی نے نہ لکھے اور بحث و مناظر  
 میں صاحب انصاف تھے۔

(بغیۃ الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة ۲: ۷۷ للسیوطی)

### امام ابن الصلاح فرماتے ہیں:

ولیس بعد المزی والذهبی احفظ منه اور امام مزنی اور ذہبی کے بعد کوئی بھی امام سبکی  
 (ذیل طبقات الحفاظ ۲۵۳ للسیوطی)  
 سے زیادہ حافظہ والا نہیں ہے۔

حضرت امام السبکی کی شانِ رفیع کے جلوے اگر مزید دیکھنے ہوں تو ملاحظہ فرمائیں:  
 ذیل تذکرۃ الحفاظ للذہبی للحافظ ابی المحاسن الحسنی الدمشقی ص ۳۹ تا ص ۴۱۔ ذیل  
 العبر للحسنی ۴: ۱۶۸۔ الوفیات لابن رافع ۲: ۱۸۵۔ الدرر الکامۃ لابن حجر عسقلانی  
 ۳: ۱۳۴۔ طبقات الشافعیۃ للکبریٰ للتاج الدین السبکی جلد ۶۔ النجوم الذاہر لابن تغری بردی



۳۱۹:۱۔ طبقات الشافعية لابن قاضي ۳: ۵۳ تا ۵۷

تو اب ان کے مقابلہ میں ابن القیم کے بارے میں دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا کسی بھی مسئلہ میں ابن القیم امام تقی الدین السبکی کے ہم پلہ ہو سکتا ہے۔ اور کیا ابن القیم کے قول سے علامہ سبکی و دیگر حضرات محدثین کے اقوال رد کئے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ مولوی اسماعیل سلفی صاحب نے کہا ہے:

امام ذہبی فرماتے ہیں:

وكان يشتغل في الفقه ويجيد تقريره      وہ فقہ میں مشغول اور اس کی خوب تقریر کی نحو کو  
وفي النحو و يدريه و في الاصلين      خوب جانچا اور ان دونوں اصولوں پر کام کیا۔  
وقد حبس مدة وأوذى لافكاره شده      اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر کی  
الرحل الى قبر الخليل والله يصلحه      زیارت کیلئے سفر کرنے کے انکار پر کچھ مدت  
ويوفقه سمع معي من جماعة      قید ہوا اور تکلیف دیا گیا اللہ اسکی اصلاح  
وتصدر للاشتغال ونشر العلم ولكنه      فرمائے اور اس کو نیکی کی توفیق بخشے اس نے  
معجب برأيه (سي العقل) جری علی      میرے ہمراہ علماء کی جماعت سے سماعت کی  
الامور. غفر الله له.      پھر نشر علم اور اشتغال میں خوب محنت کی۔ لیکن  
(المعجم المختص بالمحدثين ص ۲۶۹)      یہ بڑا متکبر کم عقل (ردی العقل) اور خود سر تھا۔

(تنبیہ) کتاب کا ناشر اور محقق چونکہ نجدی ذہنیت کا مالک ہے اس لیے اس نے

(تحررون الكلم عن مواضع) کے تحت مذکورہ عبارت سے (سی العقل) کے الفاظ حذف

کر دیے ہیں اور اس تحریف کا جواز یہ پیش کیا کہ



لا يتوقع ان يقول الذهبي عن ابن قيم کہ امام ذہبی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ الجوزیہ انہ (سی العقل) بعد ان نکر ابن قیم جوزیہ کو یہ کہیں کہ وہ ردی عقل کا آدمی من صفاته ماذکر خلال هذه الترجمة ہے۔ اس ترجمہ میں اس کی صفات بیان کرنے مما جعلنا شک فی صحة نسبة هذا کے بعد اس لیے اس حکم کو ذہبی کی طرف نسبت الحکم للذهبی کرنے میں ہمیں شک ہے۔

(حالانکہ علامہ عبدالحی لکھنوی بھی (سی العقل) کے الفاظ علامہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں) (السعی المشکور ص ۸۸)

سبحان اللہ! کیسی زالی و پختہ دلیل دی ہے کیا ایسی دلیل کسی اور شخص کے بارے میں قبول ہو سکتی ہے۔ ایسے زالے استدلال صرف نجدی ذہن کو ہی زیب دیتے ہیں۔

بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علامہ امام تقی الدین السبکی، امام جلال الدین السیوطی امام سمھودی وغیرہم کے مقابلے میں علامہ ابن قیم کی علمی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے اور جہاں تک علم حدیث کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں تو بالکل ہی ان حضرات اور ابن قیم کے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ اور جہاں تک عقیدہ کا تعلق ہے تو یہ ہر شخص جانتا ہے کہ ابن القیم عقیدہ میں اپنے شیخ ابن تیمیہ کی طرح مجسمی اور بدعتی ہے جبکہ مذکورہ بالا ائمہ میں سے کسی ایک پر بھی بدعتی ہونے کی تہمت نہیں ہے۔

حضرت علامہ زاہد بن حسن الکوثری المصری فرماتے ہیں:

وابن القيم علی بدعته قليل البضاعة اور ابن قیم بدعتی ہونے کے ساتھ ساتھ علم اسماء فی علم الرجال (مقالات الکوثری ۳۱۲) الرجال میں بھی قلیل البضاعت ہے۔



تو ایسا شخص (ابن قیم) جو بتصریح ائمہ دین سی العقل، جری علی الامور، قلیل البھاءۃ فی الرجال۔ بدعتی، جیسے اوصاف سے متصف ہوا اہل سنت کا مقابلہ کرنے کی کہاں سکتا رکھتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حیاۃ الانبیاء فی القبور حقیقی جسمانی دنیوی کا عقیدہ اہل سنت کی کثرت کا ہے اور صرف روحانی برزخی زندگی کا عقیدہ نجدیوں و ہابیوں جیسے بدعتیوں کا ہے۔ جناب مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن قیم تو بقول علامہ ذہبی وغیرہ خود ضعیف فی الرجال ہے۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۰۵)

## اعتراض نمبر ۲:

جناب مولوی اسماعیل صاحب سلفی نے حضرت علامہ سیوطی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

”حافظ سیوطی نے کتاب الروح سے تو استفادہ فرمایا لیکن معلوم نہیں قصیدہ نونیہ کی طرف ان کی توجہ کیوں مبذول نہیں ہوئی“

تو اس کا سادہ سا جواب تو یہی ہے کہ چونکہ کتاب الروح میں علامہ ابن قیم نے جمہور علماء کی موافقت کی ہے اور زیادہ تر کلام بھی اسلاف کا ہے جس کو ابن قیم نے نقل کیا ہے جبکہ قصیدہ نونیہ میں ایک تو جمہور اہل سنت کے مذہب کے خلاف لکھا گیا ہے اور پھر یہ کلام بھی ابن قیم کا اپنا ذاتی ہے۔ اور اس میں وہ منفرد ہے۔ اس لیے حافظ سیوطی نے قصیدہ نونیہ کو قابل التفات نہیں سمجھا اور اس میں وہ حق بجانب ہیں اللہ تعالیٰ سیوطی کی اس سعی و انصاف پر ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

اور پھر سلفی صاحب کی اس بات میں بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ کہ دنیاوی جسمانی حیات کا قول سب سے پہلے علامہ سبکی نے کیا ہے کیونکہ حضرت علامہ سبکی سے پہلے امام اہل



سنت امام محمد بن حسن بن فورک جیسی شخصیت سے بھی اسی طرح کے الفاظ مروی ہیں جیسا کہ مولوی محمد حسین نیلوی نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

”لطف یہ ہے کہ سبکی بھی اس مفہوم کے موجد نہیں۔ وہ بھی خیر سے ناقل ہیں چنانچہ مواہب اللدنیہ میں ہے (۵۴:۲) نقل السبکی فی طبقاتہ عن ابن فورک انه قال انه علیہ الصلوٰۃ والسلام حی فی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم ابدالاً علی الحقیقۃ لا المجاز۔ سبکی نے ابن فورک سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر عر فی میں سچ مچ کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ یہ ابن فورک کون ہے کہ جس کی تقلید سبکی نے کی ہے پھر سبکی کی تقلید متاخرین نے کی۔ کسی سے کیا پوچھیں خود سبکی طبقات کبریٰ ۵۴:۱ میں لکھتے ہیں: ان ابن فورک کان رجلاً صالحاً ثم قال (الذہبی) کان مع دینہ صاحب فلتۃ و بدعۃ۔ ابن فورک صالح مرد تھا۔ ذہبی نے کہا کہ ابن فورک دینداری کے باوجود بدعتی تھا اور غلطیاں مارتا تھا۔ اب فرمائیے کہ اس قول کا مآخذ ہاتھ لگایا نہ؟ دنیوی زندگی کی طرح اولیاء ائمہ اطہار کو زندہ ماننا اہل بدعت کا کام ہے۔“ (ندائے حق ۱: ۳۱۷، ۳۱۸)

آئمہ اسلام کے گستاخ دیوبندی مولوی کی عبارت سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ حقیقی دنیوی زندگی کے قول میں امام سبکی متفرد اور موجد نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اپنے متقدمین کی اتباع کرتے ہوئے یہ قول اپنایا ہے تو مولوی اسماعیل سلفی صاحب کا حضرت علامہ سبکی کو صرف اس لیے مطعون کرنا کہ یہ قول صرف انہوں نے سب سے پہلے کہا کم علمی اور جہالت پر مبنی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرت علامہ ابن فورک اکون ہیں؟ کیا واقعی مصنف ندائے حق کے کہنے کے مطابق بدعتی ہیں (معاذ اللہ) یا پھر صحیح العقیدہ سنی شخص ہیں۔



دراصل دیوبندیوں وہابیوں کا معتزلیوں کی طرح یہ خیال ہے کہ جو ان کے غلط مسلک و مذہب کو نہیں مانتا وہ معاذ اللہ بدعتی ہے۔ جیسے معتزلہ اہل سنت کو بدعتی کہتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں تفسیر کشاف از زنجشیری معتزلی کہ کئی مقامات پر اس نے اہلسنت کو اہل بدعت کے لقب سے پکارا ہے حتیٰ کہ موجودہ معتزلہ (دیابنہ وہابیہ) بھی اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے اہل بدعت کا ناروالقب دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ اس دیوبندی مولوی نے صرف امام ابن فورک کو ہی بدعتی نہیں کہا بلکہ یہ لکھتا ہے کہ:

”ہو سکتا ہے کہ بدعتی ابن فورک اور سبکی کی کتابوں اور قسطلانی و شعرانی و ابن حجر مکی جیسے غالی قسم کے علماء.....“ (ندائے حق ۱: ۵۱۳)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ بیک جنبش قلم اس گستاخ و ظالم مولوی نے کس طرح ملت اسلامیہ کی عظیم شخصیات کو غالی اور بدعتی لکھ مارا ہے۔ سچ ہے کہ آئینہ میں اپنی ہی صورت نظر آتی ہے۔ یہ خود بدعتی اور گستاخ ہیں اس لیے ان کو ہر سنی صحیح العقیدہ شخص بدعتی نظر آتا ہے۔ اسی لیے تو آجکل یہ اہل سنت و جماعت کو بدعتی کہتے ہیں لیکن بد مذہب کے کہنے سے اگر کوئی بدعتی ہوتا تو سب سے پہلے معاذ اللہ صحابہ کرام ہوتے کیونکہ روافض حضرات صحابہ کرام کو بدعتی کہتے ہیں ان کے بعد حضرات ائمہ اربعہ اور بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کئی جاہل لوگوں نے بدعتی ہونے کا الزام لگایا۔ تو یہ اہل بدعت اور گمراہ فرقوں کی چال ہے اہلسنت و جماعت کو اہل بدعت مشہور کر کے اپنی گمراہی لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس بات کی اگر کسی کو دلیل و شہادت چاہیے تو علامہ زنجشیری معتزلی کی تفسیر کشاف کا مطالعہ کرے اس نے ہر جگہ اہل سنت و جماعت کو اہل بدعت ہی لکھا ہے۔



ایک طرف یہ نیلوی صاحب ہیں جو کہ امام ابن فورک اور دیگر جلیل القدر ائمہ پر بدعتی ہونے کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور دوسری طرف محدثین کی جماعت ہے جو کہ ان حضرات کی عظمت بیان کر رہی ہے۔

جناب نیلوی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ امام ابن فورک کے بارے میں امام ذہبی کا مقولہ۔ صاحب فلتہ و بدعتہ کو امام تاج الدین السبکی کی طبقات سے نقل کرنے اور اگر اس قول کو امام تاج الدین السبکی کی طبقات سے نقل کیا ہے تو پھر امام سبکی کی اپنی عبارت اور اس قول کا رد جو امام سبکی نے کیا ہے وہ بھی نقل کرتے لیکن ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

امام ابن فورک کون ہیں اور امام ذہبی نے ان کے بارے میں یہ الفاظ کیوں کہے ہیں؟ اس سلسلے میں حضرت امام ابن عساکر صاحب تاریخ دمشق محدثِ شام فرماتے ہیں:

محمد بن الحسن فورک الادیب      محمد بن حسن بن فورک ادیب متکلم اصولی واعظ  
المتکلم الاصولی الواعظ النحوی      نحوی ابوبکر اصبہانی پہلے یہ عراق میں مقیم تھے  
ابوبکر الاصبہانی اقام اولاً بالعراق الی      یہاں تک کہ مذہب امام اشعری پر درس دیا  
ان درس بھا علی مذہب الاشعری ثم      پھر جب رے میں وارد ہوئے۔ تو بدعتیہ  
لما ورد الی سعت به المبتدعة فعقد      لوگوں نے آپ کی بدگوئی کی تو ابومحمد عبداللہ بن محمد  
ابو محمد عبداللہ بن محمد ثقفی      ثقفی نے مسجد رجا میں ایک مجلس منعقد کی اور  
مجلساً فی مسجد رجا و جمع اهل السنة      اہلسنت کو جمع کیا اور ہم امیر ناصر الدولہ ابو حسن  
وتقد من الی الامیر ناصر الدولہ ابی      محمد بن ابراہیم کے پاس گئے اور اس سے التماس



الحسن محمد بن ابراهيم والتمسنا منه .....  
 المراسلة في توجيهه الى نيشابور  
 ففعل وورد نيشابور فبنى له الدار  
 والمدرسة من خانكاه ابي الحسن  
 ابو شنجي واهياء الله تعالى به في بلدنا  
 انواعا من العلوم لما استوطننا  
 وظهرت بركته على جماعة من  
 المتفقهة ..... كان الاستاذ اذ احدثه  
 ابو علي الحسن بن علي الدقاق يعقد  
 المجلس ويدعو للحاضرين والغائبين  
 من اعيان البلد وائمتهم فقبل له  
 قد نسيت ابن فورك ولم تدع له  
 فقال ابو علي كيف ادعوله و كنت  
 اقسم على الله البارحة بايمانه ان  
 يشفي علتى و كان به وجع البطن  
 تلك اللية ..... قال عبد الغفار بن  
 اسماعيل : محمد بن الحسن بن فورك  
 ابو بكر بلغ تصانيفه في اصول الدين  
 اصول دين اور معاني قرآن میں تقریباً سو ۱۰۰

کیا کہ اس کو نیشاپور بھیج دیا جائے تو اس نے  
 ایسا ہی کیا تو ان کے لیے ابو الحسن بونجی کی خانکاح  
 میں گھر اور مدرسہ بنادیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے  
 انکے سبب ہمارے شہر میں کئی قسم کے علوم کو  
 زندہ کیا جب سے آپ وہاں سکونت پذیر ہوئے  
 تو فقہاء کی جماعت پران کی برکت ظاہر ہوئی  
 اور اپنے وقت کے یکتا حضرت ابو علی حسن بن  
 علی الدقاق مجلس منعقد فرماتے تھے اور شہر کے  
 تمام حاضرین وغائبین بزرگوں اور اماموں کے  
 حق میں دعا فرماتے تھے تو ان سے کہا گیا کہ  
 آپ ابن فورک کو بھول گئے ہیں تو حضرت ابو علی  
 نے فرمایا میں ان کے لیے کیسے دُعا مانگوں ان کی  
 شان تو یہ ہے کہ گزشتہ رات میں نے ان کے  
 ایمان کی اللہ کو قسم دے کر دعا کی کہ وہ میری بیماری  
 سے مجھے شفا دے اور اس رات آپ کے پیٹ  
 میں تکلیف تھی۔ امام عبد الغفار بن اسماعیل  
 نے فرمایا محمد بن حسن بن فورک کی اصول فقہ  
 اصول دین اور معانی قرآن میں تقریباً سو ۱۰۰



واصول الفقہ و معانی القرآن قریباً تصانیف ہیں اور آپ ابو عبد اللہ الکرام (بدعتی  
 من المائۃ.... وکان شدید الرد علی فرقہ کرامیہ کے بانی) کے ماننے والوں کا خوب  
 اصحاب ابی عبد اللہ (الکرام) ولما رد فرماتے تھے جب غزنی سے لوٹے تو راستہ میں  
 عاومن غزنہ سم فی الطريق ومضی آپکوز ہر دے دیا گیا تو شہید ہو گئے پھر ان کو  
 الی رحمۃ اللہ ونقل الی نیشابور نیشاپور منتقل کیا گیا اور حیرہ میں دفن کیا گیا آجکل  
 ودفن بالحیرۃ ومشہدہ الیوم ظاہر ان کا مزار مشہور ہے وہاں سے شفاء حاصل  
 لیستشفی بہ ویجاب الدعاء عندہ ہوتی ہے اور اس کے قریب دعا قبول ہوتی ہے  
 (تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری ص ۲۳۲ لا بن عساکر)  
 امام الحافظ عبد الحق بن عبد الرحمن الاشعری (۵۸۳-م) فرماتے ہیں:  
 وکان من الصالحین المجتہدین۔ اور وہ اولیائے مجتہدین میں سے تھے۔  
 (کتاب العاقبۃ ص ۸۹ طبع بیروت)

اسی قسم کی عبارات و تعریف دیگر مختلف علماء نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھی ہیں:  
 جیسے، امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۱/۲۱۴، امام قشیری نے رسالہ قشیریہ ص ۳۱۰، و  
 ابن خلکان نے وفیات الاعیان ۴/۲۷۳، طبقات الاسنوی ۲/۲۶۶، النجوم الزاہرہ ۴/۲۴۰،  
 تاج التراجم (از امام قاسم قطلوبغا حنفی) ۴۶، شذرات الذهب ۳/۱۸۱، طبقات الشافعیہ لابن  
 السبکی ۴/۱۲۷ تا ۱۳۵ طبع مصر وغیرہ۔

اس عبارت کو جناب نیلوی صاحب اور ان کے حواری بار بار پڑھیں اور غور و فکر  
 کریں کہ ایسا شخص جو ساری عمر اہل بدعت کے ساتھ مسلک حقہ کی حقانیت کے ثبوت کے لئے



مناظرے کرتا رہا ہو وہ بدعتی ہو سکتا ہے اور کیا کسی بدعتی کے صدقے اللہ علوم کو زندہ کرتا ہے اور کیا اس وقت کے تمام اہل سنت ایک بدعتی کی عزت کے لیے اکھٹے ہو کر التجاء و التماس کر رہے تھے۔ جبکہ بدعتی کی عزت کرنا حرام ہے۔ اور کیا اپنے وقت کے غوث و قطب اور ولی کامل حضرت امام ابوعلی الدقاق ایک بدعتی کے صدقے اللہ سے شفاء کی دعا مانگ رہے ہیں۔

امام ابن عساکر، امام ذہبی، ابن خلکان، عبدالغافر، امام تاج الدین السبکی اور امام قشیری یہ تمام جو کہہ رہے ہیں کہ ان کی قبر کے طفیل بارش طلب کی جاتی ہے اور یوں دعا قبول ہوتی ہے تو کیا یہ سب بھی بدعتی بلکہ معاذ اللہ مشرک ٹھہرے اور ایک بدعتی کی قبر پر اتنا فیض اور اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو رہی ہے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ امام ابن فورک مذہب اشعری تھے جیسا کہ ابن عساکر کے حوالہ سے گزرا اور امام ذہبی نے خود لکھا ہے کہ: قلت کان اشعریاً راسانی فن الکلام، اخذ عن ابی الحسن الباہلی صاحب الاشعری۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ ابن فورک اشعری تھا اور فن کلام میں عظیم تھا اس نے یہ مذہب امام ابوالحسن اشعری کے شاگرد ابوالحسن باہلی سے اخذ کیا ہے۔ (سیر الاعلام النبلا ۱: ۲۱۶ للذہبی)

اب جب کہ ثابت ہو چکا کہ امام ابن فورک عقیدۃ اشعری تھے اور مذہب اشعری تھے (جیسا کہ ابن قاسم قطلوبغا نے لکھا) تو اس لیے امام ذہبی کا ان کے بارے میں صاحب فلتۃ و بدعت کہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ امام ذہبی اشاعرہ کے بارے میں بڑے سخت تھے وہ خود حنبلی تھے اس لیے امام تاج الدین السبکی نے امام ذہبی کے بارے میں ارشاد فرمایا: اور کیا خوب فرمایا کہ:



فالذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ متعصب پس امام ذہبی متعصب اور جلد باز ہیں حالانکہ جلد و هو شیخنا وله علينا حقوق الا ان وہ ہمارے استاد ہیں اور ان کے ہم پر کئی حقوق حق اللہ مقدم علی حقہ والذی نقول ہیں لیکن اللہ کا حق ان پر مقدم ہے اور ہم کہتے انہ لا ینبغی ان یسمع کلامہ فی حنفی ہیں کہ ان کا کلام نہ تو حنفی کے بارے میں اور ولا شافعی ولا توخذ تراجمہ من کتبہ نہ ہی شافعی کے بارے میں لینا چاہیے اور نہ فانہ یتعصب علیہم کثیرا۔ ہی ان کی کتب سے ان کے بارے میں ترجمہ اخذ کرنا چاہیے کیونکہ ان کے ساتھ امام ذہبی کا تعصب بہت زیادہ ہے۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۴: ۱۹۱)

اور اس بات میں امام تاج الدین السبکی اکیلے نہیں ہیں بلکہ آپ کی اس بات کی صداقت میں کئی اور محدثین علماء بھی امام ذہبی کے بارے میں اسی طرح کے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

**حضرت امام الحافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلہ العلاء (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:**

لا یشک فی دینہ و ورعہ و تحریرہ امام ذہبی کی دیانت تقویٰ اور دوسروں کی فیما یقولہ فی الناس قال انہ غلب بابت رائے زنی میں ان کی احتیاط مسلم ہے علیہ مذهب الاثبات و منافرة التأویل اور کہا (العلاء نے) کہ ان پر مذہب اثبات والغفلة عن التنزیہ حتی اثر ذلک فی کاغلبہ ہے۔ تاویل سے ان کو نفرت ہے اور طبعہ انحرفا شدیداً عن اهل التنزیہ تنزیہ کا بہت کم لحاظ کرتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ومیلاقویا الی اهل الاثبات فاذا ترجم ہے کہ وہ اہل تنزیہ سے سخت برگشتہ ہیں اور



واحداً منهم يظن في وصفه بجميع  
ما قيل فيه من المحاسن ويبالغ في  
وصفه ويتغافل عن غلطاته ويتأول  
له ما أمكن وإذا ذكر أحداً من  
الطرف الآخر كإمام الحرمين و  
الغزالي ونحوهما لا يبالغ في وصفه  
ويكثر من قول من طعن فيه ويعيد  
ذكره ويبدیه ويعتقده دينا وهو لا  
يشعر ويعرض من محاسنهم الطافحة  
فلا يستوعبها وإذا ظفر لاحد منهم  
بغلطة ذكرها.

(الاعلان بالتوبخ ص ٥٧ للسخاوی)

اہل اثبات کی طرف بہت زیادہ جھکے رہتے  
ہیں۔ جب اہل اثبات میں سے کسی کی سوانح  
لکھتے ہیں تو حکایت دراز کرتے ہیں اور اس کی  
خوبیوں کی بابت جو کچھ کسی نے کہا ہو سب  
بیان کر کے اس کی تعریف میں مبالغے سے  
کام لیتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کی غلطیوں کی  
تاویل پیش کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جب  
دوسرے فریق (اہل تنزیہ) میں سے کسی کا  
ذکر کرتے ہیں جیسے امام الحرمین اور امام غزالی  
وغیرہما تو زیادہ تعریف نہیں کرتے اور بیش تر وہ  
اقوال نقل کرتے ہیں جس سے ان پر طعن ہو  
پھر ان باتوں کو بار بار دہراتے ہیں۔ اس کو وہ  
دین سمجھتے ہیں اور بالکل شعور کھو بیٹھتے ہیں۔  
ان لوگوں کی نمایاں خوبیوں سے صرف نظر کر  
لیتے ہیں اور تمام کو نہیں بیان کرتے۔ البتہ  
جہاں کسی کی غلطی ہا تھا آئی فوز اٹانک دیتے  
ہیں۔

تو اس کا مطلب ہے کہ امام ذہبی کی عزت و کرامت و دیانت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن



جب وہ کسی اشعری کے بارے میں رد و قدح کریں تو پھر دیگر ائمہ کے اقوال کے طرف رجوع کرنا چاہئے اور اگر دوسرے ائمہ ان کے مخالف ہوں تو پھر امام ذہبی کی اس بات اور جرح کو رد کر دینا چاہئے جیسا کہ امام ابن فورک کے بارے میں ہے۔

اور پھر امام ذہبی نے یہ صرف ابن حزم کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے کہہ دیا ہے حالانکہ وہ الزامات جو کہ ابن حزم امام ابن فورک پر لگاتے ہیں وہ ان سے صاف بری ہیں جیسا کہ تاج الدین السبکی نے طبقات میں بیان فرمایا ہے اور جہاں تک ابن حزم کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں امام تاج الدین السبکی لکھتے ہیں۔

ابن حزم لا یدری مذهب الاشعریہ ابن حزم مذہب اشعری کو بالکل نہیں جانتا اور  
ولا یفرق بینہم و بین الجہمیۃ لجهل جہالت کی وجہ سے وہ اشاعرہ اور جہمیہ میں  
(طبقات السبکی ۵۶:۳ بیروت) فرق نہیں کرتا۔

**امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:**

ومن ثم قال المحققون انه لا یقام له اور اسی لیے محققین نے فرمایا کہ ابن حزم کے  
وزن ولا ینظر لکلامه ولا یعول علی کلام کا کوئی وزن نہیں اور نہ ہی اسکے کلام کو  
خلافہ ای فانه لیس مراعیاً للدلۃ بل دیکھنا چاہئے اور نہ ہی اسکی مخالفت کا اعتبار کرنا  
لما راہ ہواہ و غلب علیہ من عدم چاہئے اسلیے کہ وہ دلائل کی رعایت نہیں کرتا۔  
تحریرہ و تقواہ و مبالغۃ فی سب بلکہ اس پر اسکی خواہش نفس غالب آگئی اسکے  
العلماء غلط اور صحیح میں فرق نہ کرنے اور صاحب تقویٰ  
(کف الرعاع عن محرمات اللہ و السماع ص ۳۱۰) نہ ہونے اور علماء کی شان میں گستاخی اور عیب



جوئی کرنے کی وجہ سے اس پر دنیا و آخرت  
میں رسوائی غالب آگئی اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم  
کے احوال سے بچائے۔

مزید لکھتے ہیں:

ان العلماء لا یقیمون لابن حزم  
واصحابہ وزناً . (ص ۲۱۵)  
کہ علماء کرام ابن حزم اور اس کے ساتھیوں کی  
کسی رائے کو کوئی وزن نہیں دیتے۔

یہ تو ابن حزم کے بارے میں مختصر سا کلام تھا اور یہ اس لیے نقل کیا کیونکہ امام ذہبی کو  
غلط فہمی اسی کے کلام سے ہوئی تھی جیسا کہ امام ذہبی نے خود تحریر کیا ہے: کہ

وقال ابن حزم: کان يقول: ان روح  
رسول الله صلى الله عليه وسلم قد  
بطلت قد و تلاشت وما هي في الجنة  
ابن حزم نے کہا کہ ابن فورک کہتا ہے کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک فنا ہو چکی  
ہے اور وہ جنت میں بھی نہیں ہے۔  
(سیر الاعلام النبلاء، ۱۷: ۲۱۶)

اب آئیں امام ذہبی کی اصل عبارت کی طرف تو اس میں امام ذہبی کی عبارت  
متناقض ہے جیسا کہ امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

وقال الذهبي: ابن فورک خير من ابن امام ذہبی نے فرمایا کہ امام ابن فورک ابن  
حزم واجل واحسن نحلة.  
حزم سے بہتر ہے اور اس سے بڑا اور اچھا عالم  
ہے۔ (طبع جدید ۱۳۲/۴)  
(طبقات ۵۳: ۳ بیروت)

مزید لکھتے ہیں:



واما قول شيخنا الذهبي انه مع دينه ذہبی کا کہنا کہ وہ باوجود دیندار ہونے کے تنگ  
 صاحب فلتة وبدعة فکلام متہافت - نظر اور بدعتی تھے تو ذہبی کا یہ کلام متضاد ہے  
 فانه يشهد بالصلاح والدين لمن يقضي اسلیے کہ وہ اسی شخص کے بارے میں صلاح  
 عليه بالبدعة ثم ليت شعري ما الذي و دین کی شہادت دے رہے ہیں کہ جس پر خود  
 يعنى بالفلتة فان كانت قيامه في الحق ہی بدعت کی تہمت لگا رہے ہیں میری سمجھ میں  
 كما نعتقد نحن فيه فتلک من الدين یہ بات نہیں آئی کہ اس تنگ نظری (فلتة)  
 فان كانت في الباطل فهي تنافي سے کیا مراد ہے اگر تو یہ حق کے لیے ہے جیسا  
 الدين واما حکمہ بان ابن فورک کہ ہم اسکا اعتقاد رکھتے ہیں تو یہ فلتة دین میں  
 خير من ابن حزم فهذا التفضيل امرہ سے ہے (جو کہ صحیح ہے) اور اگر فلتة فی الباطل  
 الى الله تعالى ونقول شيخنا ان كنت مراد ہے تو یہ دین کے منافی ہے اور ذہبی کا یہ  
 تعتقد فيه ما حکیت من انقطاع کہنا کہ ابن فورک ابن حزم سے بہتر ہے تو  
 الرسالة فلا خير فيه البتة والا فلم لا اس تفضیل کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور ہم  
 نبهت على ان ذلك مكذوب عليه اپنے شیخ (ذہبی سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کا  
 لئلا يغتر به اعتقاد ابن فورک کے بارے میں وہی ہے  
 (طبقات الشافعية الكبرى ۵۵: ۳ لئلا يغتر به) جسکی آپ نے حکایت کی ہے (کہ نبی اکرم  
 (طبع جدید ۱۳۳/۲) صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت منقطع ہو چکی تو  
 اس (ابن فورک) میں قطعاً کوئی بھلائی  
 و بہتری نہیں ہے اور اگر ان کا یہ عقیدہ نہیں تو



آپ نے اس بات پر تنبیہ کیوں نہیں کی کہ یہ  
ابن فورک پر جھوٹ باندھا گیا ہے تاکہ لوگ  
اس سے دھوکہ میں نہ پڑیں۔

## مسئلہ حیات الانبیاء اور علمائے دیوبند

ہر مسئلہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی علمائے دیوبند دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔ اور یہ  
عجیب اتفاق ہے کہ دونوں گروہ اپنے متفقہ اسلاف کو اپنے حامی اور اپنا ہم مسلک ثابت  
کرتے ہیں اور مزید عجیب بات یہ ہے کہ دیوبندیوں کے بڑوں کی عبارات و اقوال اتنی متضاد  
ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ کیا گورکھ دھندہ ہے۔ ایک گروہ عقیدہ حیاۃ النبی کو شرک اکبر  
بتاتا ہے تو دوسرا اسی کو عین جزو ایمان بتا رہا ہے۔ اصل میں یہ اللہ جل مجدہ الکریم کا ان لوگوں  
سے انتقام ہے کہ ان لوگوں نے عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اہل سنت کو ناروا طور پر  
مشرک کہا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے جو ان کو مشرک کہیں۔ سچ کہتے ہیں خدا کی  
لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ آپس میں بدعتی، مشرک، گستاخ بھی  
فتوؤں کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ لیکن اکابرینِ دیوبند چاہے وہ حیاتِ جسمانی دنیوی کے قائل ہوں  
یا منکر وہ اپنی جگہ پر ولی اللہ بنے ہوئے ہیں نہ بدعتی نہ مشرک اور نہ ہی گستاخ رسول۔ تو ان  
تمام رویوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ اختلاف محض دکھاوا ہے کہ اگر کوئی خوش عقیدہ شخص  
ملے تو اس کو گمراہ کرنے کے لیے ایک گروہ کھڑا ہو جائے دیکھیں جی ہم تو حیات الانبیاء کے  
قائل ہیں اور اگر کوئی زاہد خشک دستیاب ہو تو اس کو دوسرا گروپ کہے کہ دیکھیں جی ہم تو وحید



میں اتنے پختہ ہیں کہ انبیاء کرام کو بھی عام مردوں کی صف میں شامل کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ) جیسے یہ لوگ سیاسی طور پر ہمیشہ دو گروپوں میں تقسیم رہے ہیں۔ ایک حکومت وقت کے حق میں دوسرا حکومت کے خلاف تاکہ ہر طرف سے دنیاوی فائدہ حاصل کیا جاسکے۔ چونکہ یہ لوگ انگریز کے پروردہ ہیں اس لیے اس کی چال چل رہے ہیں بھی پاکستان بننے کے خلاف صرف چند پاکستان کے حق میں تاکہ اگر بن جائے تو وہاں سے فائدہ نہ بنے تو ہندو خوش۔ اور ان سے فائدہ حاصل کریں گے۔ اور تاریخ بتا رہی ہے کہ ان لوگوں نے اسی طرح دنیاوی فوائد حاصل کیے ہیں۔

بہر حال ہم یہاں کچھ علمائے دیوبند کے حوالے صرف اس لیے پیش کر رہے ہیں کہ الحمد للہ مسلک حق اہل سنت کی سچائی ظاہر ہو جائے کیونکہ مثل مشہور کہ الفضل ماشہد ت بہ الا عداء۔

### علمائے دیوبند کے تیس بزرگوں کا فتویٰ:

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة  
صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ  
الشریف و حیو تہ صلی اللہ علیہ  
وسلم دنیویۃ من غیر تکلیف وہی  
مختصة بہ صلی اللہ علیہ وسلم  
وبجميع الانبياء صلوات اللہ علیہم  
والشهداء برزخية کماہی حاصلة

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے  
ز نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر  
مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا  
کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات  
مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم  
السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو  
حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو



لسائر المؤمنین بل لجميع الناس ..... پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت  
 ..... فثبت بهذا ان حياته صلى الله عليه وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس  
 دنیویہ برزخية لكونها في عالم معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل  
 البرزخ  
 (المحمد علی الفند ص ۲۸) ہے۔

اور جناب مولوی حسین احمد ٹانڈوی (مدنی) نے لکھا ہے:  
 ”آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین و شہداء کو حاصل ہے بلکہ  
 جسمانی بھی اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر ہے“  
 (مکتوبات شیخ الاسلام: ۱۵۳)

جناب مولوی محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے لکھا ہے:  
 ”تمام اہل سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ  
 والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات  
 انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ  
 حیات حسی اور جسمانی ہے۔“  
 (حیات نبوی ص ۲)

مولوی شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں  
 کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان اور اپنی قبر منورہ میں اذان و اقامت کے  
 واقامة ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔



(فتح الملہم شرح مسلم ۳: ۴۱۹)

**دوسری جگہ انہی نے لکھا ہے:**

ودلت النصوص الصحيحة على  
حياة الانبياء عليهم الصلوة والسلام  
نصوص صحيحة اس چیز پر دلالت کرتے ہیں کہ  
حضرات انبیاء کرام زندہ ہیں جیسا کہ عنقریب  
بیان ہوگا۔

کما سیأتی  
(فتح الملہم ۱: ۳۲۵)

**مولوی خلیل احمد سہارنپوری:**

ان النبي صلى الله عليه وسلم حي  
في قبره كما ان الانبياء عليهم  
الصلوة والسلام احياء في قبورهم  
بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ  
میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر تمام انبیاء علیہم  
الصلوة والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔  
(بذل الجھود ۲: ۱۱۷)

**مفتی عزیز الرحمن صاحب نے لکھا:**

”اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات  
شہد اکی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے۔“

(فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل ۵: ۴۷۱)

**مولوی احمد رضا بجنوری صاحب انوار الباری نے لکھا:**

یہاں ایک مختصر ضروری اشارہ یہ بھی کر دینا مناسب ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ  
علیہ نے جب صاحب تلخیص اور امام الحرمین کی یہ تحقیق نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مال بوجہ



حیات بدستور آپ کی ملک میں رہا اور دوسری طرف موت کو بھی ماننا ضروری ہے بوجہ نصوص قرآنی و احادیث تو اشکال پیش آیا کہ موت تسلیم کر لینے پر تو انتقال ملک وغیرہ احکام ثابت ہوں گے۔  
تو علامہ موصوف نے اس اشکال کو اس طرح رفع کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت غیر مستمر ہے اور انتقال ملک وغیرہ کے احکام مشروط ہیں۔ موت مستمر کے ساتھ (نہ کہ موت آنی کے ساتھ) (ملفوظات محدث کشمیری ص ۱۳۴)

جناب مولوی انور شاہ کشمیری سے مولوی احمد رضا بجنوری نقل کرتے ہیں:  
درس بخاری شریف میں باب ”نفقة نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاته“ پر فرمایا کہ:  
”انبیاء کرام اپنی قبور میں احیاء ہیں اس لیے لامحالہ ازواج مطہرات کو نفقہ خدا کے مال یعنی بیت المال سے جاری رہا۔

(ملفوظات محدث کشمیری ص ۱۳۱)

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مولوی محمد قاسم نانوتوی کے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابنائے دیوبند خود مختص کی حالت میں ہیں اور حقیقتاً دیوبندیوں کے دونوں گروہ نانوتوی صاحب کے عقیدہ حیات الانبیاء کے مخالف ہیں اصل میں دیوبندیوں کے عقائد عام طور پر وقتی ہوتے ہیں جیسا دوردیکھا ویسا عقیدہ بنالیا۔

جب امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارات پر مواخذہ فرمایا اور دیگر کفریہ عبارات کے تحت علماء حرمین شریفین سے (حسام الحرمین) نامی فتویٰ حاصل کیا تو ابنائے دیوبند میں کھلبلی مچ گئی اور رافضیوں کی طرح چند مجتہدین نے بیٹھ کر نئے عقائد ترتیب دیئے اور حقیقت میں امام اہل سنت کی تائید کر دی کہ جو عقائد انہوں نے ہماری (دیوبندیوں) کی طرف منسوب کئے ہیں وہ ہمارے نہیں ہیں۔ بلکہ



ہمارے نزدیک بھی وہ کفر ہیں۔ ہمارے (نئے) عقائد یہ ہیں اور علمائے حریم کے سامنے الحمد نامی کتابچے کے ذریعے عقائد لکھ کر تائید حاصل کی۔

انہی عقائد میں سے ایک مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جبکہ ایک مسئلہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق تھا۔ پرانا عقیدہ تو یہی تھا کہ معاذ اللہ ”میں بھی ایک دن مرکز میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان)

لیکن علمائے حریم کے سامنے بالکل اس کے الٹ لکھ کر تائید فتویٰ حاصل کر لیا۔ اسی طرح چونکہ اس وقت حریم شریفین کی خادمی اہل سنت کے پاس تھی اور وہ علمائے اہل سنت نجدیوں کے سخت مخالف تھے اس لیے انہوں نے علماء دیوبند سے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں سوال کیا۔ وہ سوال اور اس کا جواب قارئین کی ذوق طبع کے لیے درج کر رہا ہوں تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ یہ حضرات کس طرح اپنے عقائد و اقوال وقت کے مطابق ڈھالتے اور بدلتے ہیں۔

### بارہواں سوال

### السوال الثانی عشر

قد کان محمد بن عبد الوہاب النجدی یستحل دماء المسلمین و اموالہم و اعراضہم کان ینسب الناس کلہم الی الشریک ویسب السلف فکیف ترون ذلک و هل تجوزون تکفیر السلف و المسلمین و اهل القبلة ام کیف مشربکم

محمد بن عبد الوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے تمہارا؟



## الجواب

الحکم عندنا فیہم ما قال صاحب الدر المختار و خوارج ہم قوم لہم منعة خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفروا معصیۃ تو جب قتالہ بتاویلہم یستحلون دمانا و اموالنا ویسبون نسائنا الی ان قال و حکمہم البغاة ثم قال فکفرہم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا و قال الشامی فی حاشیتہ کم وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوہاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانو یتحلون؟ مذهب الحنابلۃ لکنہم اعتقدوا انہم ہم المسلمون وان من خالف اعتقادہم بذلک قتل اہل السنۃ و قتل علمائہم حتی کسر اللہ شوکتہم (المہندی علی المفند ۳۶۵۳۳)

ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے۔ اس تاویل سے لوگ ہمارے جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں آگے فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لیے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے:

جیسا کہ ہمارے زمانے میں (محمد بن عبدالوہاب) کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ



تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔

یہ علمائے دیوبند کا متفق علیہ فیصلہ اس وقت تھا جبکہ نجدیوں کی شوکت اللہ تعالیٰ نے توڑ دی تھی مگر شومئی قسمت کہ ملت اسلامیہ کے ازلی دشمن یہود و نصاریٰ کی مدد اور ملی بھگت کے ساتھ جب نجدی ظلماً حرمین طہیین پر قابض ہو گئے تو ادھر ابنائے دیابنہ نے بھی اپنا مسلک و فیصلہ تبدیل کر لیا اب شاید ہی کوئی دیوبندی ہوگا جو کہ نجدیوں کے خلاف ہوگا بلکہ اب عقیدہ و فیصلہ کیا ہے۔ تو اس سلسلہ میں دیکھئے کہ دیابنہ کے امام وقت کیا تحریر فرماتے ہیں۔

”محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکار مسلکاً حنبلی ہیں جو مقلدین ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ان کی کتابوں کی خوب نشر و اشاعت کرتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب باوجود حنبلی ہونے کے سطحی ذہن کے آدمی تھے اور تو حید و سنت کے خوب داعی تھے۔ ان سے وقتی مصلحت کے پیش نظر کچھ عوامی غلطیاں سرزد ہو چکی تھیں جن کی وجہ سے وہ عوام میں خاصے بدنام ہو چکے تھے۔ اور علامہ شامی اور حضرت مدنی جیسے بزرگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن ان کے بارے میں صحیح نظریہ وہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے و لتفصیل مقام آخرا نگریز نے ان کو اپنی سیاسی بقاء کے لیے انہیں بہت بدنام کیا۔“

(تسکین الصدور ص ۲۶۶)

اور جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کا اس بارے میں کیا نظریہ تھا جس کی طرف صاحب تسکین الصدور نے اشارہ کیا تو وہ بھی دیکھ لیں۔ وہ کہتے ہیں:

”محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں جن کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان

کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔“



۰ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵)

بہر حال جملہ معترضہ کے طور پر یہ ایک نمونہ ہے کہ علمائے دیوبند نظریہ ضرورت کے تحت اپنے نظریات و عقائد تبدیل کرتے رہتے ہیں اور عام طور پر افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں جس کے ثبوت کے لیے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کی بنیظیر تصنیف ”زلزلہ“ کا مطالعہ مفید ہے۔

اسی افراط و تفریط کے مسائل میں ایک مسئلہ ”حیۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام“ بھی ہے۔ کچھ دیوبندی حضرات تو برزخی زندگی کے بھی قائل نہیں ہیں یعنی جسم اقدس کے ساتھ روح کا بالکل تعلق مانتے ہی نہیں اور کچھ قبر میں حقیقی دنیاوی زندگی کے قائل ہیں اور ان دونوں گروہوں کے برعکس بانی دارالعلوم دیوبند جناب مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ہی منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک آن کے لیے بھی ”موت“ واقع نہیں ہوئی اور آپ کی روح مقدسہ کا آپ کا جسد اقدس سے اخراج ہوا ہی نہیں۔ فیاللعجب!

جناب قاسم نانوتوی نے تحریر کیا:

”ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔ فقط مثل نور اور چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لیے سماع انبیاء علیہم السلام بعد وفات زیادہ قرین قیاس ہے۔ اور اسی لیے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۱۶)

دوسری جگہ لکھا ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے۔ اس میں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔“



(آب حیات ص ۳۷)

اور ایک جگہ اس طرح لکھا ہے:

”بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہاں استعار حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے..... بالجملہ جیسے حیات نبوی صلعم اور حیات مومنین امت میں فرق ہے..... ایسے ہی موت نبوی صلعم اور موت مومنین میں بھی فرق ہے۔“

(آب حیات ص ۱۶۸، ۱۶۹)

یہ شخص یعنی بانی دارالعلوم دیوبند صاحب پوری امت محمدیہ کے علمائے حق کے خلاف بلکہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کے خلاف ایک ایسا عقیدہ اپنانے کے باوجود آجکل کے نام نہاد توحید پرستوں کے نزدیک نہ تو مشرک ٹھہرا اور نہ ہی بدعتی بلکہ ان کے نزدیک حجۃ اللہ علی العالمین، شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، آیۃ من آیات اللہ اور فتانی اللہ اور فتانی الرسول ہے۔ فیاللجب!

”اور اس کے برعکس امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب وفات (آنی) ماننے کے باوجود قابل گردن زدنی ہیں۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جناب مولوی سرفراز صاحب لکھنوی لکھتے ہیں:

”اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے اور وفات کا لفظ آپ کے حق میں بولنا بالکل درست اور صحیح ہے لیکن وفات کے بعد آپ کو پھر حیات مرحمت ہوئی..... جمہور علماء اسلام موت کا معنی انفاک الروح عن الجسد ہی کرتے ہیں۔“

(تسکین الصدور ۲۱۶)

جب تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں تو مولوی قاسم صاحب جو اس نظریہ کے حامل



نہیں ہیں وہ مسلمان ٹھہرے یا کہ نہیں؟ اور کیا ان پر اس آیت کریمہ کا حکم لاگو ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ  
الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ  
مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا.  
(سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۵)

اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق  
راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے  
جدارہاہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں  
گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی  
بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

تو کیا یہ شخص مسلمانوں کے راستہ سے جدا چلایا کہ نہیں؟

اور شاید اس بات کو جانتے ہوئے ہی صاحب تسکین الصدور نے یہ واضح جھوٹ لکھ  
مارا کہ:

”اور بعض علمائے ملت جن میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند بھی  
ہیں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا یہ معنی کرتے ہیں:

کہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف و جوانب  
سے قبض کر لیتے ہیں اور سوائے ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں۔“

(جمال قاسمی ص ۱۵ ، تسکین الصدور ص ۲۱۶)

اب جناب مولوی صاحب سے سوال یہ ہے کہ وہ بعض علماء ملت جن کی طرف آپ نے  
اشارہ فرمایا ہے وہ کون ہیں کتنے ہیں؟ ان کے اسماء گرامی کیا ہیں؟ اہل سنت سے ہیں یا کہ نہیں؟ اور  
وہ کس دور کے ہیں؟ ترتیب وار جواب دیں۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ مولوی مذکور صاحب ہرگز ہرگز  
ان سوالوں کے جواب نہیں دیں گے۔



اب یہاں پر جناب مولوی سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

”الغرض حضرت نانوتوی نے کیسی صاف گوئی سے یہ واضح کر دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا عقیدہ ضروری ہے اور علمی یا ذوقی طور پر بعض دیگر علماء کرام کی طرح موت کا جو معنی انہوں نے بیان فرمایا ہے اس کو نہ تو وہ عقائد ضروریہ سے سمجھتے ہیں اور نہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم و تبلیغ کرتے ہیں۔“ (تسکین الصدور ۲۱۷)

اب مولوی صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے۔ اگر یہ علمی اور ذوقی عقیدہ ومعنی ہے تو کیا نانوتوی صاحب کے علاوہ آپ سمیت پوری ذریت دیوبندیہ بدذوق اور بے علم ہے کہ انہوں نے یہ عقیدہ ومعنی نہ اپنایا۔؟

اور اگر یہ عقیدہ ومعنی صحیح تھا تو اس کی تعلیم و تبلیغ ہونی چاہیے تھی

اور اگر یہ عقیدہ ومعنی غلط ہے اور یقیناً غلط ہے تو اس سے جناب نانوتوی صاحب کو تائب ہونا چاہیے تھا۔ لیکن غلط عقائد سے تائب ہونا اس کا تو دیوبندیوں کے یہاں دستور ہی نہیں ہے۔ اور پھر یہ کہنا

”اور نہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم و تبلیغ کرتے ہیں“ بلفظہ

تو جناب عالی کیا آپ کے نزدیک تبلیغ صرف بستر باندھ کر اور کاندھے پر اٹھا کر ہی کی جاتی ہے۔؟ اور نانوتوی صاحب نے بستر نہیں اٹھایا۔

کیا کتب لکھنا اور بار بار اس عقیدہ کا اظہار و تحریر کرنا تعلیم و تبلیغ نہیں تو اور کیا ہے؟

اس معنی و عقیدہ کے ثبوت کے لیے تو جناب نانوتوی صاحب نے مستقل ضخیم کتاب

”آب حیات“ کے نام سے لکھی اور پھر وہ کتاب شائع بھی ہوئی۔ کیا یہ تعلیم و تبلیغ نہیں ہے؟

اور یہ مسئلہ اپنی دیگر کتب مثل: جمال قاسمی ”اور لطائف قاسمیہ میں بھی بیان کیا تو اگر اب



بھی کوئی کہے کہ یہ تعلیم و تبلیغ نہیں ہے تو یہ اس کے دماغ کا پھیر ہے یا پھر واقعی وہ شخص سمجھتا ہے کہ تبلیغ صرف لوٹے اور بستر اٹھا کر کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ اس کا تصور بھی نہیں ہے۔

اب دوسرے گروہ کی سینے کہ جو ہر اس شخص کو بدعتی بلکہ مشرک قرار دیتا ہے جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر منورہ میں زندہ تسلیم کرتا ہے یا آپ کے جسد اقدس جسد عنصری سے آپ کی روح مقدسہ کا تعلق مانتا ہے۔ وہ یہ تو تسلیم کرتا ہے کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ مولوی محمد حسین نیلوی کہتا ہے:

گروہ نمبر ۱۔ جسد اطہر سے روح مبارک حضرت کی خارج ہی نہیں ہوئی بلکہ اندر ہی اندر سمٹ کر رہ گئی اور پہلے سے زیادہ حیات قویہ ہو گئی ہے۔ یہ ہے مسلک حضرت قاسم العلوم والخیرات نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا.....

جمال قاسمی ص ۱۵ میں واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام کے ارواح کا اخراج نہیں ہوتا“

حضرت نانوتوی جس معنی سے موت مانتے ہیں یہ معنی متعارف نہیں بلکہ حضرت موت بمعنی ”ستر الحیاة لیتے ہیں۔“ (ندائے حق ۱: ۵۷۲)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”لیکن حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمائی ہے۔“ (ندائے حق ۱: ۶۳۶)

ایک اور جگہ لکھا ہے:

”مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن و حدیث کی نصوص و اشارات کے خلاف جمال قاسمی ص ۱۵ میں فرماتے ہیں: ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج



نہیں ہوتا۔“

(ندائے حق ۷۲:۱)

بہر حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہ نہیں جو دوسرے علماء کا ہے۔

(ندائے حق ۷۲۰:۱)

اب جب اتنے حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ جناب نیلوی صاحب کے نزدیک جناب نانوتوی صاحب قرآن و حدیث کی نصوص اور علمائے امت کے خلاف مسلک رکھتے ہیں، تو اب ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب نیلوی صاحب کا نانوتوی صاحب کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا جو کہ صرف علامہ ابن فورک کو محض اس لیے بدعتی ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرانور میں حقیقی جسمانی اور دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ مانتے ہیں۔

اور علامہ سبکی امام ابو بکر قسطلانی شارح بخاری قطب وقت امام شعرانی اور امام علامہ ابن حجر مکی صرف قبر میں حیاۃ النبی ماننے کی وجہ سے غالی کا لقب پا چکے ہیں۔ (ندائے حق ۵۰۳:۱)

تو آئیے دیکھئے کہ جناب نیلوی صاحب منکروفات النبی نانوتوی صاحب کے بارے میں

کیا فرماتے ہیں:

”اب میرے اس قول سے یہ نہ سمجھ لینا کہ حضرت نانوتوی کے حق میں گستاخی کر گیا ہے

اور مرزا گاگاں کے مساوی قرار دے گیا ہے۔ والعیاذ باللہ! میرے ہاتھ اور زبان جل جائیں اگر ان کے حق میں گستاخی کروں ہمیں قرآن تو یہ سے یہ یقین ہے کہ آپ فانی الرسول تھے، حد عشق رسول میں انتہا کو پہنچ چکے تھے۔“ (ندائے حق ۵۷۵:۱)

حضرات قارئین کرام! دیکھئے یہ لوگ ہیں قرآن و حدیث کے نام نہاد مبلغ اور توحید کے

پر چاری۔ یہ ہے میزان عدل۔ اور یہ ہے قرآن کریم کے حکم: اعدلو وھو اقرب للتقویٰ پر عمل۔



جناب نیلوی صاحب کیا اگر نانوتوی صاحب فنا فی الرسول تھے تو امام محمد بن الحسن بن نورک امام تقی الدین السبکی، امام عبدالوہاب الشعرانی اور امام ابن حجر مکی کیسے بدعتی اور غالی ہو گئے۔ گستاخ رسول تو فنا فی الرسول کے رتبہ پر فائز ہو گئے اور عشاقِ رسول بدعتی اور غالی بن گئے۔

(فیاللعجب)

اَللّٰہی عقل ایسی کسی کو خدا نہ دے

دے آدمی کو موت مگر یہ بدادانہ دے

شُبہ: اور اگر یہ ذہن میں آئے کہ ایسے معنی کرنا جیسے کہ نانوتوی صاحب نے کیے ہیں یہ تو واقعی محبت رسول کے متقاضی ہیں اور جناب نانوتوی تو واقعی عاشق رسول تھے۔

توبات یہ نہیں ہے۔ دراصل جناب نانوتوی صاحب ہر مسئلہ میں جمہور امت کے خلاف چلے ہیں۔ جیسے انہوں نے یہاں موت کے معنی بھی جمہور امت کے خلاف کر کے ایک نیا فتنہ برپا کر دیا تھا۔ وہ خاتم النبیین کا معنی عجیب و غریب کیے ہیں ایسے ہی انہوں نے ”تحذیر الناس“ نامی کتاب میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی، عوام کا خیال بتاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور نبی آنے کا عقیدہ رکھتے ہوئے خاتم النبیین کا معنی قادیانیوں کو خوش کرنے کے لیے ان کی مرضی کے مطابق کر دیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مرزا قادیانی نے ان سے ہی یہ معنی کشید کیا ہے۔

اور اگر نانوتوی صاحب انفاک الروح عن الجسد کے معروف معنی کو چھوڑ کر استتار الروح فی الجسد کا نظریہ پیش کر کے اور یہ کہہ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم متصف بحیات بالذات ہیں فنا فی الرسول ہیں تو وہ یہی الفاظ و نظریہ دجال لعین کے لیے اپنانے پر فنا فی الدجال کیوں نہیں ٹھہرے؟

اب آپ جناب نانوتوی صاحب کی دجال کے بارے میں عبارت و عقیدہ پڑھیں اور پھر سوچیں کہ یہ کتنے بڑے عاشق رسول ہیں۔



”جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ منشائیت ارواح مومنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشائیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوگا اور اس وجہ سے اس کی حیات قابل انفاک نہ ہوگی اور موت و نوم میں استتار ہوگا۔ انقطاع نہ ہوگا اور شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن صیاد جس کے دجال ہونے کا صحابہ کو ایسا یقین تھا کہ قسم کھا بیٹھے تھے۔ اپنے نوم کا وہی حال بیان کرتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا یعنی بشہادت احادیث وہ بھی کہتا تھا کہ تنام عینای ولا ینام قلبی اور اس وجہ سے خیال مذکور یعنی دجال کا منشا و مولد ارواح کفار کو ہونا اور پھر اس کے ساتھ ابن صیاد ہی کا دجال ہونا زیادہ تر صحیح ہوا جاتا ہے اور اس کی صحت کا گمان قوی ہوا جاتا ہے۔“ (آب حیات، ۱۶۹)

معاذ اللہ، استغفر اللہ! گستاخی اور بے باکی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان (دیوبند) میں اس کی کوئی حد و انتہا ہے ہی نہیں۔

یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ آقائے کل جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک روح الارواح ہے۔ اور آپ کی ذات مقدسہ تمام ممکنات کے لیے منشاء وجود ہے۔ لیکن دجال لعین کے لیے منشائیت ارواح کفار کا قول کرنا کہاں کی دانشمندی و علمی اور ذوقی بات ہے۔ بھلا بتلاؤ یہ بھی کوئی عقلمندی ہے۔ تو بندہ تھا خدا کا اور اب تو دیوبندی ہے۔

ان لوگوں کا بھی عجیب معاملہ ہے کبھی تو شیطان کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم بتائیں (براہین قاطعہ) اور کبھی دجال لعین کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ٹھہرائیں اور پھر صرف یہی نہیں کہ دجال کو متصف بحیات بالذات جان کر اس کے حق میں امتناع انفاک حیات کا قول کرنا بلکہ دجال کی موت اور نیند کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور نیند سے پورا پورا تطابق



کرنے کے لیے ”تمام عینای ولاینام قلبی“ کا وصف نبوت بعینہ دجال لعین کے لیے ثابت کرنا اور اس کے ثبوت میں خود دجال کے قول کو دلیل بنانا یہ سب کچھ کیا ثابت کرتا ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا دجال لعین؟

بقول شاعر۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

کبوتر با کبوتر باز باباز!

علمائے دیوبند کے بارے میں ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے اس بحث کو اس جگہ ختم کرتے ہیں۔

## غیر مقلدین اور مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غیر مقلدین دہابیہ نجدیہ (حیۃ النبی فی القبر) کے متقدمین کی اکثریت تو حیۃ النبی فی القبر کی قائل تھی لیکن بعد میں اس کے منکرین پیدا ہوتے گئے اور اب تو اکثریت اس کی منکر ہو چکی ہے۔ اور جو مانتے ہیں وہ بھی صرف برزخی زندگی جیسی کہ عام لوگوں کو قبور میں حاصل ہے۔ اس سے زیادہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کو حیثیت دینے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ یہاں ہم چند غیر مقلدین کے بھی حوالے پیش کرتے ہیں تاکہ ہمارا موقف زیادہ واضح ہو جائے۔

جناب قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی صاحب فرماتے ہیں:

(والا حادیث) فیہا مشروعیۃ الا کثار  
اور ان احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر  
من الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ  
جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے  
وسلم یوم الجمعة وانہا تعرض علیہ  
کی مشروعیت ہے اور بے شک درود شریف آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم وانہ حی فی قبرہ  
صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جاتا ہے اور بلا شک و



..... وقد ذهب جماعة من الحققين  
 الى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 حيى بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته  
 وان الانبياء الايبلون مع ان مطلق  
 الادراك كالعلم والسمع ثابت  
 لسائر الموتى. وورد النص فى كتاب  
 الله فى حق الشهداء انهم احياء يرزقون  
 وان الحياة فيهم متعلقة بالجسد فكيف  
 الانبياء والمرسلين.  
 (نيل الاوطار ۳: ۲۳۸)

شبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور  
 بے شک محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے  
 کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد  
 زندہ ہیں اور اپنی امت کے نیک کاموں سے  
 خوش ہوتے ہیں اور بے شک انبیاء کرام کے  
 اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے جبکہ مطلق ادراک جیسے  
 علم اور سماع تو سب قبر والوں کے لیے ثابت  
 ہے۔ اور شہداء کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کی  
 کتاب قرآن مجید میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ  
 زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی یہ  
 حیات جسم کے ساتھ ہے حضرات انبیاء و مرسلین کی  
 حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہوگی۔

شوکانی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ چونکہ شہداء عظام کی حیات فی القبر جسمانی  
 ہے تو انبیاء کرام کی حیات بطریق اولیٰ حقیقی و جسمانی ہوگی۔ کیونکہ انبیاء کے اجسام تو بالاتفاق صحیح و سالم  
 ہوتے ہیں اور یہ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے پاک ہوتے ہیں۔

**علامہ شوکانی ہی ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:**

وانه صلى الله عليه وسلم حيى فى قبره  
 بعد موته كما فى حديث الانبياء احياء  
 فى قبورهم. وقد صححه البيهقى  
 نبى اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنی قبر  
 میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء  
 کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور امام بیہقی نے اس



والف فی ذلک جزءاً قال الاستاذ ابو منصور البغدادی. قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاته (انتہی) (نیل الاوطار ۵: )

حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ استاذ ابو منصور البغدادی نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب میں متکلمین اور محققین کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں۔

### نواب صدیق الحسن بھوپالوی صاحب لکھتے ہیں:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احياء فی قبورهم وقد صححه البیہقی. (السراج الوہاج شرح مسلم ۱: ۵۰۴)

بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال مقدس کے بعد اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس حدیث کی امام بیہقی نے تصحیح فرمائی۔

### یہی نواب صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اس کے اذان اور اقامت کے ساتھ وکذلک الانبیاء۔“ (الشمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ ص ۵۲)

جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب سلفی لکھتے ہیں:

”اہل سنت کے دونوں مکاتب فکر کے اصحاب الرائے اور اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہیں۔ برزخ میں وہ عبادات، تسبیح و تہلیل فرماتے ہیں۔ ان کو رزق بھی ان کے حسب حال اور حسب ضرورت دیا جاتا ہے۔“

انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں۔ صحیح احادیث میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق عبادات وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ (تحریک آزادی فکر ۲۸۵)



### مولوی عطاء اللہ حنیف نے لکھا ہے:

انهم احياء في قبورهم يصلون وقد قال  
النبي صلى الله عليه وسلم من صلى  
على عند قبري سمعته ومن صلى على  
نائيا بلغته.  
(التعليقات السلفية على سنن النسائي ۱: ۲۳۷)

حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز  
پڑھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا  
ہے تو میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا  
ہے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

### مولوی شمس الحق عظیم آبادی نے لکھا ہے:

فان الانبياء في قبورهم احياء قال ابن  
حجر المكي و ما افاده من ثبوت حياة  
الانبياء حياة بها يتعبدون ويصلون في  
قبورهم مع استغنائهم عن الطعام و  
الشراب كالملئكة..... وقد ذهب  
جماعة من المحققين الى ان رسول الله  
صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته  
وانه يسر بطاعات امته.....  
(عون المعبود شرح ابوداؤد ۱: ۴۰۵)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور  
میں زندہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ  
انبیاء کی حیات ایسی ہے کہ وہ عبادت کرتے ہیں  
اور اپنی قبور میں نمازیں ادا کرتے ہیں اور ملائکہ کی  
طرح کھانے پینے سے مستغنی ہیں..... اور  
محققین کی ایک جماعت کا یہی دعویٰ ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ  
ہیں اور اپنی امت کے نیک اعمال پر خوش ہوتے  
ہیں

اس عبارت میں: انه يسر بطاعات امته (کہ وہ اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے  
ہیں) قابل غور ہے۔ یہ عبارت شوکانی نے بھی نقل کی ہے جیسا کہ گذرا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی امت نیک اعمال کر رہی



ہے یا کہ نہیں لازم آیا تو آپ پر اعمال پیش ہوتے ہیں جیسا کہ احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ یا پھر آپ خود اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ قرآن میں حکم خداوندی ہے۔

اعْمَلُوا فَاَسِيرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ  
عمل کرو اللہ اور اس کا رسول تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

(پارہ ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۰۵)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس طرف اشارہ بھی فرمایا ہے جس کا حوالہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔

وکیل و ہابیہ جناب مولوی وحید الزماں صاحب نے لکھا ہے:

”توکل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح و سالم مع جسم صحیح و سالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں۔ اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ مترجم ۱: ۴۵۶)

غیر مقلدین کے شیخ الکل جناب مولوی میاں نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں:

”اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہے لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔“

(فتاویٰ نذیریہ ۵۲: ۵۱ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۹: ۲۸۲، ۲۸۳)

**جناب حافظ محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:**

”انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں اسی لیے وہاں تعظیم و تعذیب کی صورت ہے۔“



.....  
 حدیث! الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (فتح الباری) (الاعتصام ۲ شمارہ ۸ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۹: ۱۲۵)

حمد بن ناصر نجدی نے کہا ہے:

فان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فهم فی قبورهم طریون۔ بے شک اللہ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ اجساد الانبیاء کے اجسام کو کھائے پس وہ اپنی قبور میں (مجموعۃ رسائل النجد یہ ۲: ۶۵۲) تروتازہ ہیں۔



## حضرت امام محی الدین بن شرف النووی فرماتے ہیں:

ولیکن من اول قدومه الی ان یرجع اور اول حاضری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
مستشعر تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے لوٹے اور آپ  
ممتلی القلب ہیبتہ کانہ یراہ.... فیقول کے رعب و ہیبت سے اس کا دل بھر پور ہو گیا کہ  
السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو دیکھ رہے ہیں پھر اس  
طرح عرض کرے السلام علیک یا رسول اللہ صلی  
علیہ وآلہ وسلم۔  
(کتاب الایجاز فی المناکب للنووی ۴۶، ۴۷)

## حضرت امام ابوالحسن القادحی الحنفی م ۳۰۵ھ حج فرماتے ہیں:

ثم انھض الی القبر المکرم فاستقبلہ اور پھر قبر منورہ کی طرف بااداب اس طرح کھڑا ہو  
واستدبر القبلة مستحضرا جلالہ هذا کہ قبر شریف کی طرف منہ اور پیٹھ قبلہ کی طرف  
الموقف ملاحظا نظره السعید الیک ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت کو مد نظر رکھتے  
وسماعہ کلامک وردہ سلامک ہوئے کیونکہ یہ وہ مبارک جگہ ہے کہ آپ کی نظر  
وتأمینہ علی دعائک وقل السلام مبارک تجھ پر ہے اور وہ تیرا کلام سماعت فرما  
علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا رہے ہیں اور تیرے سلام کا جواب مرحمت  
حبیب اللہ فرماتے ہیں اور تیری دعا پر آمین فرماتے ہیں پھر

(غنیۃ الطالبین فی ما یجب من احکام الدین للقادحی یوں عرض گزار ہو۔ یا رسول اللہ آپ پر سلام اے  
حبیب اللہ آپ پر سلام ہو۔  
۱۱۵- مصر)

## حضرت امام عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی فرماتے ہیں:



ويقف كما يقف في الصلوة ويمثل زائر روضہ اقدس کے سامنے یوں کھڑا ہو جیسے  
 صورته الكريمة البهية صلى الله عليه قيام نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ  
 وسلم كانه نائم في لحده عالم به يسمع وسلم کی صورت مبارکہ کا تصور کرے گویا کہ آپ  
 كلامه ..... ويقول السلام محو اس راحت ہیں اور اس کا کلام سنتے ہیں تو  
 عليك يا نبي الله . چاہیے کہ زائر عرض کرے السلام عليك يا رسول  
 (الاختيار لتعليل المختار للإمام عبد الله - ۱: ۱۷۶)

### حضرت امام ابن الحاج المالکی فرماتے ہیں:

وقد قال علما ن نار حمة الله عليهم ان همارے علماء نے بیان فرمایا کہ زائر اپنے آپ کو  
 الزائر يشعر نفسه بانه واقف بين يديه خیال کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے  
 عليه الصلوة والسلام كما هو في حياته کھڑا ہوا ہے جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں  
 اذلا فرق بين موته و حياته کھڑا ہوا جاتا تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی  
 مشاهدته لأمته ومعرفة باحوالهم امت کو مشاہدہ فرمانے اور ان کے احوال اور ان  
 نياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك کی نیتیں وعزائم جاننے میں آپ کی حیات و وفات میں  
 عنده جلی الاخفا فيه کوئی فرق نہیں ہے اور یہ تمام اشیاء آپ کے سامنے  
 (المدخل لابن الحاج: ۲۵۹)

## حدیث انس رضی اللہ عنہ تحقیق کی کسوٹی پر

یہ روایت الحمد للہ بالکل صحیح ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں علماء و محدثین کے کئی حوالوں  
 سے ثابت ہوا لیکن اس کے باوجود بعض عظمتِ انبیاء کے منکر لوگوں نے اس کی صحیح سند میں کلام



کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی ناکام جسارت کی ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ چونکہ یہ حدیث حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقی جسمانی اور دنیاوی زندگی ثابت کرتی ہے اس لیے منکرین کی یہ کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس حدیث کو ضعیف ثابت کر کے اپنا غلط عقیدہ و مسلک عوام میں رائج کر سکیں۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے ہم ثابت کریں گے کہ یہ حدیث شریف ہر لحاظ سے قابل حجت و صحیح ہے۔

اس پر ابھی تک جو اعتراضات ہماری نظر سے گزرے ہیں ہم ان کو ترتیب وار نقل کر کے ان کے مسکت جوابات دیتے ہیں۔

### پہلا اعتراض:

اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد مولوی اسماعیل سلفی صاحب نے لکھا ہے:

اس حدیث کی سند میں حسن بن قتیبہ خزاعی ہے جس کے متعلق ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابن عدی کا قول ”لابأس به“ ذکر کر کے اپنی اور دوسرے ائمہ کی رائے ذکر فرمائی:

قلت بل هو هالك قال الدارقطني في رواية البرقاني متروك الحديث قال ابو حاتم ضعيف قال الازدي واهي الحديث قال العقيلي كثير الوهم ۲۴۱/۱ (یعنی آئمہ جرح و تعدیل کی نظر میں یہ ہالک متروک الحدیث ضعیف و اہی الحدیث اور کثیر الوہم ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ص ۲۴۶ ج ۱ میں ذہبی کی پوری عبارت نقل فرما کر اس جرح کی تصدیق فرمادی ہے۔ حافظ خطیب بغدادی نے بھی اسے واهي الحدیث اور متروک الحدیث فرمایا ہے (تاریخ بغداد جلد ۷، ص ۴۰۵)



(تحریک آزادی فکر اور حضرت شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۴۰۵)

## جواب

یہ اعتراض بالکل سطحی اور مردود ہے۔ کیونکہ ہمارے علم کے مطابق اس حدیث کا اپنی سند کے ساتھ اخراج کرنے والے محدثین کی تعداد کم از کم نو ہے۔

ان میں سے (۱) امام بیہقی نے حیاۃ الانبیاء ص ۱۵ میں (۲) امام بزار نے مسند البزار (کشف الاستار عن زوائد البزار ۳: ۱۰۱)، (۳) امام ابن عساکر نے (تہذیب تاریخ دمشق ص ۲۳/۴) (۴) امام تمام بن محمد الرازی نے فوائد التمام ۴: ۲۲۶، (۵) امام ابن عدی نے الکامل ۲: ۳۹۷ میں جس سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے اس میں یہ راوی (الحسن بن قتیبہ موجود ہے لیکن اس کے برعکس) تاریخ دمشق ۳۲۶/۱۳ مطبوعہ، قلمی نسخہ ۵۶۶/۴

(۶) امام ابویعلیٰ الموصلی نے (مسند ابویعلیٰ ۶: ۱۴۷ تحقیق ڈاکٹر سلیم اسد)، امام بیہقی نے (حیاۃ الانبیاء ص ۱۷) اور (۷) امام ابونعیم اصبہانی نے (تاریخ اصبہان ۳/۸۳) میں اس کو جس سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں یہ راوی ہے ہی نہیں اور ہمارا استدلال اسی سند کے ساتھ ہے جو کہ امام ابویعلیٰ نے نقل کی ہے۔

(۸) اور اس روایت کو امام ابن مندہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (شرح الصدور ص ۲۵۵ للسیوطی) لیکن فی الحال ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ابن مندہ کی سند میں یہ مجروح راوی ہے یا کہ نہیں کیونکہ علامہ سیوطی نے اس کی سند پیش نہیں کی (۹) اسی طرح اس کو حافظ شیروہ بن شہر دار بن الدیلمی نے (فردوس الاخبار ۱: ۱۵۴) میں بغیر سند کے نقل کیا ہے۔ کتاب (لافراد للدارقطنی کذا فی اطراف الافراد ۳/۱ برقم ۶۹۰)

تو ثابت ہوا کہ جناب سلفی صاحب کا یہ اعتراض بالکل بے محل اور مردود ہے اور جناب



سلفی صاحب کی کم علمی اور علم حدیث سے ناواقف ہونے کا بین ثبوت ہے کیونکہ ایک راوی پر جرح کر کے کسی حدیث کو ضعیف ٹھہرانا صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ وہ مجروح راوی متفرد ہو۔ اور حدیث کا دار و مدار اسی مجروح راوی پر ہو لیکن یہاں ایسا معاملہ ہرگز نہیں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب اس اصول سے واقف نہیں ہیں۔

### دوسرا اعتراض:

اس حدیث کی سند پر دوسرا اعتراض مولوی سجاد بخاری دیوبندی نے یوں کیا ہے۔  
مگر یہ حدیث صحیح کی شرطوں پر پورا نہیں اترتی۔ اول اس لیے کہ اس کا ایک راوی ہے ابوالجہم الازرق بن علی۔ یہ ثقاہت کے اس درجہ سے محروم ہے جو صحیح حدیث کی شرط ہے۔ وہ صدوق ہے اور یہ توثیق کا بہت ادنیٰ درجہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمدہ اچھوٹ نہیں بولتا لیکن غلطی سے روایت میں غلط سلط باتیں کہہ جاتا ہے..... الازرق بن علی بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں الازرق بن علی حنفی ابوالجہم صدوق یغرب من الحادیۃ عشرۃ (تقریب ص ۲۵)  
ازرق بن علی حنفی ابوالجہم صدوق ہے۔ غریب حدیثیں بیان کرتا ہے۔  
گیارہویں طبقہ سے ہے۔

### نیز فرماتے ہیں:

ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال یغرب (تہذیب التہذیب ۲۰۰:۱)  
ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ غریب حدیثیں لاتے ہیں۔  
(اقامۃ البرہان علی البطلان وسادس ہدیۃ الخیر ان ۲۳۹)

جواب



پہلے نمبر پر تو یہ بات ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے اور جہاں تک علامہ ابن حجر نے اس کو صدوق  
 یغرب کہا ہے تو یہ جرح نہیں تعدیل ہے اور یہ کہنا کہ یہ ثقاہت کے اس مرتبے سے محروم ہے جو کہ صحیح  
 حدیث کی شرط ہے۔ مردود ہے چونکہ ہم پچھلے صفحات میں بالتفصیل اور باحوالہ محدثین کرام کے حوالہ  
 جات نقل کر آئے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اگر علامہ ابن حجر کا صدوق یغرب کہنا اس کو صحیح کے  
 مرتبہ سے گراتا ہے تو یہ تو آپ نے صحیحین کے روایات کے بارے میں بھی لکھا ہے تو کیا صحیحین بھی  
 صحت کے درجے سے گرجائیں گی؟

### ملاحظہ فرمائیں حضرت علامہ ابن حجر صحیح بخاری کے راوی ازہر بن جمیل کے بارے میں لکھتے ہیں:

ازہر بن جمیل بن جناح الهاشمی مولا ازہر بن جمیل بن جناح الهاشمی مولا  
 ہم البصری الشطی صدوق یغرب من الشطی صدوق یغرب اور دسویں طبقہ میں سے  
 العاشرہ۔ ہے۔

(تقریب التہذیب ۱: ۲۶)

### اور ایک راوی سلمہ بن رجا کے بارے میں لکھتے ہیں:

سلمہ بن رجا التیمی ابو عبدالرحمن سلمہ بن رجا التیمی کوئی صدوق ہے غریب  
 الکوفی صدوق یغرب من الثامنة۔ احادیث لاتا ہے اور آٹھویں طبقہ سے ہے۔  
 (تقریب ۱: ۱۳۰)

اسی طرح صحیح مسلم کے راوی خالد بن قیس کے بارے میں لکھا ہے:

خالد بن قیس بن رباح الازدی الحدانی خالد بن قیس بن رباح الازدی حدانی بصری  
 البصری صدوق یغرب من السابعة۔ صدوق ہے غریب حدیثیں لاتا ہے۔



(تقریب ۹۰:۱)

تو ثابت ہوا کہ اگر ان روایات کی احادیث صحیحین میں ہوں اور وہ صحت کے درجے سے نہ گریں تو الازرق بن علی پر بھی اسی طرح کے الفاظ ہوں تو اس کی حدیث کیوں درجہ صحت سے گر جاتی ہے۔؟

اور پھر اس کو امام ابن حبان نے ”ثقة یغرب“ کہا ہے جیسا کہ خلاصہ تہذیب الکمال میں علامہ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخرزرجی فرماتے ہیں:

وقال ابن حبان ثقة یغرب . ابن حبان نے فرمایا کہ ثقہ ہے اور غریب (خلاصہ تہذیب الکمال ۶۴:۱) احادیث لاتا ہے۔

تو اس صفت کے راوی تو صحیحین میں بہت سارے ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ (ثقة یغرب) والا راوی صحت کے درجے سے گر جاتا ہے تو پھر تو صحیحین کے بہت سارے روایات درجہ صحت سے گر جائیں گے اور صحیحین کی صحت بھی مشکوک ٹھہرے گی۔ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ثقہ یغرب کے الفاظ کس کس راوی کے بارے میں بیان کئے گئے ہیں۔

ابراہیم بن طھمان: اس راوی سے بخاری و مسلم سمیت تمام اصحاب صحاح ستہ نے روایت لی ہے۔

اس کے بارے میں علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

ثقة یغرب وتعلم فیہ الارجا . ثقہ ہے غریب حدیثیں لاتا ہے۔ مرجئی ہے۔ (تقریب ۳۰:۱)

بشر بن خالد: بخاری و مسلم کا راوی ہے۔ یہ بھی ثقہ یغرب ہے۔ (تقریب ۴۴:۱)

ابراہیم بن سوید: ثقہ یغرب۔ (تقریب ۲۰:۱)



بشیر بن سلیمان: صحیح مسلم کا راوی۔ ثقہ یغرب۔ (تقریب ۴۶:۱)

الحسن بن احمد بن ابی شعیب۔ ثقہ یغرب۔ (تقریب ۶۸:۱)

تو اب کیا کہتے ہیں دیوبندی علماء کرام کہ یہ تمام روایات صحیح کے مرتبے میں ہیں یا نہیں؟  
ان کی روایات صحت کے درجے تک ہیں یا کہ نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ یغرب اور غریب الحدیث کی اصطلاحات میں فرق نہیں جانتے  
ورنہ ایسا کبھی نہ لکھتے۔

ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اگر کوئی ہٹ دھری سے کام لے اور کہے کہ ہم نہیں مانتے  
کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اس کی روایت صحیح کے مقام پر ہے تو ہم کہیں گے کہ اس روایت میں اگر یہ  
راوی ضعیف بھی ثابت ہو جائے تو ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ اس راوی کا متابع موجود ہے۔  
جو کہ امام ابو نعیم الاصبھانی کی سند میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ابو نعیم کی سند۔

حدثنا علی بن محمود ثنا عبد اللہ بن  
ابراہیم بن الصباح ثنا عبد اللہ بن  
محمد بن یحیی بن ابی بکیر ثنا یحیی  
بن ابی بکیر ثنا المستلم بن سعید عن  
حجاج عن ثابت البنانی عن انس بن  
مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم الانبیاء احياء فی قبورہم  
یصلون۔

(کتاب ذکر اخبار اصحاب ۸۳:۲)



اس سند میں ازرق بن علی راوی نہیں بلکہ اس کی بجائے عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر ہے جو کہ ازرق بن علی کا متابع ہے اور ہے بھی ثقہ۔

**ملاحظہ فرمائیں (اس راوی کے بارے میں) خطیب بغدادی فرماتے ہیں:**

عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر، ابو عبدالرحمن سمع جدہ یحییٰ بن ابی بکیر قاضی کرمان روی عن احمد بن جعفر التغلبی و یحییٰ بن صاعد و محمد بن مخلد و کان ثقہ۔  
عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر۔ ابو عبدالرحمن سمع جدہ یحییٰ بن ابی بکیر قاضی کرمان روی عن احمد بن جعفر التغلبی و یحییٰ بن صاعد و محمد بن مخلد و کان ثقہ۔  
اس نے اپنے دادا یحییٰ بن ابی بکیر جو کہ کرمان کے قاضی تھے سے سماعت کی اور اس سے احمد بن جعفر التغلبی یحییٰ بن صاعد اور محمد بن مخلد نے روایت لی اور یہ ثقہ ہے۔

(تاریخ بغداد ۱۰: ۸۰)

**امام ابوالشیخ اصمہانی فرماتے ہیں:**

عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر الکرمانی قدم اصبہان و حدث بها و کان صدوقاً۔  
وہ صدوق (سچا) ہے۔

(طبقات المحمدين باصبهان والوردین علیہا ۲: ۲۸۳ بیروت)

**امام ابو نعیم فرماتے ہیں:**

عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر الکرمانی ابو محمد وقیل ابو عبدالرحمن قدم اصبہان و حدث بها و کان صدوقاً۔  
وہ صدوق (سچا) ہے۔



(کتاب ذکر اخبار اصمہان ۲: ۵۱)

## امام ابن حبان فرماتے ہیں:

عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر کرمانی  
 بکیر الکرمانی یروی عن جدہ یحییٰ بن اپنے دادا یحییٰ بن ابی بکیر اور یزید بن ہارون سے  
 ابی بکیر و یزید بن ہارون ثنا عنہ احمد روایت کرتا ہے اور اس سے احمد بن یحییٰ بن زہیر  
 بن یحییٰ بن زہیر التستری وغیرہم۔ التستری نے روایت لی ہے اور یہ مستقیم الحدیث  
 مستقیم الحدیث ہے۔

(کتاب الثقات لابن حبان ۸: ۳۶۵)

ثابت ہوا کہ یہ متابع جو کہ ازرق بن علی کا ہے یہ قوی اور ثقہ ہے اور دیوبندیوں کا اس  
 راوی کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دینا ان کی کم علمی اور تعصب کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور علمی  
 دنیا میں اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

## تیسرا اعتراض:

مولوی سجاد بخاری غلام خانی نے لکھا ہے:

”اس حدیث کا ایک راوی مستلم بن سعید ہے۔ وہ ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہم کا شکار

بھی ہو جاتا ہے۔“

## حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

مستلم بن سعید ثقفی واسطی صدوق ہے اور بعض

مستلم بن سعید الثقفی الواسطی

دفعہ وہم کا بھی شکار ہوتا رہتا ہے۔

صدوق عابد ربما وہم

(تقریب ص ۳۵۱)



## دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ربما  
ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا  
خالف .  
ہے کہ وہ کبھی کبھی روایت حدیث میں ثقات کی  
مخالفت کرتا ہے۔

## جواب

قارئین کرام یہ ہے ان لوگوں کی علمی دیانت اور مبلغِ علم کہ ایک تو تہذیب سے صرف ربما  
خالف کے الفاظ نقل کئے ہیں اور دیگر محدثین کے اقوال تعدیل مولوی صاحب نہ جانے کیوں چھپا  
گئے ہیں جبکہ یہ راوی ثقہ ہے اور ایسے ثقہ راوی پر مسہم جرح قطعاً مردود اور ناقابلِ التفات ہے۔  
ملاحظہ فرمائیں!

## حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں:

مسبتم بن سعید الثقفی الواسطی العابد امام احمد نے فرمایا کہ یہ شیخ ثقہ ہے امام ابن معین  
..... قال حرب عن احمد شیخ نے فرمایا ہے صلیح ہے جبکہ امام نسائی نے فرمایا کہ  
ثقة من اهل واسط قليل الحديث وقال اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن حبان  
اسحاق بن منصور عن ابن معین نے اس کو ثقات میں بیان فرمایا اور کہا کہ کبھی  
صویلح..... وقال النسائی لیس بہ کبھار مخالفت کرتا ہے۔

بأس وذكره ابن حبان فی الثقات وقال  
ربما خالف.

(تہذیب التہذیب ۱۰: ۱۰۴)



ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے جیسا کہ امام ابو داؤد نے امام احمد سے نقل فرمایا ہے:

سمعت احمد قيل له المستلم؟ قال ثقہ. ثقہ ہے۔

(سوالات ابی داؤد فی الجرح والتعديل ص ۳۲۱)

امام ذہبی فرماتے ہیں:

سچا ہے۔

صدوق

(الکاشف ۳: ۱۱۹)

اب جبکہ یہ راوی ثقہ و صدوق ثابت ہو گیا تو رہما و ہم و رہما خالف کے الفاظ اس راوی کو ثقاہت کے درجے سے گرا نہیں سکتے۔ ملاحظہ فرمائیں مشہور دیوبندی عالم ظفر احمد عثمانی تھانوی لکھتے ہیں:

اور جب کسی راوی کے بارے میں محدثین کہیں

إذا قالوا في رجل: له أوهام أو يهمل في

کہ لہ اوہام (اس کے لیے وہم ہیں) یا وہ حدیث

حدیثہ او یخطی فیہ. فہذا لا ینزله عن

میں وہی ہے یا غلطی کرتا ہے تو یہ الفاظ اس کو ثقہ

درجة الثقة، فان الوهم اليسير لا يضر و

کے درجہ سے نہیں گراتے کیونکہ قلیل وہم مضر

لا یخلوا احدا.

نہیں ہے اور اس سے خالی و پاک کوئی ایک بھی

(قواعد فی علوم الحدیث ۱۶۸)

نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ جرح ہے ہی نہیں۔ اگر یہ جرح ہے تو پھر صحیحین سے بھی ہاتھ دھو

بیٹھیں۔ دیکھیں کتنے روات کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے یہ الفاظ فرمائے

ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(خ) ابراہیم بن یوسف بن اسحاق (م۔ خت) اسامہ بن زید اللیشی (م) اسمعیل بن



عبدالرحمن اسدی (خ) ایمن بن نابل (خ) جابر بن عمرو (م) جبر بن نوف (ح) حاتم بن اسمعیل (م) حرب بن ابی العالیہ (خ) حری بن عمارہ (خ) حزم بن ابی حزم (خ) حسن بن الصباح (م) حسن بن فرات (م) حمید بن زیاد (م) ربیعہ بن کلثوم۔ عبداللہ بن عبداللہ بن قیس وغیرہم کے بارے میں یہی الفاظ مروی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں تقریب التہذیب۔

تو ثابت ہوا کہ یہ خود ساختہ اعتراض بھی پہلے اعتراضات کی طرح مردود ہے۔

### چوتھا اعتراض:

اس حدیث شریف کی سند پر منکرین شان رسالت کا بزعم خویش بہت وزنی اور بہت اہم یہ اعتراض ہے کیونکہ یہ ان کا خود ساختہ نہیں بلکہ یہ اعتراض دنیائے علم و فن کے ایک بہت بڑے ماہر یعنی حضرت امام ذہبی نے کیا ہے۔

مولوی سجاد بخاری صاحب اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں:

ایک راوی حجاج بن الاسود ہے۔ یہ راوی ذات اور حال دونوں اعتبار سے مجہول ہے مستلم بن سعید کے سوا کوئی اس سے روایت نہیں کرتا۔ یہ حدیث جو اس نے ثابت بنانی کے واسطے سے حضرت انس سے بیان کی ہے۔ امام ذہبی اس کو حدیث منکر فرماتے ہیں:

حجاج بن الاسود عن ثابت البنانی نكرة حجاج بن الاسود ثابت بنانی سے روایت کرتا ماروی عنه فیما اعلم سوی مستلم بن ہے وہ مجہول العین والحال ہے۔ میرے علم کے سعید فاتی بخبر منکر عنه عن الانس فی ان مطابق مستلم بن سعید کے سوا کوئی اور اس سے الانبیاء احياء فی قبورهم يصلون رواہ روایت نہیں کرتا۔ چنانچہ اس نے ثابت کے ذریعے انس سے ایک منکر حدیث روایت کی ہے البیہقی۔



(میزان الاعتدال ۱: ۴۶۰)

کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

## جواب:

جناب سجاد بخاری صاحب کا یہ کہنا کہ یہ راوی ذات اور حال (مجہول العین والحال) ہے یہ بالکل غلط ہے اور امام ذہبی نے بھی اس راوی کا مجہول ہونا کسی محدث سے نقل نہیں فرمایا یعنی امام ذہبی سے پہلے اس راوی کو کسی بھی محدث نے نکرہ یا مجہول نہیں لکھا۔ یہ امام ذہبی کا اپنا قول واجتہاد ہے جو کہ عقل و نقل کے لحاظ سے خلاف واقعہ و غلط ہے ملاحظہ فرمائیں امام ذہبی خود فرماتے ہیں:

وان قلت: فيه جهالة او نكرة او يجهل ”اگر میں کسی راوی کے بارے میں کہوں کہ اس  
اولا يعرف وامثال ذلك ولم اعزوه الى میں جہالت ہے یا وہ نکرہ ہے یا جہالت کی نسبت  
قائل فهو من قبلى اسکی طرف معروف یا اس جیسا کوئی لفظ کہوں اور  
(میزان الاعتدال ۱: ۶۰) اس کی کسی کی طرف نسبت نہ کروں تو یہ جرح میری  
طرف سے ہوگی۔

## ثابت ہوا کہ امام ذہبی کا اپنا اجتہاد ہے:

پہلے نمبر پر تو بات یہ ہے کہ یہاں امام ذہبی کو سہو ہو گیا ہے۔ یہ راوی مجہول نہیں ہے جیسا کہ امام علامہ عسقلانی فرماتے ہیں:

حجاج بن الاسود ..... انما هو حجاج بن ابی زیاد الاسود يعرف بزق زق العسل کے نام سے مشہور ہے اور بصری  
العسل وهو بصری ..... قال احمد ہے امام احمد نے فرمایا ثقہ ہے اور صالح آدمی  
ثقة ورجل صالح و قال ابن معين ثقة ہے۔ امام ابن معین نے فرمایا ثقہ ہے اور ابو حاتم



وقال ابو حاتم صالح الحديث وذكره نے کہا کہ صالح الحديث ہے۔ امام ابن حبان  
ابن حبان فی الثقات۔  
(لسان المیزان ۲: ۱۷۵)  
ہے۔

اور اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے بھی اس راوی کی تعدیل ہی نقل کی ہے۔ جرح کا کوئی  
لفظ نقل نہیں کیا۔ ملاحظہ فرمائیں کتاب الجرح والتعدیل ۳: ۱۶۱ اور امام یحییٰ بن معین نے کہا حجاج  
الاسود، بصری ثقہ ہے (تاریخ یحییٰ بن معین ۲: ۱۰۱)  
اب جبکہ یہ بات دلائل سے واضح ہوگئی کہ یہ راوی مجہول نہیں بلکہ معروف اور زبردست  
ثقہ ہے تو یہ روایت بھی صحیح ثابت ہوگئی۔

لیکن بعض حضرات امام ذہبی کی اس عبارت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا  
زور صرف کر رہے ہیں۔ اور طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔  
مولوی سجاد بخاری لکھتے ہیں:

”اسماء الرجال میں امام ذہبی استقراء تام کے مالک ہیں اور اس فن میں ان کی رائے  
معاصرین اور بعد کے علماء کی رائے پر فائق اور رائج ہے۔ یہ بات بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ امام  
ذہبی ایسا ماہر فن اور رجال کا وسیع علم رکھنے والا امام احمد، ابن معین اور ابو حاتم ایسے ائمہ جرح و تعدیل  
کی توثیق سے بے خبر ہو اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جریر، عیسیٰ، حماد اور روح ایسے ائمہ ثقات اس سے  
روایت کرتے ہیں اور اس بے خبری میں مجہول کہہ دیا..... الخ (اقامۃ البرہان، ۲۵۲)

**ایک اور شخص یعنی شیر محمد مماتی نقل کرتے ہیں:**

”علامہ ذہبی وہ ہیں جن کو نقد رجال میں کامل ملکہ حاصل ہے۔ جب علامہ ذہبی کو روایۃ  
اور رجال کے پرکھنے کی مکمل مہارت حاصل ہے اور ان کے بعد آنے والے جملہ محدثین کرام ان پر



اس فن میں کئی اعتماد کرتے ہیں تو ان پر بلاوجہ یہ الزام کیوں عائد کیا جاتا ہے کہ یہ ان کا وہم ہے۔“

(آئینہ تسکین الصدور ص ۳۲)

## جواب:

امام ذہبی کی اسماء الرجال میں تحقیق و علم استقرار تام کے درجہ میں ہے۔ یہ بجا اور ”رواۃ اور رجال کو پرکھنے کی مکمل مہارت ہے۔ یہ بھی صحیح لیکن امام ذہبی معصوم نہیں ہیں کہ ان سے غلطی کا امکان ہی نہ ہو اور اس راوی کو نکرہ کہنا ان کی غلطی ہے جس کا انہوں نے خود بھی اقرار کیا ہے اس

راوی کے بارے میں امام ذہبی خود فرماتے ہیں:

قلت حجاج ثقة

حجاج ثقة ہے

(تلخیص المستدرک ۴: ۳۲۲ کتاب الرقاق)

امام ذہبی خود اس راوی کو ثقہ گردانتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ میزان میں یا تو علامہ ذہبی کو سہو ہو گیا ہے یا پھر انہوں نے بعد میں ویسے ہی اس جرح سے رجوع کر لیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، آپ فرماتے ہیں:

حجاج الاسود القسملى، اور اس کو حجاج زق العسل

حجاج الاسود القسملى ويقال له

بھی کہتے ہیں اور وہ حجاج بن ابی زیاد ہے جو کہ

حجاج زق العسل وهو حجاج بن ابی

شھر، ابونضرہ اور محدثین کی ایک جماعت سے

زیاد حدث عن: شھر و ابی نضرہ و

روایت لیتا ہے اور بصری ہے اور صدوق ہے اور

جماعة بصری صدوق روى عنه جعفر

اس سے جعفر بن سلیمان اور عیسیٰ بن یونس اور روح

بن سلیمان و عیسیٰ بن یونس و روح

نے روایت کی ہے وہ علماء میں ہے۔ امام ابن

وکان من الصلحاء وثقه ابن معین .

معین نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

(سیر الاعلام النبلاء ۷: ۷۶۷ موسسة الرسالة بیروت)



تو معلوم ہوا کہ امام ذہبی نے اپنی جرح سے خود ہی رجوع فرمالیا تھا۔ اور اگر کوئی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ یہ راوی بہر حال مجہول ہے چونکہ اس کو امام ذہبی نے مجہول کہہ دیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ امام ذہبی نے تو بہت سارے ثقات کو میزان الاعتدال میں مجہول لکھ دیا ہے تو کیا آپ ان سب ثقہ راویوں کو فقط امام ذہبی کے کہنے پر مجہول مان لیں گے؟

آئیں چند مثالیں میزان سے پیش کرتا ہوں کہ امام ذہبی نے کن کن ثقہ روایت کے بارے میں مجہول وغیرہ جیسے الفاظ لکھے ہیں۔

### امام ذہبی فرماتے ہیں:

الحسین بن الحسن بن یسار ذکرہ ابن ابی حاتم مجہول کہ اس کو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے یہ مجہول ابی حاتم مجہول ہے۔

اب دیکھیں کہ راوی ایسا ہے کہ جس سے امام بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت لی ہے اور میزان الاعتدال میں اس کے بارے میں مجہول لکھا گیا ہے۔

### حضرت علامہ المزنی لکھتے ہیں:

الحسین بن الحسن بن یسار ..... قال . الحسین بن حسن بن یسار امام احمد بن حنبل نے احمد بن حنبل من الثقات المأمونین و فرمایا یہ ثقات مأمونین میں سے ہے اور نسائی قال النسائی ثقة و ذکرہ ابن حبان فی نے کہا ثقہ ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات الثقات روی له بخاری و مسلم و نسائی میں ذکر کیا ہے اور اس سے امام بخاری و امام مسلم (تہذیب الکمال ۴: ۲۵۹) اور امام نسائی نے روایت لی ہے۔

حتی کہ امام ذہبی نے تو ایک صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ الفاظ لکھ دیئے ہیں:



مدلاج بن عمر واسلمی لایدری من هو یہ کون ہے نہیں جانا گیا۔ یعنی یہ مجہول ہے۔  
(میزان الاعتدال ۸۶:۴) (استغفر اللہ)

### امام حجر عسقلانی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

وهذا صحابی ذکرہ ابن حبان وغیرہ فی الصحابة..... وهذا رجل من اهل بدر ولم یختلف عن ذکرہ احد ممن صنف فی الصحابة.  
یہ صحابی رسول ہے اور اس کا ذکر ابن حبان وغیرہ نے صحابہ میں کیا ہے اور یہ شخص اہل بدر میں سے ہے یعنی بدری صحابی ہے اور جس نے بھی صحابہ پر لکھا اس میں سے کسی کا بھی اختلاف اس کے صحابی ہونے میں نہیں ہے۔  
(لسان المیزان ۶:۱۲، ۱۳)

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن کتاب کو طوالت سے بچانے کے لیے ہم انہی دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ویسے بھی عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے۔

### پانچواں اعتراض:

اس حدیث پر شیر محمد مماتی اعتراض کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔  
”در اصل حجاج بن اسود کی ثقاہت کی بحث کے علاوہ ان سے ماسوا مستلم بن سعید کے کسی نے یہ حدیث روایت نہیں کی۔“

(آئینہ تسکین الصدور ص ۳۲)

### جواب:

جہاں تک حجاج بن اسود کا تعلق ہے تو ہم الحمد للہ اس کی ثقاہت ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر آئے ہیں اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس سے سوائے مستلم بن سعید کے اور کسی



نے یہ روایت نہیں کی، یہ جرح ہے ہی نہیں۔ جب مستلم بن سعید ثقہ ہے تو پھر کتنے ہی راوی ہیں جو کہ بہت ساری احادیث میں متفرد ہیں لیکن ان احادیث پر اعتراض نہیں تو پھر اس پر کیوں ہے؟ آپ دور نہ جائیں۔ صحیحین میں کتنے راوی ہیں جن سے صرف ایک ہی راوی روایت کرتا ہے۔

**ملاحظہ فرمائیں حضرت امام علامہ ابن حجر عسقلانی اسماء بن الحکم الفزاری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:**

وقال البخاری لم یرو عنه الا هذا ۱ امام بخاری نے فرمایا کہ اس سے اس حدیث الحدیث و حدیث آخر لم یتابع علیہ .... کے سوا اور کوئی روایت نہیں ہے اور اس کی کوئی قال المزی هذا لا یقدح فی صحة دوسری حدیث متابع بھی نہیں ہے اور مزنی نے کہا الحدیث لان وجود المتابعة لیس شرط کہ یہ بات صحت حدیث کے لئے مضر نہیں ہے فی صحة کل حدیث صحیح . کیونکہ متابع کا پایا جانا ہر صحیح حدیث کے لئے (تہذیب التہذیب ۱: ۲۶۷) ضروری نہیں ہے۔

**اور پھر مشہور دیوبندی..... جناب ظفر احمد عثمانی تھانوی نے لکھا ہے:**

من لم یرو عنه الا واحد فقط لا یمتنع ان کہ جس راوی سے صرف ایک ہی راوی روایت یكون ثقة محتجاً به کرے اس کے ثقہ اور قابل احتجاج ہونے کے (تواعد فی علوم الحدیث ۲۳۷) منافی نہیں ہے۔

**اور علامہ حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ الحازمی فرماتے ہیں:**

لانہما قد خر جافی کتابہما احادیث کیونکہ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی کتاب میں صحابہ کی جماعة من الصحابة لیس لہم الا راو ایک جماعت سے روایات لی ہیں کہ جن سے



واحد و احادیث لا تصرف الامن جهة صرف ایک ہی راوی روایت کرنے والا ہے اور  
واحدة۔ وہ حدیث سوائے اس ایک جہت کے کسی وجہ سے  
پہچانی بھی نہیں جاتی یعنی اس کا متابع بھی کوئی نہیں  
(شروط الائمة النخسة ص ۷۶) ہے۔

اور پھر علامہ الحاذمی نے تفصیلاً ایسی احادیث کو نقل بھی کیا ہے کہ جن میں بعض مقامات پر  
صرف ایک ہی راوی ہے۔

تو جب مطلقاً ایک راوی سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی راوی ہو وہ صحت حدیث  
کے منافی نہیں ہے۔ تو پھر حجاج بن اسود سے تو کئی دیگر راوی بھی روایت کرتے ہیں۔ اس لیے یہ  
اعتراض بالکل بچکانہ اور پاگلانہ اعتراض ہے۔

## اعتراض:

شیر محمد مناتی جھنگوی نے لکھا ہے:

یہ حدیث الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون جو کہ بذعم موصوف حیاة النبی بحیاة  
دنویہ حقیقیہ جسمانیہ عصریہ کے عقیدہ کی مرکزی دلیل ہے۔ صرف مسند ابی یعلیٰ و مسند بزار میں صرف  
ایک صحابی سے مروی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت انس بن مالک ہے رضی اللہ عنہ۔ ان کے  
بعد آپ کے سینکڑوں شاگرد تھے مگر یہ حدیث صرف ان کے ایک ہی شاگرد بتاتے ہیں جن کا اسم  
گرامی ثابت بنانی ہے۔ پھر آگے ان کے بیسیوں شاگرد تھے مگر یہ حدیث صرف ایک ہی شاگرد  
بتاتے ہیں۔ جن کا نام حجاج بن اسود ہے پھر ان سے صرف مستلم بن سعید روایت کرتے ہیں اب  
مستلم بن سعید کے شاگردوں میں سے صرف دو روایت کرتے ہیں جن میں سے ایک کا نام تو حسن  
بن قتیبة خزاعی ہے اور یہ حسن بن قتیبة خزاعی ابن عدی اور مسند بزار کا راوی ہے..... یہ صاحب



ہا لک الحدیث، متروک الحدیث، ضعیف، کثیر الوہم ہے۔

اب مستلم بن سعید کا ایک ہی شاگرد رہ گیا اور وہ ہے یحییٰ بن ابی بکیر۔ پھر اس کا ایک ہی شاگرد ابوالجہم الازرق بن علی پھر اس کا شاگرد صاحب مسند ابویعلیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ ہیں۔  
الغرض حضرت انس سے لے کر ابویعلیٰ تک چار صدیوں میں گنتی کے کل ۷-۶ آدمی ہیں اور اپنے اپنے استاد سے روایت کرتے ہیں۔ سب مفرد ہیں۔

(آئینہ تسکین الصدور، ۲۶-۳۷)

اسی سے ملتا جلتا اعتراض سجاد بخاری غلام خانی نے بھی اقامۃ البرہان ۳۵۲ ص ۳۵۳ پر نقل کیا ہے۔

**جواب:**

**اس اعتراض کا سلسلہ وار جواب ملاحظہ فرمائیں:**

(۱) یہ حدیث صرف مسند ابی یعلیٰ اور مسند بزار میں صرف ایک صحابی سے مروی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہے۔ اس دیوبندی مماتی مولوی صاحب کا علم تو اسی سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث اس کے مطابق صرف مسند ابی یعلیٰ اور مسند بزار میں ہے حالانکہ ہم پچھلے صفحات میں واضح کر آئے ہیں کہ اس حدیث کو کم و بیش نو محدثین نے اپنی اپنی کتب میں بسند نقل کیا ہے۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ صرف ایک صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تو یہ تو کوئی جرح نہیں۔ کتنی احادیث صحیحین میں موجود ہیں جو کہ صرف ایک صحابی سے مروی ہیں اور آگے ان سے روایت کرنے والا بھی صرف ایک ہی ہے۔ کسی صحیح حدیث کا متابع



نہ پایا جانا کوئی عیب و جرح نہیں ہے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔

### اعتراض کا دوسرا حصہ :

ان (حضرت انس رضی اللہ عنہ) کے بعد آپ کے سینکڑوں شاگرد تھے۔ مگر یہ حدیث صرف ان کے ایک ہی شاگرد بتاتے ہیں۔ جن کا اسم گرامی ثابت بنانی ہے۔

### جواب:

اگر واقعاً ایسا ہی ہوتا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت صرف حضرت ثابت بنانی ہی روایت کرتے تو پھر بھی کچھ مضائقہ نہیں تھا کیونکہ حضرت ثابت بنانی زبردست ثقہ تابعی ہیں اور ثقہ کا تفرّد مضر نہیں۔

لیکن یہاں تو معاملہ اس کے برعکس ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرنے میں ثابت بنانی کے ساتھ عبدالعزیز (عند البزار) اور ابوالحلیح (عند البیہقی) بھی موجود ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں۔ امام بزار فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبد الرحمن بن المغفل بسند مذکور، حضرت عبدالعزیز حضرت انس رضی اللہ  
الحرانی، ثنا الحسن بن قتیبة المدائنی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ثنا حماد بن سلمہ عن عبد العزيز عن نے فرمایا۔ انبیاء کرام زندہ ہیں اور اپنی قبروں  
انس قال، قال رسول الله صلى الله عليه في نمازيں پڑھتے ہیں۔

وسلم الانبياء احياء يصلون في قبورهم.

(كشف الاستار عن زوائد البزار ۳: ۱۰۰ کتاب اعلام النبوة)

تو اس سند میں حضرت ثابت بنانی کے ساتھ عبدالعزیز متابع ہیں۔



## اور امام بیہقی نقل کرتے ہیں:

اخبرنا ابو عثمان الامام انبا زاهر بن  
احمد انبا ابو جعفر محمد بن معاذ  
المالینی ثنا الحسين بن الحسن ثنا  
مؤمل ثنا عبید اللہ بن ابی حمید الہذلی  
عن ابی الملیح عن انس بن مالک  
الانبياء فی قبورهم احياء يصلون  
(حياة الانبياء للبيهقي، ۱۷)

بسنہ مذکور۔ جناب ابوالملیح حضرت انس رضی اللہ عنہ  
سے روایت کرتے ہیں کہ انبیاء کرام قبروں میں زندہ  
ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔

تو ثابت ہوا کہ یہ اعتراض بھی کم علمی تعصب کا نتیجہ ہے اور حقیقت کے ساتھ اس کو دور کا  
بھی واسطہ نہیں ہے۔

تو جب یہ اعتراض ہی باطل و مردود ہے تو آگے یہ اعتراض کرنا کہ حضرت ثابت سے  
حجاج بن الاسود اور حجاج بن الاسود سے سوائے مستلم کے یہ روایت کسی نے بھی روایت نہیں کی اپنے  
آپ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

اور پھر اس کے بعد یہ اعتراض کہ.....

مستلم کے شاگردوں میں سے صرف دو روایت کرتے ہیں جن میں سے ایک کا نام تو  
حسن بن قتیبہ خزاعی ہے جو کہ مجروح راوی ہے۔

اب مستلم بن سعید کا صرف ایک ہی شاگرد رہ گیا وہ ہے یحییٰ بن ابی بکیر پھر اس کا ایک ہی  
شاگرد ابوالجہم الازرق بن علی پھر اس کا شاگرد صاحب مسند ابویعلیٰ موصلی ہے۔

یہ اعتراض..... بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا بلکہ یہ اعتراض تو معترض کی علمی پستی پر ماتم



کر رہا ہے کہ اس کو اتنا بھی علم نہیں تھی بن ابی بکیر سے صرف ابو الجہم الازرق بن علی ہی روایت نہیں کرتا بلکہ عبداللہ بن یحییٰ بن ابی ابکیر بھی یہ روایت کرتا ہے۔ اور وہ ثقہ ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں ابو نعیم کے حوالے سے گزر چکا ہے.....

**اعتراض:**

**اس صحیح حدیث پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ:**

الغرض حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لے کر ابو یعلیٰ موصلی تک چار صدیوں میں گنتی کے کل ۶-۷ آدمی ہیں۔ اور اپنے اپنے استاد سے روایت کرنے میں سب متفرد ہیں۔

**جواب:**

اگر مسئلہ ایسے ہی ہوتا تو پھر بھی مضائقہ نہیں تھا کیونکہ یہ سب راوی ثقہ ہیں لیکن جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی متفرد نہیں ہے۔

(الحمد لله رب العالمین)

**تنبیہ:**

اس حدیث پر 'منکر' کا اطلاق ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ منکر وہ روایت ہوتی ہے کہ جس میں کوئی ضعیف راوی ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرے۔ یا پھر بقول بعض کوئی ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے۔ جبکہ اس حدیث میں نہ تو کوئی ضعیف راوی ہے کہ وہ ثقہ کی مخالفت کر رہا ہو اور نہ ہی ثقہ کسی اوثق کی مخالفت کر رہا ہے۔

اور جس حدیث کو اس کے مقابلے میں مقبول روایت قرار دیا جا رہا ہے وہ دراصل ایک اور روایت ہے بلکہ وہ روایت: مررت علی قبر موسیٰ وهو قائم۔ یصلی فیہ: اس کی شاہد و مؤید روایت ہے نہ کہ



اس کے مخالف جیسا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں:

ولحياة الانبياء بعد موتهم صلوات الله اور انبياء کرام علیہم السلام کی حیات بعد از وفات پر  
 علیہم. شواہد من الاحادیث الصحيحة صحیح احادیث میں سے شواہد موجود ہیں۔ ان میں  
 منها..... ان النبی صلی اللہ علیہ سے وہ حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 وسلم ليلة الاسرى به مر على موسى عليه معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرے  
 السلام وهو یصلی فی قبرہ۔ تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

(حیۃ الانبیاء: ۱۹)

اور حضرت علامہ سخاوی اپنے شیخ علامہ ابن حجر عسقلانی سے نقل فرماتے ہیں:

وشاهد الحدیث الاول ماثبت فی پہلی حدیث (الانبياء احياء فی قبورهم یصلون) کا  
 صحیح مسلم من رواية حماد بن سلمة شاہد و مؤید وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد بن  
 عن انس رفعه مررت بموسى ليلة اسرى سلمہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً  
 بی عند الکثیر الاحمر وهو قائم یصلی بیان ہوئی کہ میں موسیٰ پر گزرا معراج کی رات تو وہ  
 فی قبرہ۔ ریت کے سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے  
 (القول البدیع: ۱۶۸) نماز پڑھ رہے تھے۔

تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث اس کی مؤید و شاہد ہے نہ کہ اس کی مخالف کہ ایک کو رد کیا جائے  
 تب دوسری کا اثبات ہوگا۔ جب دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ایک دوسری کی مخالف نہیں ہیں تو دونوں  
 کو صحیح مانا جائے گا۔



## حدیث نمبر ۳:

وقد روى من وجه آخر عن انس بن مالك موقوفاً أخبرنا ابو عثمان  
الامام رحمه الله أنبأ زاهر بن احمد أنبا ابو جعفر محمد بن معاذ الماليني ثنا  
الحسين بن الحسن ثنا مومل ثنا عبيد الله بن ابي حميد الهذلي عن ابي المليح  
عن انس بن مالك: الانبياء في قبورهم احياء يصلون

اور ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موقوف بیان  
کی گئی ہے۔ بسند مذکور:

حضرت ابوالمليح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرات  
انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز پڑھتے ہیں۔

اس موقوف روایت میں حضرت ابوالمليح بن اسامہ الہذلی حضرت امام ثابت بنانی کے متابع اور شاہد  
ہیں اور یہ موقوف روایت اس سے پہلی روایت مرفوع کی تائید کر رہی ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ الانبياء احياء  
في قبورهم يصلون کے الفاظ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوائے ثابت بنانی کے اور کوئی  
راوی روایت نہیں کرتا۔ بالکل غلط ہے۔ جناب ابوالمليح تابعی اور ثقہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں تہذیب  
الکمال للزمی ۲۲: ۵۵، ۵۶۔

یہ روایت امام بیہقی نے چونکہ عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی تائید  
میں بیان کی ہے لہذا اگرچہ اس کا ایک راوی عبید اللہ بن ابی حمید ضعیف ہے پھر بھی اس کے پیش  
کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ متابع اور شواہد میں ضعیف راوی کی روایت بھی پیش کی جاسکتی  
ہے جیسا کہ محدثین حضرات نے بیان فرمایا ہے۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

لأنحصار للمتابعات في الثقة كذا لك متابعات کے لیے صرف ثقہ پر ہی انحصار نہیں کیا



الشواهد ولذا قال ابن الصلاح: واعلم  
أنه قد يدخل في باب المتابعات والا  
ستشهاد واية من لا يحتج بحديثه وحده.  
بل يكون معدودا في الضعفاء. وفي كتابي  
البخاري ومسلم جماعة من الضعفاء ذكرهم  
في المتابعات والشواهد.  
(فتح المغني شرح الفية الحديث ٢٠٩:١)

جائے گا۔ اسی طرح شواہد میں چونکہ امام ابن  
الصلاح نے فرمایا کہ جان لینا چاہیے کہ متابعات  
اور استشہاد کے باب میں ایسے راوی کی حدیث  
بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ جس کی حدیث سے  
متفرد ہونے کی حالت میں احتجاج نہ کیا جائے  
بلکہ اس میں ضعیفاء بھی شمار ہوں گے اور صحیح بخاری  
و مسلم میں ایک جماعت ضعیف راویوں کی ہے کہ  
ان کو متابعات و شواہد میں ذکر کیا گیا ہے۔

یہی اصول ابن الصلاح نے ”مقدمہ ابن الصلاح“ ص ۱۱۰، امانووی نے کتاب الارشاد  
”طلاب الحقائق الى معرفة سنن خير الخلائق ۱: ۲۲۳، ۲۲۴“ امام ابن ملقن نے  
المقنع في علوم الحديث ۱: ۱۸۸، ۱۸۹ ”امام ابویحییٰ زکریا الانصاری نے“ فتح الباقی بشرح الفیہ العراقی  
ص ۱۸۱ ”امام جلال الدین السیوطی نے“ تدریب الراوی ۱: ۲۲۵ میں بیان فرمایا ہے۔

**جناب مولوی ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:**

وفي تعليق الحسن: الضعيف يكفى  
بلاعتضاد وفي موضع منه: الضعيف  
يصلح للتقوية  
قواعد علوم الحديث ۶۸

التعليق الحسن میں ہے کہ ضعیف روایت تائید کے  
لیے کافی ہے اور اسی کتاب میں ایک جگہ لکھا ہے  
کہ ضعیف تقویت کی صلاحیت رکھتی ہے۔

تو یہ روایت اگرچہ موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہو تو تائید اور متابع کے طور  
پر اس کو پیش کرنا جائز ہے۔ اسی لیے امام بیہقی نے اس روایت کو یہاں پیش کیا ہے۔



## حدیث نمبر ۴

وروی کما اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا ابو حامد بن علی الحسنوی  
املاء ثنا ابو عبد اللہ محمد بن العباس الحمصی ثنا ابو الربیع الزهرانی ثنا  
اسماعیل بن طلحة بن یزید عن محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن ثابت عن  
انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال: ان الانبیاء لا یترو کون فی قبورهم بعد  
اربعة لیلۃ ولكنهم یصلون بین یدی اللہ عزوجل حتی ینفخ فی الصور.  
بسنہ مذکور:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے  
ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں چالیس روز کے بعد نہیں چھوڑے جاتے مگر یہ کہ وہ اللہ  
عزوجل کے حضور پھونکنے تک (یعنی قیامت تک) نماز پڑھتے ہیں۔

اس حدیث کی امام دیلمی نے بھی تخریج کی ہے ملاحظہ ہو فردوس الاخبار ۱: ۲۷۳ حاکم فی التاریخ  
کذا فی کنز العمال ۱۱: ۴۷۴، ۴۷۳۔

اس روایت میں ایک راوی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہے جو کہ مختلف فیہ ہے۔ محدثین  
کی اکثریت نے اس پر کلام کیا ہے۔ لیکن بعض محدثین نے اس کی تعدیل بھی فرمائی ہے۔  
امام عجمی فرماتے ہیں:

محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کوفی صدوق (سچا)  
کوفی، صدوق ثقة..... وکان فقیہا، اور ثقہ ہے۔ وہ فقیہ اور صاحب سنہ تھا اور سچا اور  
صاحب سنہ..... وکان صدوق جائز جائز الحدیث ہے۔

الحدیث.

(تاریخ الثقات، ۴۰۷)



وهذان صح بهذا اللفظ، فالمراد به والله یہ حدیث اگر ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے تو اس سے اعلم لا یترون الا هذا المقدار ثم مراد یہ ہے کہ وہ اس مقدار (یعنی چالیس راتیں) یترون مصلین فیما یدی اللہ عزوجل چھوڑے جاتے ہیں۔ پھر اپنے رب کے حضور نمازیں کما روینا فی الحدیث الاول، روایت کیا۔

امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں:

محله الصدق كان سبي الحفظ شغل اس کا محل (مقام) صدوق (سچا) اور کمزور بالقضاء فساداً حفظه لا يتهم بشي من حافظه کا مالک، قضا کے معاملات میں مشغول رہا الكذب..... وسئل ابو زرعه فقال اس لیے اس کا حافظہ کمزور ہو گیا۔ امام ابو زرعه هو صالح ليس بالقوى ما يكون۔ سے اس کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے کہا وہ صالح ہے اور اتنا قوی نہیں جتنا کہ ہونا چاہیے۔ (تاریخ الثقات، ۴۰۷)

امام برذعی امام ابو زرعه رازی سے نقل فرماتے ہیں:

سألت ابو زرعة عن محمد بن عبد الرحمن بن ابی یلی میں نے ابو زرعه سے محمد بن عبد الرحمن بن ابی یلی الرحمن بن ابی الیلى فقال: رجل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ شریف۔

(اسئله البرذعی عن ابی زرعه و کتاب الضعفاء، ۲: ۷۳۷)

شاید اسی وجہ سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وبیهقی از روایت انس می آرد صحیح اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت می کند۔ کی ہے، صحیح ہے۔

(جذب القلوب، ۱۹۹)



## حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

مراد آن بود کہ حیات ایشان در قبر دائم و مستمر است ولیکن در مدت اربعین بحال نماز و عبادت ظاہر نبود۔  
(جذب القلوب الی دیار المحبوب ۱۹۹)

اس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ قبر میں ان (انبیاء کرام) کی حیات دائمی اور ہمیشگی والی ہے لیکن چالیس دن تک ان سے نماز و عبادت کا ظہور نہیں ہوتا۔

## حضرت امام زرقانی فرماتے ہیں:

فالمراد انهم لا يتركون يصلون الا هذا المقدار ويكون مصلين بين يدي الله۔  
(زرقانی شرح المواہب ۵: ۳۳۵)

اس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اس عرصہ معینہ کے بعد نماز پڑھنے سے چھوڑے نہیں جاتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خاص میں نماز پڑھتے ہیں۔

## حضرت امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

فالمراد به والله اعلم لا يتركون لا يصلون الا هذا المقدار ثم يكونون مصلين فيما بين يدي الله تعالى: قال البيهقي ولحياة الانبياء بعد موتهم شواهد من الاحاديث الصحيحة (شفا القام، ۱۸۰)

پس اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ انہیں چھوڑے جاتے یعنی انہیں نماز پڑھتے وہ مگر اس مقدار کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے حضور نمازیں پڑھتے ہیں اور امام بیہقی نے کہا کہ انبیاء کرام کی حیات بعد از وفات پر احادیث صحیحہ سے شواہد موجود ہیں۔

اور کم و بیش اسی طرح کی عبارت علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی نے القول البدیع ص ۱۶۸ میں نقل فرمائی ہے۔



اس حدیث کی کئی شواہد ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

## شہادہ اول

حدثنا محمد بن ابی زرعہ الدمشقی بسند مذکور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت  
، ثنا ہشام بن خالد ، ثنا الحسن بن یحییٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نبی  
الخشنی ، عن سعید بن عبدالعزیز ، عن بھی وفات پاتا ہے تو چالیس دن تک اپنی قبر میں  
یزید بن ابی مالک عن انس بن مالک ٹھہرتا ہے۔ (حتی کہ اسکی طرف روح لوٹادی  
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما جاتی ہے)  
من نبی یموت فیکم فی قبرہ الاربعین  
صباحا۔ (حتی ترد علیہ الروح)

ہذہ لزیادۃ عند ابن العراق فی تنزیہ الشریعة ۱: ۲۳۵

مسند الشامیین اللامام طبرانی ، ۱: ۱۹۴، ۲: ۲۲۰

الرسائل القشیریہ ، ۱۳، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ، ۸: ۳۳۳

کنز العمال ۱۱: ۴۷۵، ابن حبان فی المجروحین ۱: ۲۳۵، ۲۳۶

اس روایت کو امام ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے کیونکہ اس کی سند میں الحسن  
بن یحییٰ الخشنی منکر الحدیث ہے۔

لیکن امام سیوطی نے اس پر تعقب کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے۔ ملاحظہ

فرمائیں (التعقبات علی الموضوعات ، ۵۳ باب المناقب)

امام ابوالحسن علی بن عراقی الکلتانی فرماتے ہیں:

(تعقب) بان الخشنی من رجال ابن ماجہ (تعقب) کیونکہ الخشنی (الحسن بن یحییٰ) ابن ماجہ



جعفر الاكثر ولم ينسب الى وضع ولا  
 كذب وقال دحيم و ابو داود لا بأس به  
 وقال ابو حاتم صدوق سبي الحفظ  
 وقال ابن عدی تحتل رواياته ومن  
 هذه حالته لا يحكم على حديثه بالوضع  
 و لحديثه شواهد ير تقى بها الى درجة  
 الحسن وقال الحافظ ابن حجر فى  
 تخریج احادیث الرافعى قد الف  
 البيهقى جزء فى حياة الانبياء فى  
 قبورهم و ارد فيه عدة احادیث تؤيده  
 هذا  
 (تنزيه الشريعة المرفوعة: ۳۳۵)

کے رجال میں سے ہے۔ اکثر نے اس کی  
 تعقیف کی ہے لیکن کسی ایک نے بھی وضع اور  
 جھوٹ کو اس کی طرف منسوب نہیں کیا۔ دحیم اور  
 ابو داؤد نے کہا کہ صدوق (سچا) مگر سبی الحفظ  
 ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ اپنی روایات اٹھانے  
 والا (یادر کھنے والا) ہے۔ تو اس حالت میں اس  
 کی حدیث پر وضع کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اور پھر  
 اس حدیث کے شواہد موجود ہیں جو کہ اس کو  
 حسن کے درجہ میں لے جاتے ہیں اور حافظ ابن  
 حجر نے تلخیص الحبر میں کہا۔ امام بیہقی نے حیات  
 الانبیاء میں ایک مستقل جزء تصنیف کیا اور کافی  
 احادیث اس مسئلہ کی تائید میں پیش کی ہیں۔

علامہ جمال الدین المزی نقل فرماتے ہیں؛

وقال احمد بن سعد بن ابی مریم: سألت يحيى بن معين عن الحسن بن يحيى

الخشنى فقال ثقة خراسانى .

(تہذیب الکمال، ۴: ۳۳۵)

ان دلائل وحوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہ روایت بطور تائید پیش کی جاسکتی ہے۔

دوسرا شاہد



وقد يحتمل ان يكون المراد به رفع اجساد مع ارواحهم۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ انکے اجساد روحوں سمیت اٹھ جاتے ہوں۔

اس حدیث کا ایک اور شاہد ہے جس کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

عشرة لا يتركون في قبورهم ولكنهم دس شخصیات ہیں کہ ان کو قبور میں نہیں چھوڑا جاتا

يصلون بين يدي الله عز وجل حتى ينفخ مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ کے حضور صور

فی الصور الانبياء..... الخ۔ پھونکنے تک نمازیں پڑھتے ہیں۔

(فردوس الاخبار، ۲: ۶۳) ان میں سے انبیاء ہیں۔

ان شواہد کے ساتھ حدیث شریف: ان الانبياء لا يتركون في قبورهم کم از کم حسن لغیرہ ہے۔

اور یہ تمام احادیث مل کی حدیث الانبياء احياء فی قبورهم يصلون کے شواہد و متابعات بنتی ہیں جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ یہ حدیث بالکل صحیح اور قابل اعتماد ہے۔

(وللہ الحمد علی ذلک)

۱۔ اگر تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبور مقدسہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ تشریف لے جاتے ہیں تو یہ تمام احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے خلاف ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ کبھی کبھی تصرف فرمانے کے لیے کہیں تشریف لیجائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آگے چل کر تفصیلاً بیان ہوگا۔ (انشاء اللہ المولیٰ) کیونکہ حضرات انبیاء کرام اگر اجسام مع الارواح اٹھ جاتے اور قبور خالی رہ جاتیں تو پھر قبور کی زیارت کا کیا فائدہ تھا؟ اور آئندہ آنے والی تمام احادیث مہمل قرار پائیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سے اٹھ جانے سے مراد صرف یہ ہے جیسے آدمی بیدار ہو جائے۔ اس طرح وہ حضرات عبادت کے لیے بیدار ہو جاتے ہیں اور اللہ کے حضور عبادت کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔



## حدیث نمبر ۵

فقد روی سفیان الثوری فی "الجامع" قال شیخ لنا عن سعید بن المسیب قال: ما مکث نبی فی قبره اکثر من اربعین لیلة حتی یرفع.

امام سفیان ثوری نے اپنی: "جامع" میں روایت کی ہے کہ ہمارے شیخ نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت بیان کی ہے انہوں نے کہا کہ کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔ حتیٰ کہ اس کو اٹھالیا جاتا ہے۔

یہ الفاظ ان معنوں میں صحیح نہیں ہیں:

اولاً تو یہ حضرت سعید بن المسیب کے الفاظ ہیں۔ یہ کوئی حدیث مرفوعہ نہیں ہے جبکہ انبیاء کرام علیہ السلام کا اپنی اپنی قبور مقدسہ میں تشریف فرمانا اور نمازیں پڑھنا صحیح مرفوع احادیث میں موجود ہے۔

ثانیاً حضرت سعید بن مسیب سے اس کے برعکس روایت موجود ہے جو کہ داری و ابو نعیم وغیرہما نے ان سے نقل فرمائی ہے کہ ایام حرہ میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ سے اذان و اقامت کی آواز سناتے تھے۔ جیسا کہ آگے تفصیلاً آئے گا۔ ثالثاً ان الفاظ کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو کہ بعض حضرات نے کشید کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرات انبیاء کرام اب قبور مقدسہ میں نہیں ہیں۔ کیونکہ امام بیہقی کے اس کے ساتھ ملحق آنے والے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے۔ بلکہ امام بیہقی کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں لیکن بعض اوقات جہاں چاہیں اللہ کے حکم سے تشریف لے جائیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور بیت المقدس میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال بھی کرتے ہیں اور آسمانوں میں بھی تشریف فرما ہیں۔

ایک پیش کردہ روایت کا تجزیہ



ان الفاظ کی تائید میں ایک روایت امام رافعی اور امام غزالی سے یوں پیش کی جاتی ہے۔

انا اکرم علی ربی من ان یتروکنی کہ میں اپنے رب کے نزدیک اس سے بہتر ہوں  
قبری بعد ثلاث۔ کہ وہ مجھے تین دن کے بعد قبر میں چھوڑے۔

اس سے بھی بعض حضرات یہ اخذ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب اگر زندہ بھی ہیں تو قبر میں نہیں ہیں بلکہ جنت یا کسی اور جگہ ہیں۔

**یہ روایت موضوع ہے:**

یہ روایت ثابت نہیں ہے بلکہ موضوع ہے۔ اس لیے نہ تو اس کو دلیل بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کو تائید اپیش کیا جاسکتا ہے۔

اس کے بارے میں محدثین کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

**۱۔ حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:**

و ذکر الغزالی ثم الرافعی حدیثا مرفوعاً اور ذکر کیا امام غزالی اور پھر رافعی نے مرفوعاً کہ  
انا اکرم علی ربی من ان یتروکنی فی میں اپنے رب کے نزدیک اس سے زیادہ بہتر  
قبری بعد ثلاث لا اصل له۔ ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد میری قبر میں  
القول البدیع ۱۶۸ چھوڑے۔ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

**۲۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:**

ومحققین اهل حدیث وشرح آں بر اور محققین محدثین و شارحین حدیث نے فرمایا ہے  
آند کہ حدیث ..... انا اکرم علی ربی کہ حدیث انا اکرم علی ربی (آخر تک) درجہ صحت  
الی آخرها بصحت نہ رسیدہ اندوبہ کو نہیں پہنچتی۔ اس کے راویوں میں بعض سوئے



ثبوت نہ پیوستہ و در راویاں کسی هست حفظ بلکہ اس سے بھی زیادہ جرح کی طرف  
 کہ بسوی حفظ بلکہ زیادہ ازاں منسوب ہیں اور اگر بالفرض صحیح بھی ثابت ہو  
 منسوب است و اگر صحیح باشند تا و جائے تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ بغیر عبادت کے  
 یلش آنست کہ مراد ترک ست بی نہیں چھوڑے جاتے۔ بلکہ تین روز کے بعد قبر  
 اشتغال بعمل و عبادت مولیٰ و بعد از میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نماز میں مشغول ہو  
 معفی مدت ہم در قبر اند مشغول جاتے ہیں۔

بصلوة و طاعت حق.....

(جذب القلوب الی دیار المحبوب، ۱۸۸)

### ۳۔ حضرت شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

وہو علی هذا لا يدل علی انه بعد اور یہ اس پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ اپنی قبر میں  
 الاربعین لا یقیم فی قبرہ بل ینخرج منه و چالیس دن کے بعد مقیم نہیں رہتے بلکہ وہاں سے  
 انما يدل علی انه لا یبقی فی القبر میتا چلے جاتے ہیں بلکہ یہ تو اس پر دلالت کرتی ہے  
 کسائر الاموات. اکثر من اربعین صبا حا کہ انبیاء اپنی قبور میں عام مردوں کی طرح نہیں  
 بل ترد الیہ روحہ و یکون حیا و این رہتے بلکہ ان کی روح ان کی طرف لوٹا دی جاتی  
 هذا من دعوی الخروج من القبر بعد ہے اور وہ زندہ ہوتے ہیں۔ چالیس دن کے بعد  
 الاربعین۔ قبر سے نکل کر چلے جانے کے دعوے سے اس کا  
 (تفسیر روح المعانی ۲۲: ۲۸)



# آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنبد خضرا میں یا جنت میں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔

قبور ان حضرات کے لیے کوئی قید خانہ نہیں ہیں بلکہ دنیا میں جہاں چاہیں تصرف فرمائیں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کو قبر میں زندہ ماننے کی بجائے جنت میں مانا جائے تو یہ زیادہ آپ کی عزت کے لائق ہے اور قبر میں زندہ ماننا ایک قسم کی گستاخی ہے۔ (معاذ اللہ) ہم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کئی جنتوں کی جنت ہے اس لیے آپ کا اس میں تشریف رکھنا آپ کی گستاخی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر منورہ میں زندہ ہونے پر ہم مختصر عرض کرتے ہیں۔

## حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اما آنکہ قونوی تفصیل و ترجیح دادہ بودن آنحضرت اور علامہ قونوی نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر انور میں ہونے پر جنت میں ہونے کو ترجیح دیا ہے۔ جواب دے آنت کہ قبر احاد مومنین روضہ است از ریاض جنت پس قبر شریف سید المرسلین افضل ریاض جنت باشد و تواند بود کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم ہم در قبر از تصرف و نفوذ حالتی بود کہ از سموت و ارض و جنان حجاب مرتفع باشد بے تجاوز و انتقال زیرا کہ امور آخرت تصرف دیا گیا ہو اور ایسی حالت عطا فرمائی گئی ہو



واحوال برزخ را براحوال دنیا کہ مقید و مضیق  
 حدود و جہات است قیاس نتواں کرد۔  
 (جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۸۸)  
 کہ آسمانوں و زمین اور جنت سب کے حجابات  
 اٹھا دیئے گئے ہوں۔ بغیر اس کے کہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم اپنے مقام سے آگے جائیں یا کہیں منتقل  
 ہوں۔ اس لیے کہ امورِ آخرت اور احوال برزخ کا  
 قیاس اور اس دنیا کے احوال پر نہیں کیا جاسکتا جو  
 مقید ہے اور جس کی حدود اور جہات نہایت تنگ  
 ہیں۔

حضرت غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ  
 محقق کی مندرجہ بالا عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔  
 اس عبارت سے بہت سے اشکال رفع ہو گئے اور احادیث کے درمیان تطبیق ہو گئی جس کا  
 خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام میں جلوہ گر ہیں اور بغیر اس کے کہ اپنے مقام  
 شریف سے تجاوز (جسمی) فرمائیں یا کہیں منتقل ہوں، زمینوں اور آسمانوں اور قبرانور جمیع امکانہ کے  
 ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مساوی نسبت ہے اور ایک جگہ ہونے کے باوجود ہر جگہ موجود ہیں۔ اس  
 لیے اللہ تعالیٰ نے اس حجاب کو اٹھا دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ ہونے میں رکاوٹ کو  
 موجب ہو،

رہا یہ امر کہ دنیا میں یہ بات ناممکن ہے کہ ایک ہی وجود کئی جگہ یکساں موجود ہو۔ تو اس کا  
 جواب حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح دیا کہ دنیا کی حدود و جہات بہت  
 ہی تنگ واقع ہوئی ہیں اور عالم دنیا قیود کے ساتھ مقید ہے اس لیے عالمِ آخرت اور برزخ کا قیاس  
 اس دنیا پر نہیں کیا جاسکتا اور اس میں شک نہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بجا اور درست



فرمایا۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ مقید پر غیر مقید کا قیاس کر لیا جائے۔ کسی کوتاہ اور تنگ نظر کو فراخ اور وسیع شئی کی طرح تسلیم کر لیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ قبر انور میں بھی ہیں اور جنت اعلیٰ میں بھی۔ لہذا کوئی تعارض اور اشکال باقی نہ

رہا۔ (حیات النبی، ۱۰۶، ۱۰۷)

**جناب ابن القیم حنبلی شاگرد ابن تیمیہ نے لکھا:**

و معلوم بالضرورة ان جسده صلى الله عليه وسلم في الارض طرى مطرا. و قد سألہ الصحابة: كيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارميت؟ فقال: ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء. و لو لم يكن جسده في ضريحة لما اجاب بهذا الجواب. وقد صح عنه ان خرج بين ابى بكر وعمر رضى الله عنهما. و قال هكذا نبعث. (كتاب الروح ص ۷۳)

بلاشبہ آپ کا جسم مبارک قبر میں تروتازہ اور نرم ہے۔ ایک دفعہ صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے بوسیدہ ہونے کے بعد آپ پر ہمارا درود و سلام کیسے پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے مٹی پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ اگر آپ قبر انور میں موجود نہ ہوتے تو یہ جواب غلط ہو جاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتے مقرر فرمادیئے ہیں جو آپ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکر و عمر کے درمیان باہر نکلے اور

فرمایا اس طرح ہم قبر سے اٹھائے جائیں گے۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں موجود ہیں اور آپ کا جسم اقدس اسی طرح تروتازہ ہے جس طرح اس دنیا میں تھا اور اس میں روح مبارک موجود ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ کے جسد انور کو تو ہم بھی قبر میں مانتے ہیں اور تروتازہ بھی



مانتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ آپ کی روح مبارکہ جنت میں ہے کیونکہ آپ کی روح مبارکہ کو جنت میں ماننا ہی ادب اور آپ کی شان کے لائق ہے۔

## جواب

ہم پہلے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھ آئے ہیں کہ آپ کی قبر منورہ جنت ہی ہے کیونکہ ایک مومن کی قبر کے بارے میں یہ ارشاد ہے۔  
القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے حفر النار۔  
گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

نقلہ ملا علی القاری وقال حسنه الترمذی فرائد القلائد ص ۳۵ بیروت

الترغیب والترہیب للاصباحانی عن علی ابن ابیطالب ۴۱۱/۱

کنز العمال ۶۹۹/۱۵ حدیث نمبر ۲۲۷۹۷

اور پھر آپ کی روح مبارکہ کا آپ کے جسم اقدس میں موجود ہونا اس پر بے شمار احادیث دلالت کرتی ہیں جیسا کہ اس کتاب کے متن و شرح میں آگے آرہا ہے۔

اور اللہ جل مجدہ الکریم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہے:

وَلَا خَيْرَ لَكَ مِنَ الْاُولَىٰ . اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے ہر آنے

والی گھڑی کچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ (الضحیٰ ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی ایسا وقت نہیں آئے گا

کہ جس میں آپ کی کوئی فضیلت پہلے سے کم ہو جائے۔ بلکہ ہر آنے والی گھڑی میں حضور کی فضیلتوں

میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ روح اقدس کا استقرار اگر جسم اقدس کے علاوہ کسی اور مقام

میں ہو تو ولا خیر لک من الاولیٰ کے خلاف لازم آئے گا۔ اس لیے کہ جسم اقدس سے روح



مبارک کے قبض ہونے کے بعد اسے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جو کہ جسم سے زیادہ فضیلت والی ہو۔ زیادہ تو درکنار تمام کائنات میں کوئی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے برابر بھی فضیلت نہیں رکھتی۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ تو دعا کرتے تھے اللھم الرفیق الاعلیٰ۔ تو ہم عرض کریں گے کہ یہ تو طے شدہ بات ہے کہ مقام اعلیٰ مخلوق ہے اور جنت بھی مخلوق ہے جبکہ آپ کا جسم اقدس بھی مخلوق ہے تو پھر روح کو ان میں سے سب سے اعلیٰ و افضل جگہ میں ہونا چاہیے اور آپ کے جسم اقدس سے اعلیٰ مخلوق اللہ نے پیدا ہی نہیں فرمائی اس لیے روح اقدس کا جسم اقدس میں رہنا ہی سب سے افضل مقام ہے۔

اور پھر علماء نے تو اجماع نقل فرمایا ہے کہ آپ کی قبر منورہ کا وہ حصہ جہاں آپ کا جسد اقدس مس کر رہا ہے وہ جنت تو کیا عرش اعلیٰ سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے ہوزاورد

کرسی سے اونچی کرسی اس پاک در کی ہے۔

## قبر منورہ کا عرش عظیم سے افضل ہونا:-

امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ترتبط اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کہ کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل

(فتاویٰ رضویہ ص ۶۸۷/۴)

ہے۔

اس حوالے کے بعد کسی اور حوالے کی ضرورت تو نہیں مگر منکرین شان رسالت کا ناطقہ بند

کرنے کے لیے اختصار کے طور پر چند حوالے مزید دیے جاتے ہیں۔



## حضرت امام مالک بن انس فرماتے ہیں:

قال مالک بن انس: ان الارض الملاصق لجسد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ زمین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم المبارک اعلیٰ و افضل من کل شیئ حتی من العرش والكرسى۔ پاک کو چھو رہی ہے وہ ہر چیز سے افضل ہے حتیٰ کہ عرش و کرسی بھی افضل ہے۔

(عرف الشذی لاناور شاہ الکشمیری ص ۱۴۱)

## امام ابوالیمن ابن عسا کر فرماتے ہیں:

وقع الاحماع علی تفضیل ما ضم الاغضاء الشریفة حتی علی الکعبہ۔ اس بات پر اجماع ہے کہ جو حصہ جسم کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ ہر چیز سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ معظمہ سے بھی افضل ہے۔

(جواہر النجار ۲: ۲۴۹ للنہجانی وبل الہدی والرشاد ۳: ۳۱۵ للشامی)

## حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

ان تربة لصقت بجسده من الفراش اعلیٰ تربة من العرش۔ بے شک جو مٹی آپ کے جسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے بستر کے طور پر وہ عرش سے بھی اعلیٰ ہے۔

(الزبدۃ العمدۃ شرح قصیدہ البردۃ للملا علی القاری، ۶۸)

حضرت شیخ امام ابن عقیل حنبلی استاد محترم حضرت شیخ غوث اعظم عبدالقادر جیلانی و حضرت علامہ سیوطی و ملا علی قاری کا عقیدہ

حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی، حضرت ملا علی القاری اور علامہ نبھانی نے امام ابن عقیل سے نقل فرمایا ہے کہ:



قال العلماء محل الخلاف في التفضيل علماء میں جو اختلاف ہے وہ شہر مکہ و مدینہ میں  
 بین مکة والمدينة في غير قبره صلى افضلیت کے بارے میں ہے لیکن جہاں تک  
 الله عليه وسلم ام هو فاضل البقاع قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے پس وہ  
 بالاجماع بل هو افضل من الكعبة بل بالاجماع افضل ہے حتی کہ کعبہ سے بھی افضل ہے  
 ذكر ابن عقيل الحنبلي انه افضل من بلکہ ابن عقیل حنبلی نے تو ذکر کیا ہے کہ بے شک وہ  
 العرش عرش سے بھی افضل ہے۔

(النصائح الكبرى ۲: ۲۰۳ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲: ۱۹۰)

### حضرت امام قاضی عیاض صاحب شفا شریف کا عقیدہ:

لا خلاف ان موضع قبره صلى الله عليه وسلم افضل بقاع الارض اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بے شک آپ ﷺ  
 کی قبر کی جگہ زمین کا سب سے افضل حصہ ہے۔  
 (الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، ۲: ۷۵)

### حضرت امام احمد شہاب الدین الخفاجی فرماتے ہیں:

بل هي افضل من السموات والعرش بلکہ یہ آسمانوں، عرش اور کعبہ سے بھی افضل  
 والكعبة كما نقله السبكي ہے۔ جیسا علامہ سبکی نے اس کو نقل کیا ہے۔  
 (نسيم الرياض شرح حاشيا القاضي عياض ۳: ۵۳۱)

### حضرت ابو عبد اللہ محمد بن رزین الحمری الشافعی فرماتے ہیں:

ولا شك ان القبر اشرف موضع من الارض والسبع السموات طرۃ واشرف من عرش المليك وليس في . مقالی خلاف عند اهل الحقيقة  
 (بلا شك آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ سب جگہوں سے افضل ہے زمین اور ساتوں آسمان کی اور



عرش رب کریم سے بھی افضل ہے اور اس میں اہل حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے)

**امام ابن الحاج المالکی فرماتے ہیں:**

الاتری الی ما وقع من الاجماع علی ان کیا تو نہیں جانتا کہ اجماع واقع ہوا ہے کہ جس افضل البقاع الموضع الذی ضم اعضاءہ جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اقدس مس ہے ، الکریمۃ صلوات اللہ علیہ وسلامہ وہ تمام کائنات کی جگہوں سے افضل ہے۔  
(المدخل، ۱: ۲۵۷)

**حضرت امام علامہ زین الدین ابوبکر بن حسین المراغی م۔ ۸۱۶ھ فرماتے ہیں:**

واجمعوا علی ان الموضع الذی ضم اس پر اجماع ہے کہ وہ جگہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ اعضاء الرسول المصطفیٰ صلی اللہ وسلم کے اعضاء کے ساتھ مس ہے وہ تمام زمین علیہ وسلم المشرفة افضل بقاع الارض سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ سے بھی جیسا کہ امام حتی موضع الکعبۃ کما قالہ القاضی قاضی عیاض اور ابن عسا کر نے کہا ہے۔  
عیاض وابن عسا کر۔

(تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار العجۃ ص ۱۰۴)

**حضرت امام نور الدین بن برہان الدین حلبی فرماتے ہیں:**

قام الاجماع ان هذا الموضع الذی ضم اس پر اجماع قائم ہو چکا ہے کہ وہ جگہ جو نبی اکرم اعضاء الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس سے مس ہے وہ افضل بقاع الارض حتی موضع الکعبۃ تمام زمین سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ معظمہ سے بھی الشریفۃ قال بعضهم وافضل من بقاع افضل بلکہ بعض نے کہا کہ یہ مبارک جگہ ساتوں السموات حتی من العرش آسمانوں بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔



(سیرت حلبیہ، ۳: ۳۶۶)

عارف باللہ شیخ الامام محمد المہدی القاسی فرماتے ہیں:

السماء افضل من الارض الابقعة فی  
الارض ضمت اعضاء النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم فہی افضل منها حتی من  
العرش والكرسى .  
آسمان زمین سے افضل ہے سوائے اس ٹکڑا  
مبارکہ کے کہ جس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے اعضاء مبارک مس ہیں پس وہ آسمان سے  
افضل ہے حتی کہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۱۹۱)

حضرت علامہ علاؤ الدین بغدادی اور حضرت امام سید احمد بن عابدین شامی فرماتے ہیں:

مكة افضل منها علی الراجح الاماضم  
اعضاء علیہ السلام فانه افضل مطلقا  
حتى من الکعبه والعرش والكرسى .  
مکہ مدینہ سے افضل ہے اور یہی راجح ہے مگر وہ  
جگہ کہ جس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے اعضاء مس ہیں وہ مطلقاً افضل ہے بلکہ کعبہ  
اور عرش و کرسی سب سے افضل ہے۔  
(بد مختار مع شامی، ۱: ۶۲۶)

حضرت علامہ بدر الدین آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

البقعة التي ضمته صلی اللہ علیہ و  
سلم فانها افضل البقاع الارضية و  
السماوية حتی قيل وبه اقول انها افضل  
من العرش .  
وہ ٹکڑا زمین جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ساتھ مس ہے وہ زمین آسمان کی تمام جگہوں سے  
افضل ہے حتی کہ یہ بھی کہا گیا ہے اور میں بھی یہی  
کہتا ہوں کہ یہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

(تفسیر روح المعانی پارہ ۲۵/۱۱۳)

حضرت علامہ عمر بن احمد الخرنوبی فرماتے ہیں:



ان تربة قبره افضل من البيت والمسجد بلا شك وشبه نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ  
الاقصى والعرش والكرسى .  
(شرح الخروپوتی ص ۱۱۰)

### حضرت علامہ علاؤ الدین م ۱۰۸۸ھ فرماتے ہیں:

وما ضم اعضاء الشريفة افضل البقاع اور جو جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء شریفہ  
على الاطلاق حتى من الكعبة ومن سے متصل ہے وہ علی الاطلاق افضل ہے حتی کہ  
الكرسى وعرش الرحمن . کعبہ کرسی اور اللہ کے عرش سے بھی افضل ہے۔  
(الدر المنثور شرح الملتقى بر حاشیہ مجمع الانهر، ۱: ۳۱۲)

### حضرت مولانا عبدالعلی محمد بحر العلوم فرماتے ہیں:

ان موضع قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل من كل ارض وسماء تمام زمین و آسمان سے افضل ہے جیسا کہ خود  
كما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رسول الله صلى الله عليه وسلم تمام کائنات سے افضل  
افضل الكائنات كذلك قبره صلى الله عليه وسلم کی قبر زمین کے تمام ٹکڑوں اور  
عليه وسلم افضل البقاع و الاماكن قال اما کن سے افضل ہے۔ شیخ عبدالحق محدث نے کہا  
الشيخ عبدالحق بعد الاجماع ثم بعده کہ اس پر اجماع ہے اس کے بعد کعبہ شریف  
الكعبة افضل البقاع سوى قبر موضع افضل ہے تمام زمین سے سوائے قبر رسول اللہ صلی  
رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا . اللہ علیہ وسلم کے۔

(بیان الارکان، ۲۸۲)

### حضرت مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی فرماتے ہیں:



ولا خلاف ان موضع قبره افضل من اور اس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے آپ صلی  
بقاع الارض حتی موضع الکعبة وقال اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کی جگہ تمام زمین سے  
غیر واحد بل من بقاع السموات ایضاً . افضل ہے حتی کہ کعبہ شریف سے اور بے شمار علماء  
حتی العرش . نے فرمایا کہ تمام آسمانوں سے بھی افضل ہے حتی  
(سیف الجبار المسلمون علی اعداءہ لابرار ص ۱۱۴) کہ عرش معلیٰ سے بھی۔

(مکتبہ رضویہ انجمن شیڈلاہور)

### علماء دیوبند کا متفق علیہ فتویٰ:

ان البقعة الشريفة والرحبة المنيفة التي وہ بقعہ شریفہ جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ضم اعضاءہ صلی اللہ علیہ وسلم اعضاء مبارکہ سے مس کیے ہوئے ہے علی  
افضل مطلقاً حتی من الکعبة ومن الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ شریف  
فقہاء نا . اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔

(المہند .....)

اسی طرح علمائے دیوبند میں سے مولوی شبیر احمد عثمانی نے: فتح الملہم، جلد سوم میں، مولوی  
منظور احمد نعمانی سیف یمانی ص ۱۲۰ میں، مولوی اشرف علی تھانوی نے امداد الفتاویٰ، ۶: ۱۱۳ جناب  
مولوی زکریا سہارنپوری صاحب نے فضائل حج ص ۱۴۸ میں اور جناب زاہد الحسینی نے رحمت  
کائنات ص ۳۴۴ میں بیان کیا۔

تو ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ، دینا و کائنات  
کی تمام اشیاء سے افضل ہے لہذا آپ کی روح مقدسہ کو اسی افضل ترین مقام پر ہی ہونا چاہیے کیونکہ  
اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ مبارکہ ہے کہ: وللاخرة خیر لک من الاولى.



فعلى هذا يصيرون كسائر الاحياء يكونون، حيث ينزلهم الله (تعالى) عز وجل .  
پس اس طرح تمام انبياء کرام علیہم السلام عام زندہ لوگوں کی طرح زندہ ہو جاتے ہیں اور  
جہاں اللہ تعالیٰ ان کو رکھے وہاں تشریف رکھتے ہیں۔

امام بیہقی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ  
والسلام حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک مسلک ہے اور  
کیوں نہ ہو کہ احادیث معتبرہ و صحیحہ اس عقیدہ پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں اور اسی طرح امت کی  
اکثریت کا یہی مسلک ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا اور کچھ آئندہ صفحات میں بدلائل آ رہا  
ہے۔ (انشا اللہ تعالیٰ المولیٰ)

## ہشت مسئلہ

### ازافات

محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی مدظلہ العالی

تدوین و ترتیب و اضافہ جات

خادم مناظر اسلام قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی



کما روینا فی حدیث المعراج ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای موسیٰ علیہ السلام قائماً یصلی فی قبرہ ثم راہ مع سائر الانبیاء علیہم السلام فی بیت المقدس ثم رأہم فی السموات واللہ تبارک وتعالیٰ فعال لما یرید۔

جیسا کہ ہم نے حدیث معراج وغیرہ میں زوایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا پھر دیگر تمام انبیاء کرام کے ساتھ بیت المقدس میں دیکھا۔ پھر آسمانوں میں ملاحظہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

امام بیہقی کی اس عبارت اور دیگر آنے والی احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہ السلام زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے قبر میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جسد کو دیکھا اور بیت المقدس اور آسمانوں میں روح کو دیکھا بلکہ آپ نے یہی فرمایا کہ قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جبکہ بیت المقدس اور آسمانوں میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہی دیکھا ہے۔ اور یہ احادیث و واقعات معراج بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

### حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی فرماتے ہیں:

ومنها شہود الجسم الواحد فی مکانین اور معراج کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی فی ان واحد کما رای محمد صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ فی اشخاص بنی آدم ہے کہ ایک جسم ایک وقت میں دو مکانوں میں حاضر ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے السعداء حین اجتمع بہ فی السماء اولاد آدم کے نیک بختوں میں اپنے آپ کو الاولیٰ کما مرو کذلک آدم وموسیٰ ملاحظہ فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم کے ساتھ پہلے آسمان پر ملے تھے۔ جیسا کہ حال کونہم ساکنین فی السماء فانہ گزرا اور اسی طرح حضرت آدم وموسیٰ علیہما



قال رایت آدم رایت موسیٰ رایت  
ابراہیم واطلق وما قال رایت روح آدم  
والا روح موسیٰ فراجع صلی اللہ علیہ  
وسلم موسیٰ فی السماء و هو بعینہ فی  
قبرہ فی الارض قائما یصلیٰ کما ورد فیہا  
من یقول ان الجسم الواحد لا یکون فی  
مکانین کیف یکون ایمانک بهذا  
الحديث فان كنت مومنا فقلد وان  
كنت عالما فلا تعترض فان العلم  
یمنعک و لیس لک الاختبار فانه لا  
یختبر الا الله و لیس لک ان تتاول ان  
الذی فی الارض غیر الذی فی السماء  
لقوله علیہ السلام رایت موسیٰ واطلق  
وکذلک سائر من راہ من الانبیاء  
ہناک فالمسمى موسیٰ ان لم یکن  
عینہ فالأخبار عنه کذب انه موسیٰ هذا۔  
(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد اللہ کا بر ۳۶/۲)

السلام اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام  
علیہم السلام کے ساتھ حالانکہ بلا شک و شبہ وہ  
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زمین میں اپنی  
قبروں کے اندر ہیں دراصل حالیکہ وہ آسمانوں میں  
بھی سکونت رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے مطلقاً اس طرح فرمایا کہ میں نے آدم کو دیکھا  
موسیٰ علیہم السلام کو دیکھا ابراہیم علیہ السلام کو  
دیکھا۔ روح کی قید کے ساتھ مقید فرما کر۔ یہ نہیں  
فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کی روح کو دیکھا  
اور نہ یوں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح کو  
دیکھا (جس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے بعینہ ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو  
ہی دیکھا نہ کہ صرف ان کی ارواح یا مثال کو) پھر  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ  
السلام کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ حالانکہ موسیٰ علیہ  
السلام اپنی قبر کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے  
تھے۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں وارد ہوا ہے  
انتہائی افسوس اور تعجب اس کہنے والے پر جو یہ کہتا  
ہے کہ ایک جسم بیک وقت دو مکانوں میں نہیں ہو



سکتا۔ (اے کہنے والے) ذرا یہ تو بتا کہ اس قول کے  
 ہوتے ہوئے تیرا ایمان اس حدیث پر  
 کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر تو مومن ہے تو تجھے مان لینا  
 چاہیے اور اگر تو عالم ہے تو پھر اعتراض نہ کر اس  
 لیے کہ علم تجھے اس اعتراض سے روکتا ہے اور  
 تجھے حقیقت حال کا علم ہی نہیں اس لیے کہ یہ علم  
 حقیقۃً اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور تیرے لیے یہ بات  
 جائز نہیں ہے کہ تو اس حدیث میں یہ تاویل  
 کرے کہ جو انبیاء کرام زمین میں ہیں وہ ان کے  
 غیر ہیں جنہیں آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 آسمانوں میں دیکھا۔ اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام نے رأیت موسیٰ کہ میں نے موسیٰ کو دیکھا  
 ، مطلقاً فرمایا ہے اسی طرح باقی انبیاء کرام کے  
 متعلق جنہیں آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 آسمانوں میں دیکھا (یہ نہیں فرمایا کہ آسمانوں  
 میں ان کے غیر کو دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے جن کو موسیٰ فرمایا اگر وہ بعینہ موسیٰ نہ ہو تو ان  
 کے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں جھوٹ ہوگا۔  
 (العیاذ باللہ تعالیٰ)



ولحياة الانبياء بعد موتهم. صلوات الله عليهم. شواهد من الاحاديث الصحيحة منها.  
 اور انبياء کرام صلوات علیہم کی وفات کے بعد حیات کے صحیح احادیث میں شواہد ہیں ان  
 میں سے

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام حقیقی طور پر ایک ہی وقت میں اپنی اپنی قبور  
 مقدسہ میں اور مسجد اقصیٰ میں اور آسمانوں میں بھی موجود ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت  
 و قدرت ہے۔

## فضائل شب برات وليلة القدر

حضرت ملا علی قاری کے رسالہ کا ترجمہ اور تخریج نہایت ہی قابل مطالعہ کتاب ہے  
 از قلم

محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی مدظلہ العالی

منکرین کے اعتراضات کے مسکت جوابات



## حدیث نمبر ۶:

ما أخبرنا أبو الحسين علي بن محمد بن عبد الله بن بشران ببغداد أنبأنا اسماعيل بن محمد الصفار ثنا محمد بن عبد الملك الدقيقي ثنا يزيد بن هارون، ثنا سلمان التيمي عن انس بن مالك ان بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أخبره أن النبي صلى الله عليه وسلم ليلة اسرى به مر على موسى عليه السلام وهو يصلي في قبره.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے خبر دی کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث شریف کی سند سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس بن مالک نے یہ حدیث براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی بلکہ کسی اور صحابی سے سنی ہے اس طرح یہ حدیث مرسل ہوئی لیکن صحابہ میں سے ہے جو کہ بالاتفاق قابل قبول ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

حضرت امام حافظ ابو الفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی فرماتے ہیں:

واما الذي ارسله الصحابي فحكمه الوصل على الصواب

اور وہ حدیث جس کو صحابی مرسل بیان کرے وہ موصول کے حکم میں ہے یہی صحیح و صواب

ہے۔

حضرت امام شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی فرماتے ہیں:

بل اهل الحديث وان سموه مرسلًا لا خلاف بينهم في احتجاج به.

بلکہ محدثین کے نزدیک اگرچہ اس کا نام مرسل ہے لیکن اس کے ساتھ احتجاج میں کسی کو کوئی

اختلاف نہیں ہے۔



(فتح المغیث، ۱: ۱۵۳)

حضرت امام محی الدین ابی زکریا عجمی بن شرف النووی فرماتے ہیں:

وهذا كله في غير مرسل الصحابة واما اور یہ تمام اختلاف غیر صحابہ کی مراسیل میں ہے  
مرسلهم و هو مارواه ابن عباس وابن اور جہاں تک مراسیل صحابہ کا تعلق ہے جیسا کہ  
زبیر و شبہما من احداث الصحابة عن حضرت ابن عباس و عبد اللہ بن زبیر اور ان جیسے  
رسول الله صلى الله على وسلم ممالم دیگر کم عمر صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
يسمعوه منه فحكمه حكم المتصل. سے روایت کریں اگرچہ صحابی کا نام نہ لیں تو یہ  
لان الظاهر روايتهم ذلك عن الصحابة متصل کے حکم میں ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ان کی  
والصحابه كلهم عدول ..... و روایات صحابہ سے ہی ہیں اور صحابہ تمام کے تمام  
الصواب: المشهور: انه يحتج به عدول ہیں اور صحیح اور مشہور ..... ہے کہ یہ  
مطلقا مطلقا قابل قبول ہے۔

(کتاب الارشاد طلاب الحقائق للنووی، ۱: ۱۷۵ تا ۱۷۳)

اور اسی طرح دیگر بے شمار محدثین و علمائے اصول نے بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو!

الكفاية في علم الرواية للخطيب بغدادی ص ۲۲۲

كتاب المجموع، ۱: ۱۰۶ جامع التحصيل ص ۳۱

التقييد والايضاح شرح مقدمه ابن الصلاح للعراقي ص ۷۵

التدريب الراوی، ۱: ۲۰۷ المتصفی، ۱: ۷۱

القنع في علوم الحديث للابن الملقن، ۱: ۱۳۸

فتح الباقي بشرح الفية العراقي ۱۳۸، ۱۳۹ وغیرہم



تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث اگر صرف مرسل ہی ہوتی تب بھی بالاتفاق قابل قبول تھی لیکن یہ روایت تو موصول بھی ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں موجود ہے اور اس متن میں ابھی اگلی روایت بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موصول ہی آرہی ہے۔

## صلۃ التَّسْبِيح

مصنف

علامہ عبدالحی لکھنوی

مترجم

محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی مدظلہ العالی

تخریج و اضافہ

خادم مناظر اسلام قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

صلۃ التَّسْبِيح کی حدیث پر منکرین کے اعتراضات کے مدلل جوابات



## حدیث نمبر ۷:

واخبرنا ابو الحسين بن بشران انبا اسماعيل انبا احمد بن منصور بن  
سيار الرمادي ثنا يزيد بن ابي حكيم ثنا سفيان يعني الثوري ثنا سليمان التيمي عن  
انس ابن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گزرا تو وہ اپنی  
قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

یہ روایت سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ دراصل حضرت امام بیہقی یہ حدیث لا کر یہ  
ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حدیث شریف ”انبياء احياء في قبورهم يصلون معنوی لحاظ سے بھی صحیح ہے  
کیونکہ یہ کام یعنی قبر میں نماز پڑھنا تو واقع ہو چکا اور اس کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ  
فرما کر ہم کو دی، لہذا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے اور اس میں کسی  
منکر کو بھی گنجائش انکار نہیں ہے تو دیگر حضرات انبیاء کرام کے نماز پڑھنے میں کونسا استحالہ ہے وہ اپنی  
اپنی قبور میں نماز کیوں نہیں پڑھ سکتے۔

امام مسلم نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مررت ليلة اسرى بي  
على موسى عليه السلام قائما يصلي في قبره.

(صحیح مسلم ۲: ۲۶۸)

اور اس روایت کو کم و بیش انہی الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل محدثین نے بھی روایت کیا

ہے۔

۱۔ مسند امام احمد، ۳: ۱۲۸، ۴۲۸، ۵۹: ۵ امام احمد بن حنبل



.....

- ۲۔ مصنف عبدالرزاق، ۵۷۷:۳ امام عبدالرزاق
- ۳۔ مسند ابی یعلیٰ، ۷۱:۶ امام ابویعلیٰ الموصلی
- ۴۔ صحیح ابن حبان، ۱۳۹:۱ امام ابن حبان
- ۵۔ حلیۃ الاولیاء، ۶:۳۵۳، ۸:۳۳۳ امام ابو نعیم اصبہانی
- ۶۔ فردوس الاخبار، ۲:۲۵۶ امام یلمی
- ۷۔ سیرت ابن اسحاق، ۱:۲۹۷ ابن اسحاق
- ۸۔ شرح السنۃ، ۱۳:۳۵۱ امام بغوی
- ۹۔ سنن نسائی، ۱:۲۲۲-۲۲۳ امام نسائی
- ۱۰۔ تاریخ جرجان للسمعی، ۲:۲۷۳ امام سہمی
- ۱۱۔ مسند الشامیین، ۱:۱۹۴، ۲:۴۲۰ امام طبرانی
- ۱۲۔ الرسائل القشیریہ، ۱۸ ابوالحسن قشیری
- ۱۳۔ السنن الکبریٰ، ۱:۴۱۹ امام نسائی
- ۱۴۔ تاریخ اصبحان، ۲:۲۲۸ ابو نعیم اصبہانی
- ۱۵۔ کتاب الزہد، ۹۵ امام احمد
- ۱۶۔ المعجم الکبیر، ۱۱:۹۱ امام طبرانی
- ۱۷۔ نوادر الاصول، ۴۰۹ حکیم ترمذی

کتاب الافراد ۳۳/۲ امام دارقطنی

یہ حدیث الحمد للہ صحیح السند والمتن ہے اس لیے اس کے مویدات کی خاص ضرورت تو نہیں لیکن اتمام حجت کے لیے چند روایات اس کی تائید میں پیش کرتے ہیں تاکہ ماننے والوں کے



دل باغ باغ اور منکرین کی ناک خاک آلود ہو۔

### (حدیث نمبر ۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مررت علی موسیٰ وهو قائم یصلیٰ سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے فی قبرہ۔  
(العجم الکبیر للطبرانی ۹۲: ۱۱ مسند احمد ۱: ۲۸۵، ۲۹۰ فوائد التمام الرازی ۴: ۲۵۸ (باب ماجاء فی موسیٰ) ذکر اخبار اصمہان لابن نعیم ۲: ۱۳۵)

### (حدیث نمبر ۲) حضرت ابوسعید الخدري رضی اللہ عنہ

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (أیت موسیٰ) (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علیہ وسلم) عند الکثیر الاحمر یصلیٰ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ فی قبرہ۔  
(کشف الاستار عن زوائد المز ۳: ۱۰۴)  
(ابن مردويه بحوالہ الخصائص الکبریٰ ۱: ۱۶۹)

### (حدیث نمبر ۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اسری بی الی السماء رأیت موسیٰ یصلیٰ فی قبرہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے حضرت موسیٰ کو



دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

(ابن عساکر بحوالہ کنز العمال، ۵۱۱:۱۱)

(ابن مردویہ بحوالہ الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۷۶)

## تحقیق مسئلہ رفع یدین

از قلم

محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی مدظلہ العالی

عام طور پر جن چند فروعی مسائل میں غیر مقلدین ہر وقت لوگوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں ان میں مسئلہ رفع یدین بھی ہے محدث کبیر، نے علامہ ہاشم بن عبدالغفور سندھی کے رسالہ، کشف الرین فی مسئلہ رفع الیدین کا نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ اس پر نہایت علمی و تحقیقی حاشیہ بھی لکھا جس نے اس کو اور بھی انمول بنا دیا۔



## حدیث نمبر ۸:

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ ثنا ابو العباس محمد ابن يعقوب ثنا محمد بن عبد الله بن المنادی ثنا يونس بن محمد المودب ثنا حماد بن سلمة ثنا سليمان التيمي وثابت البناني عن انس ابن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : أَتَيْتُ مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِي بَيْ عِنْدَ الْكُثَيْبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يَصَلِّي فِي قَبْرِهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں حضرت موسیٰ کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب آیا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

## علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

وقد صحح عنه انه رأى موسى عليه السلام قائماً يصلي في قبره ليلة الاسراء (كتاب الروح ص ۷۴) اور یہ صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

## حضرت علامہ احمد بن السید محمد علی الحسینی الحموی الحنفی م ۱۰۹۸ فرماتے ہیں:

وصح ان النبي صلى الله عليه وسلم رأى موسى قائماً يصلي في قبره ليلة الاسراء. اور یہ حدیث صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(رسالہ کرامات اولیاء ص ۱۴ طبع ترکی ملحق بہ الدرر السدیہ)

## حضرت امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:



وقال البيهقي في دلائل النبوة وفي  
الحديث الصحيح عن سليمان التيمي  
وثابت عن انس بن مالك.....  
(شفاء السقام ص ۱۸۳)  
امام بیہقی نے دلائل النبوة میں اس حدیث کے  
متعلق کہا جو کہ سلیمان التیمی اور ثابت بنانی  
حضرت انس رضی اللہ نے روایت کیا ہے کہ یہ صحیح  
حدیث ہے۔

امام بیہقی کی یہ عبارت دلائل النبوة ۲: ۳۸۷ پر ہے:  
(ث) عن انس وهو صحيح  
حضرت انس سے یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ  
میں ہے جو کہ صحیح ہے۔

### فوائد حدیثیہ

#### حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

قال الشيخ بدر الدين بن صاحب في  
مولف له في حياة الانبياء: هذا صريح  
في اثبات الحياة لموسى في قبره فانه  
وصفه بالصلوة وانه قائم: ومثل ذلك  
لا يوصف به الروح وانما يوصف به  
الجسد وفي تخصيصه بالقبر دليل على  
هذا فانه لو كان من اوصاف الروح لم  
يحتج ..... لتخصيصه بالقبر.  
(زهرا الربی شرح سنن النسائی المجلد ۱، ۲۳۳ قدیمی کتب خانہ  
کراچی)  
شیخ بدرالدین بن صاحب نے اپنے رسالہ حیاة  
الانبیاء میں فرمایا کہ یہ حدیث شریف حضرت  
موسیٰ علیہ السلام کی حیاة فی القبر میں صریح ہے  
کیونکہ اس میں ان کی صفت نماز بیان کی گئی ہے  
کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور یہ  
صرف روح کی صفت نہیں ہو سکتی۔ بے شک یہ تو  
جسد کا کام ہے (یعنی آپ حقیقی حیاة کے ساتھ  
متصف ہیں) اور قبر کی تخصیص بھی اس پر دلیل  
ہے کہ اگر یہ صرف روح کے اوصاف میں سے  
ہوتا تو قبر کی تخصیص کے ساتھ احتجاج نہ کیا جاتا۔



## حضرت علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی نقشبندی فرماتے ہیں:

والصلاة ذات ركوع وسجود وهي اور نماز رکوع وسجود والی ہے اور یہ زندہ جسم کو چاہتی  
تستدعی جسدا حيا كما قالوا في صلاة ہے جیسا کہ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز اپنی  
موسیٰ فی قبرہ۔“ قبر میں“ کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے۔

## حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الثامی فرماتے ہیں:

قال العلامة جمال الدين محمود بن حضرت علامہ جمال الدین محمود بن  
جملة: وهذا الحديث صريح في اثبات جملة: وهذا الحديث صريح في اثبات  
الحياة لموسى صلى الله عليه وسلم. ہیں! یہ حدیث حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیاۃ فی  
القبر میں واضح اور صریح ہے کیونکہ آپ کی نماز القبر میں واضح اور صریح ہے کیونکہ آپ کی نماز  
فانه وصفه بالصلوة وذكر انه كان قائما فانه وصفه بالصلوة وذكر انه كان قائما  
ومثل هذا لا يوصف به الروح فقط، و ومثل هذا لا يوصف به الروح فقط، و  
انما يوصف به مع الجسد فانه لا يقوم انما يوصف به مع الجسد فانه لا يقوم  
يصلى ال بعودة الروح اليه فتلك يصلى ال بعودة الروح اليه فتلك  
كرامة عظيمة فانه يفسح له في قبره كرامة عظيمة فانه يفسح له في قبره  
فيكون عمله في العبادة متصل بعد فيكون عمله في العبادة متصل بعد  
وفاته وهذه الرؤية رؤية عين لان مذهب وفاته وهذه الرؤية رؤية عين لان مذهب  
اهل السنة ان الاسراء كان بالجسد. اهل السنة ان الاسراء كان بالجسد.  
(سبل الهدى والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ۱۲: ۲۶۷) (سبل الهدى والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ۱۲: ۲۶۷)  
الباب الثانی عشر فی صلاتہ فی قبرہ۔ الباب الثانی عشر فی صلاتہ فی قبرہ۔

نزدیک معراج جسد کو ہوئی تھی نہ کہ فقط روح کو۔

## حضرت امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:



وقد ذكرناه عن جماعة من العلماء و شهد اور ہم نے علماء کی ایک پوری جماعت سے حیات  
 له صلاة موسى عليه السلام في قبره فان الانبياء کا بیان کیا ہے اور اس کا شاہد حضرت موسیٰ  
 الصلاة تستدعي جسدا حيا و كذلك عليه السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے اور نماز  
 الصفات المذكورة في الانبياء ليلة كلها زنده جسم کو چاہتی ہے اور ایسی دیگر وہ صفات جو  
 صفات الاجسام ولا يلزم من كونها حياة کہ انبیاء میں ذکر کی گئیں معراج کی رات کو تو یہ  
 حقيقة ان تكون الابدان معها كما تمام صفات اجسام کی ہیں اور قبر میں حقیقی حیات  
 كانت في لا دنيا من الاحتياج الى الطعام ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے بدنوں کو جیسے  
 والشراب..... فليس في العقل ما دنیا میں کھانے پینے کی احتیاج تھی وہ قبروں میں  
 يمنع من اثبات الحياة الحقيقية واما بھی ہو اور عقل بھی قبروں میں حقیقی حیات کے  
 الادراكات كالعلم والسماع فلا شك اثبات کی نفی نہیں کرتی اور جہاں تک ادراکات یعنی  
 ان ذلك ثابت. علم اور سماعت کا تعلق ہے تو وہ ان کے لیے ثابت  
 (شفاء السقام، ۱۹۱، ۱۹۲)

**حضرت علامہ سیدی محمد بن قاسم جسوس تحریر فرماتے ہیں:**

ويشهد له صلاة موسى في قبره فان حياة الانبياء کا شاہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی  
 الصلوة تستدعي جسدا حيا و كذلك قبر میں نماز پڑھنا ہے اور نماز زندہ جسم کو چاہتی  
 صفات الانبياء المذكورة ليلة الاسراء ہے اور ایسے ہی وہ تمام صفات جو کہ معراج کی  
 كلها صفات الاجساد ولا امتناع من رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام کی  
 انها حياة حقيقية وان لم تحتج الى نحو بیان فرمائیں وہ سب اجساد کو چاہتی ہیں اور ان  
 طعام واما نحو العلم والسماع فثابت کی حیات حقیقی ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے



لهم بل لسان الموتى بلا شك.  
(الفوائد الجلیلة البھیة علی شامل نبویہ ص ۲۳۶)  
لیکن یہ حیاہ حقیقیہ ہونے کے باوجود ان کو طعام  
وغیرہ کی حاجت نہیں ہے اور جہاں تک علم اور  
سماعت کا تعلق ہے تو وہ انبیاء کرام کے لیے  
ثابت ہے بلکہ وہ تو عام موتی کے لیے بھی ثابت  
ہے۔

یہاں منکرین شان انبیاء کی ایک نئی توجیہ و تحقیق بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ایک اعتراض کا  
جواب دیتے ہوئے۔

### دیوبندی انوکھی تحقیق

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی مماتی نے لکھا ہے۔

”جس طرح حیات دنیا میں ارواح و ابدان عنصریہ کے ذریعے متحرک ہوتی ہیں اور تمام  
اعمال و تصرفات بجالاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض کالمین کی ارواح وفات کے بعد  
عالم برزخ میں مثال اور برزخی اجسام کے ذریعے حرکت کرتی ہیں اور نماز پڑھتی ہیں۔ تلاوت  
قرآن، حج اور کئی دوسرے اعمال بجالاتی ہیں۔“  
(ندائے حق، ۱: ۵۵۷)

یعنی مولوی مذکور کا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اور بالخصوص حضرت  
موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ قبر میں ان کا مثالی جسم نماز پڑھ رہا تھا۔ اصل جسم قبر میں  
بلا حرکت و جنبش موجود تھا: بلفظہ:

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثالی  
جسم دیکھا تھا اور اصلی جسم پاس بلا حرکت و جنبش پڑا ہوا تھا۔ اس پر مولوی صاحب کے پاس کون سی  
دلیل ہے واضح کریں۔



تو ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبور مقدسہ میں حقیقی حیاۃ کے ساتھ زندہ ہیں اور نمازیں ادا فرماتے ہیں۔ کیا انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ بھی کوئی شخص اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے یا کہ نہیں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایات قابل مطالعہ ہیں:-

### امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت نقل فرمائی ہے کہ

یوسف بن عطیہ قال سمعت ثابت بن یوسف بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے النبانی يقول لحمید الطویل هل بلغک یا ابا عبد اللہ ان احدا یصلی فی قبرہ الا الانبیاء سے فرمایا کہ اسے ابو عبید کیا تجھے کوئی ایسی قال لا قال ثابت اللہم ان اذن لا حد ان حدیث پہنچی ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے علاوہ یصلی فی قبرہ فاذن لثابت ان یصلی فی بھی کوئی شخص قبر میں نماز پڑھتا ہے تو انہوں نے قبرہ۔ جواب دیا کہ نہیں تو حضرت ثابت نے دعا مانگی

(حلیۃ الاولیاء لابن نعیم، ۲: ۳۱۹، شرح الصدور، ۲۵۶ ج ۱) اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق الہدی والرشاد، ۱۲: ۳۶۷ شعب الایمان للبیہقی بسند واجازت دیتا ہے تو ثابت کو اجازت دینا کہ وہ آخر، ۳: ۱۵۶ مصنف ابن ابی شیبہ عن حماد قال ثابت اپنی قبر میں نماز پڑھے۔

(۵۰: ۱۴) (کتاب الزہد) طبقات ابن سعد (۲۳۳/۷) (مختصر)

یعنی جناب حمید الطویل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی مرفوع روایت نہیں ملی کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا بھی کوئی شخص قبر میں نماز پڑھتا ہے یا کہ نہیں اور اگر حضرات انبیاء کرام بھی قبر میں نماز نہ پڑھتے ہوتے تو پہلے نمبر پر تو حضرت بنانی جو کہ مشہور ثقہ تابعی ہیں اور جنہوں نے حضرت عبداللہ بن (مسلم) حضرت عبداللہ بن مغفل (نسائی) حضرت عبداللہ بن زبیر (بخاری) حضرت ابو ہریرہ سلمی اور حضرت عمر بن ابی سلمہ مخزومی ربیب النبی صلی اللہ



علیہ وسلم (ترمذی نسائی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام سے روایت لی ہے۔ اور اپنے وقت کے اولیاء کرام میں تھے۔ یہ سوال نہ کرتے اور اگر کر ہی دیا تھا تو جناب حضرت حمید الطویل ہی اس سوال کو رد کر دیتے کہ انبیاء کے سوا کیا انبیاء بھی تو قبور میں نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت امام ثابت بنانی کا سوال کرنا اور حمید الطویل کا اس کو رد نہ کرنا بتاتا ہے کہ حضرات تابعین عظام کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرات انبیاء کرام علیہ السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ کیا حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کسی کو فضیلت بخشی ہے یا کہ نہیں۔

## اولیاء کرام کا قبور میں نماز پڑھنا

حضرت ثابت بنانی ان خوش نصیب اولیاء میں سے ہیں جو کہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت بھی فرماتے ہیں۔

شیبان بن جسر عن ابیہ قال: انا واللہ الذی لا الہ الا ہوا دخلت ثابت البنانی لحدہ ومعی حمید الطویل اور جل غیرہ شک محمد قال فلما سوینا علیہ اللبن سقطت لبنۃ فاذا انا بہ یصلی فی قبرہ فقلت للذی معی الاتری قال: اسکت فلما سوینا علیہ وفرغنا اتینا ابنۃ فقلنا لہاما کان عمل ابیک ثابت؟ فقالت ومارایتم فاخبرناھا فقالت کان یقوم

شیبان بن جسر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ میں حضرت ثابت بنانی کی لحد میں داخل ہوا اور میرے ساتھ حمید الطویل یا کوئی دوسرا شخص (راوی محمد کو شک ہوا) بھی تھا جب ہم نے لحد پر اینٹیں لگا کر برابر کر دیا تو ایک اینٹ گر گئی، دیکھا کہ حضرت ثابت قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اس شخص سے جو کہ میرے ساتھ تھا کہا کیا تو نے دیکھا اس نے



اللیل خمسين سنة فاذا كان السحر، قال فی دعائه اللّٰهم ان كنت اعطيت احدا من خلقک الصلوة فی قبره فاعطينها فما کان الله ليرد ذلك الدعاء. (حلیۃ الاولیاء، ۲/۳۱۹) احوال القبور و احوال اہلھا الی النشور لابن رجب حبلی ص ۳۶۔ اقامۃ الحجۃ از مولانا عبدالحی لکھنوی ص ۷۰ تحقیق عبد الفتاح ابو غندہ مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ حلب عیون الاخبار لابن قتیبہ ۱۲ / ۳۴۳ کتاب الزہد)

کہا کہ خاموش رہو جب ہم قبر کو بنانے کے بعد فارغ ہوئے تو حضرت ثابت کی بیٹی کے پاس آئے اور اس سے ہم نے پوچھا کہ تمہارے والد کیا عمل کیا کرتے تھے اس نے کہا کہ تم نے کیا دیکھا ہے۔ ہم نے بیان کیا تو اس نے کہا کہ انہوں نے پچاس سال تک رات کو قیام کیا۔ جب صبح ہوتی تو وہ دعا کرتے اور کہتے اے میرے اللہ اگر تو اپنی مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو مجھے بھی یہ توفیق عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو رد نہیں کیا۔

تو الحمد للہ ثابت ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اولیاء بھی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور راوی نے اپنی روایت کردہ حدیث: ”انبیاء احياء فی قبورہم یصلون کو ہر لحاظ سے ثابت کر دیا ہے۔ یہ واقعہ حضرت ثابت بنانی سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے۔

امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

وقد صح عن ثابت البنانی التابعی انہ قال اللّٰهم ان كنت اعطيت احدا ان یصلی فی قبره فاعطنی ذلک فری بعد اور حضرت ثابت بنانی تابعی سے یہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے دعا مانگی اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے



تو مجھے بھی اجازت دینا تو ان کی وفات کے بعد  
ان کو دیکھا گیا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے  
تھے۔

موتہ یصلی فی قبرہ۔

(شفاء السقام ۱۸۷)

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی تلمیذ امام سیوطی فرماتے ہیں۔  
آپ امام ابو نعیم والی سابقہ روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وجاءت هذه الحكاية من غير وجه. یہ حکایت کہ حضرت ثابت بنانی اپنی قبر میں نماز  
(سبل الہدی والرشاد، ۱۲: ۳۶۷) پڑھتے ہیں ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

**حضرت امام ذہبی فرماتے ہیں:**

عفان عن حماد بن سلمة قال: کان  
ثابت یقول اللّٰہم ان کنت اعطیت احداً بنانی کہا کرتے تھے کہ اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں  
الصلوة فی قبرہ فاعطنی الصلوة فی نماز پڑھنے کی سعادت بخشا ہے تو مجھے بھی میری  
قبری فیقال ان هذه الدعوة: استجبت قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما تو کہتے ہیں  
وانہ رُئی بعد موتہ یصلی فی قبرہ فیما قبل کہ یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کو وفات کے بعد  
(سیر اعلام النبلا، ۵: ۲۲۲) دیکھا گیا کہ آپ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

اسی سند اور انہی الفاظ کے ساتھ اس حکایت کو حضرت امام حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف  
المزنی نے بھی روایت کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (تہذیب الکمال، ۳: ۲۷ طبع دار الفکر، بیروت)

اور اسی طرح ”مرشد الزوار الی قبور الابرار جلد ۱ صفحہ ۹۷ پر، عن حسین بن شیبان عن ابیہ کی سند سے بھی  
ایک روایت موجود ہے۔

**حضرت امام عبدالوہاب الشمرانی فرماتے ہیں:**



وكان رضى الله عنه يقوم الليل خمسين اور آپ رضى الله عنه پچاس سال تک رات کو قیام  
 سنة فاذا كان السحر يقول فى دعائه اللهم کرتے رہے جب صبح ہوتی تو دعائے مانگتے کہ اے  
 ان كنت اعطيت احدا من خلقك اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت  
 الصلوة فى قبره فاعطنيها فلمامات و دیتا ہے تو مجھے بھی عطا فرما۔ پس جب آپ فوت  
 سودا عليه اللبن وقعت عليه لسنة فاذا ہوئے اور آپ کی قبر کو برابر کیا گیا تو ایک اینٹ  
 هو قائم يصلى فى قبره۔ گر پڑی تو اس وقت آپ اپنی قبر میں کھڑے نماز  
 (الطبقات الكبرى السمة بلواقع الانوار فى طبقات پڑھ رہے تھے۔  
 الاخبار، ۳۶:۱) (الحلی مصر)

### حضرت شیخ موسیٰ بن مہین الزولی کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا

حضرت ثابت بنانی کے واقعہ مبارکہ سے ملتا جلتا ایک واقعہ حضرت شیخ موسیٰ بن مہین  
 الزولی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی آتا ہے جیسا کہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی نے نقل فرمایا  
 ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

استوطن رضى الله عنه مارد بن و آپ رضى الله عنه مارد بن میں رہتے تھے اور  
 بهامات رحمه الله تعالى وقد كبر سنه وہیں فوت ہوئے ان کی وہاں قبر ظاہر ہے اور  
 وقبر بها ظاهر يزار. ولما وضعوه فى لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ جب ان کو لحد  
 لحدہ نهض قائما يصلى واتسع له القبر میں رکھا گیا تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور  
 واغمى على من كان نزل قبره۔ ان کی قبر وسیع ہو گئی اور جو شخص آپ کی لحد میں  
 (الطبقات الكبرى، ۱: ۱۳۰) اترتا تھا وہ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔

اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے اس جیسے واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار



اخرجه ابو الحسين مسلم بن الحجاج النيشاپوری رحمه الله من حديث حماد بن سلمة عنهما، واخرجه من حديث الثوري وعيسى بن يونس وجريز بن عبد الحميد عن التيمي. ۱

اس حدیث کو امام مسلم الحجاج النیشاپوری نے حماد بن سلمہ سے اور انہوں نے ان دونوں (سلیمان التیمی اور ثابت) سے روایت کیا اور ثوری کی حدیث اور عیسیٰ بن یونس و جریر بن عبد الحمید نے التیمی سے اس کو روایت کیا ہے۔

مشکل ہے لیکن چونکہ یہ ہمارا موضوع نہیں اس لیے انہی حوالوں پر اختصار کرتے ہوئے اس کو ختم کرتے ہیں۔ ان حوالوں سے مقصود صرف یہ ہے کہ جب اولیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو پھر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا تو زیادہ حق بنتا ہے کہ وہ اپنی قبور مقدسہ میں نمازیں پڑھیں

.....

۱۔ اس حدیث شریف کی تخریج پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔ اور اس کی شرح بھی پچھلے صفحات میں ہو چکی ہے۔



## حدیث نمبر ۹:

اخبرنا احمد بن علی الحرشی ثنا حاجب بن احمد ثنا محمد بن یحیی  
 ثنا احمد بن خالد الوہبی ثنا عبدالعزیز بن ابی سلمة عن عبد اللہ بن الفضل  
 الهاشمی عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن ابی ہریرة قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ :  
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد رأیتنی فی الحجر وانا اخبر قریشاً عن  
 مسرای فسأ لونی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتہا فکرت کرباً ما کربت  
 مثله قط فرفعہ اللہ لی أنظر الیہ ما یسألونی عن شیء إلا انبأتهم بہ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا (اس وقت میں قریش کو سفر معراج کی تفصیل بتا رہا تھا۔ قریش  
 نے بیت المقدس کی بعض ایسی اشیاء کا مجھ سے پوچھا جو اس وقت میرے ذہن میں نہ تھیں۔ مجھے اس  
 وقت اتنی پریشانی ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی ایسی پریشانی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیت  
 المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور لوگوں کے سوالوں کے  
 جوابات دے رہا تھا۔

اس حدیث شریف اور دیگر واقعہ معراج کے متعلق مروی احادیث میں پیارے آقا صلی  
 اللہ علیہ وسلم کا دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کا ذکر ہے جس سے مصنف یہ ثابت  
 کرنا چاہتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور جہاں چاہیں باذن اللہ تشریف لے  
 جائیں کیونکہ وہ اپنی قبروں میں بھی تھے۔ بیت المقدس میں بھی جیسا کہ مذکورہ حدیث میں واضح ہے  
 اور آسمانوں میں بھی تھے اس لیے ثابت ہوا کہ ان کی زندگی تو متحقق ہے ان احادیث سے ان  
 کا طواف عالم میں تصرف بھی ثابت ہو رہا ہے۔



وَقَدَرَأَيْتَنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوسَى قَائِمٌ يُصَلِّي فَإِذَا رَجُلٌ  
ضَرَبَ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالٍ وَإِذَا عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ قَائِمٌ يُصَلِّي أَقْرَبَ النَّاسِ بِهِ شَبَهَا  
عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ لَثَقَفِي وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ قَائِمٌ يُصَلِّي أَشَبَّهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ. يَعْنِي  
نَفْسَهُ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ لِي قَائِلٌ: يَا مُحَمَّدُ!  
هَذَا مَالِكُ صَاحِبِ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ.  
اخر بہ مسلم فی صحیح من حدیث عبدالعزیز۔

بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی جماعت کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت  
موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ کم گوشت والے اور گھنگھریالے بالوں والے تھے گویا  
قبیلہ شنوہ سے ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بھی کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ عردہ  
بن مسعود ثقفی کے مشابہ تھے اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے  
ہیں جو کہ تمہارے آقا یعنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ آخر نماز کھڑی ہوئی اور میں نے  
ان کی امامت کروائی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ایک کہنے والے نے کہا اے محمد (صلی اللہ  
علیہ وسلم) یہ مالک جہنم کے داروغہ ہیں اسے سلام کیجئے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے سلام  
کرنے میں پہل کی۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالعزیز کی سند سے بیان کیا۔

حضرت امام تقی الدین السبکی ان تمام روایات کو جمع فرما کر لکھتے ہیں:

هذه الاحادیث كلها في الصحيح . یہ تمام احادیث صحیح کے حکم میں ہیں۔

(شفاء القام ۱۸۵)

انبیاء کرام کا اکائیات عالم میں تصرف فرمانا

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالعزیز کی سند سے بیان فرمایا:

یہاں ہم چند احادیث ایسی نقل کرتے ہیں کہ جس سے معلوم ہو کہ حضرات انبیاء کرام



اپنی قبور میں قید نہیں بلکہ آزاد ہیں۔ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔ حج وغیرہ کریں

ایک حدیث شریف جو کہ امام مسلم نے روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

لَقِيتَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَادَّارَ جِلَّ جَسَدَهُ قَالَ

مضطرب رجل رأس كانه من رجال

شهوة ويقمت عيسى فاذا ربعة

احمر اكانما خرج من ديماس يعنى

حماما ورأيت ابراهيم وانا شبه ولده به

(مسلم، ۱: ۹۵، باب الايمان و باب الاسراء برسول الله

بخاری، ۱: ۴۸۹، باب واذكر في الكتاب مريم)

بالکل میری طرح کے تھے۔

اس حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں:

ارانى ليلة عند الكعبة فرأيت رجلا آدم

كا حسن ما انت رأمن الرجال من آدم

الرجال له لمة كا حسن ما انت رأى من

اللحم قد رجلها فهى تقطر ماء متكنا

على رجلين او على عواتق رجلين

يطوف بالبیت فسالت من هذا فقيل هذا

المسيح بن مريم.

بن مريم ہیں۔

(مسلم شریف، ۱: ۹۵۔ باب الايمان و ذکر المسيح بخاری، ۱: ۴۸۹، باب واذكر في الكتاب مريم كتاب الايمان لابن

مندہ ۲: ۷۲۳، ۲: ۷۳۰)



وفی حدیث سعید ابن المسیب و غیر أنه لقیهم فی مسجد بیت المقدس وفی حدیث ابی ذر و مالک بن صعصعة فی قصة المعراج انه لقیهم فی جماعة الانبیاء فی السموات و کلمهم و کلموه.

اور حضرت سعید بن المسیب وغیرہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ان انبیاء کرام علیہم السلام سے مسجد اقصیٰ میں ملے تھے اور حدیث ابی ذر اور مالک بن صعصعة کی حدیث میں واقعہ معراج میں ہے کہ آپ انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت سے آسمانوں میں ملے تھے آپ نے ان سے کلام کیا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا۔

### ایک حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں:

کانی انظر الی موسیٰ راضعاً اصبعیه فی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں گویا کہ انہوں نے دونوں کانوں میں انگلیاں دی ہوئی ہیں۔

(مسلم، ۱: ۹۵ کتاب الایمان و کتاب الایمان لابن مندہ، ۲: ۷۳۷)

ان روایات سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام ظاہری زندگی کے بعد بھی زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں جیسا کہ ابھی متن میں امام بیہقی کا فرمان آ رہا ہے۔

### مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں:

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے  
قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
سلم کانی انظر الی موسیٰ بن عمران فی گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں اس  
هذا الوادی محرما بین قطونیتین۔ وادی میں احرام باندھے ہوئے ہیں قطونیتین کے

درمیان۔



(مسند ابی یعلیٰ موصلی، ۵۶:۵ تحقیق الاثری العجم الکبیر للطبرانی، ۱۰:۱۶۵ احلیۃ الاولیاء لابن نعیم، ۴: ۱۸۹)

عن ابن عباس: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بوادی الازرق فقال ای  
 واد هذا فقالوا هذا وادی الازرق قال  
 کانی انظر الی موسیٰ هابطا من الثیة  
 وله جوار الی الله بالتلبیة ثم اتی علی  
 ثیة هر شافقال ای ثیة قالو اهذا ثیة  
 هر شا قال کانی انظر الی یونس بن متی  
 علی ناقة حمراء جعدة علیہ جبة  
 منصوف خطام ناقتہ خلبة وهو یلبی.  
 (مسلم شریف، ۱: ۹۴ کتاب الایمان مسند ابی یعلیٰ  
 ۳: ۸۳ شعب الایمان، ۳: ۴۴۰)  
 اور وہ تلبیہ کر رہے ہیں۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام حج کرتے ہیں کبھی پیدل اور کبھی  
 سواری پر تو ظاہر ہے کہ حج اپنی قبور مقدسہ سے نکل کر ہی کرتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا وادی  
 ازرق میں اور سیدنا یونس علیہ السلام کا وادی ہر شا میں تلبیہ پڑھتے ہوئے آنا اور پھر اونٹنی پر سوار ہونا  
 یقیناً یہ اجہام کی صفت ہے کیونکہ ارواح کو تو اونٹنی پر سواری کی حاجت ہی نہیں ہے اور یہ واقعہ بھی  
 بیداری کا ہے جبکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ساتھ تھے۔ لیکن یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
 کے دیکھنے کا ذکر نہیں ہے۔ عین ممکن ہے کہ کوئی منکر یہ کہہ دے کہ یہ تمام واقعات خواب کی حالت  
 کے ہیں اس لیے ایک ایسا واقعہ پیش کرتے ہیں کہ جس میں یہ تمام شبہات خود ہی ختم ہو جائیں گے۔



## حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

قال بينا نحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم هم رسول الله صلى الله عليه وسلم کے ہمراہ تھے کہ  
 علیہ وسلم رأینا برداً ویداً فقلنا یا رسول اللہ ایک چادر اور ایک ہاتھ دیکھا تو ہم نے عرض کیا یا  
 اللہ ما هذا ابرد الذی رأینا والید؟ قال: و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سردی کیسی ہے جو  
 قد رأیتموہ؟ قلنا نعم: قال ذلک عیسیٰ ہمیں محسوس ہوئی اور یہ ہاتھ کیسا ہے جو ہم نے  
 بن مریم سلم علی دیکھا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اس ہاتھ کو دیکھا  
 (الکامل لابن عدی، ۵: ۸۷۵ بن عسا کر بسند آخر ہم نے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: یہ عیسیٰ بن مریم ہیں  
 خصائص الکبریٰ، ۲: ۹۱ نور یہ رضویہ سکھر) جنہوں نے مجھے سلام کیا تھا۔

اس حدیث شریف سے صاف واضح ہو گیا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام جہاں چاہیں  
 تشریف لے جائیں اور ان کی زیارت غیر انبیاء کے لیے بھی ممکن ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ انبیاء کرام علیہم السلام حج کرتے ہیں۔ تلبیہ پڑھتے ہیں  
 اور نماز ادا فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ بظاہر دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں اور وہ دارالجزاء میں نہ  
 کہ دارالعمل میں اور یہ اعمال تو دارالعمل کے ساتھ خاص ہیں نہ کہ دارالجزاء کے ساتھ تو اس کا  
 جواب امام نووی و تقی الدین سبکی نے امام قاضی عیاض سے نقل فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

فاعلم: ان للمشائخ وفيما ظهر لناعن جاننا چاہیے کہ مشائخ کے کلام سے جو ہمارے  
 هذا جوبة احدها انهم كالشهداء بل لیے ظاہر ہوا اس کے کئی جواب ہیں۔ ان میں  
 افضل منهم والشهداء احياء عند ربهم سا کیسی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شہدائے  
 فلا يبعدان يحجوا ويصلوا كما ورد في طرح ہیں بلکہ ان سے بہت زیادہ افضل ہیں اور  
 الحديث الآخر۔ شہد آء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں تو یہ بعید نہیں



(شرح مسلم للنووی ۱: ۹۴، شفاء القمام، ۱۸۶)

کہ وہ حج کریں اور نمازیں پڑھیں۔ جیسا کہ

دوسری حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

وہیے بھی چونکہ یہ دنیا تو عام آدمی کے لیے بھی قید خانہ کی حیثیت رکھتی ہے تو جب آدمی قید

خانہ سے چھوٹے تو وہ آزاد ہوتا ہے جہاں چاہے جائے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے۔

ملاحظہ فرمائیں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بے شک دنیا کافر کے لیے جنت اور مومن کے

ان الدنيا جنة الكافرو سجن المومن

لیے قید خانہ ہے۔ جب مومن کی جان نکلتی ہے تو

وانما مثل المومن حين تخرج نفسه

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید میں تھا

کمٹل ر جل کان فی سجن فاخرج منه

اب اس کو آزاد کر دیا گیا پھر زمین میں گشت

فجعل يتقلب في الارض ويتفسح فيها.

کرنے اور با فراغت چلنے پھرنے لگا۔

## تخریج حدیث

- ۱۔ کتاب الزهد لابن مبارک (عن عبد اللہ بن عمرو)، ۲۱۱ طبع دار لکتب العلمیہ بیروت
- ۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ : ۱۳: ۳۳۵ ادارۃ لقرآن کراچی
- ۳۔ مسند امام احمد : ۲: ۱۹۷ المکتب الاسلامی بیروت
- ۴۔ مسند امام احمد (عن ابی ہریرۃ) : ۲: ۳۲۳، ۲: ۳۸۹ . . . . .
- ۵۔ کتاب الزهد للإمام احمد . . . . . ۳۷ دار لکتب العلمیہ بیروت
- ۶۔ حلیۃ الاولیاء : ۱: ۱۹۹



- ٤- حلیۃ الاولیاء (عن عبدالرحمن بن عمر) ٨: ١٤٤: ٨: ١٨٥
- ٨- الکامل لابن عدی (عن ابی ہریرہ) ، ٣: ٨٨٩: ٣: ١٢٣٨ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ هل
- ٩- فردوس الاخبار للدیلمی ابن عمر ٥: ٢١٦ برقم ٨٣٣٣
- ١٠- مستدرک للإمام حاکم عن سلیمان ٣: ٦٠٢ دار المعرفۃ بیروت
- ١١- عبداللہ بن عمرو ٢: ٣١٥
- ١٢- الذہد الکبیر للبیہقی ١٨٩ دار القلم کویت
- ١٣- عبداللہ بن عمرو ١٨: ٢٢٣
- ١٤- المعجم الکبیر للطبرانی ٦: ٢٢٩، ٢٣٦ بغداد
- ١٥- المعجم الاوسط ٣: ٣٨٦ مکتبۃ المعارف ریاض
- ١٦- شرح السنۃ للإمام بغوی ابی ہریرہ ١٢: ٢٩٤ المکتب الاسلامی بیروت
- ١٧- مسند الشہاب للقطعاوی ابن عمر ١: ١١٨ موسسۃ الرسالہ بیروت
- ١٨- صحیح ابن حبان ٢: ٣٨ دار الفکر بیروت
- ١٩- المنتخب لعبد بن حمید ابن عمر ١: ٣٠٤ مکتبۃ ابن حجر مکتبۃ المکرمہ
- ٢٠- نوادر الاصول للإمام حکیم ترمذی ٣٥، ٨٠، ٣٩٠ المکتبۃ العلمیہ مدینہ منورہ
- ٢١- فردوس الاخبار للدیلمی ابی ہریرہ ٢: ٣٥٢ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ هل
- ٢٢- کشف الاستار عن زوائد البرار ابن عمر ٢: ٢٢٨ موسسۃ الرسالہ بیروت
- ٢٣- معجم السفر لابی طاہر احمد بن محمد السلفی ابی ہریرہ ٢٥٤ اسلام آباد
- ٢٤- شعب الایمان للبیہقی ٤: ٣٢٢ دار الکتب الاسلامیہ بیروت
- ٢٥- القند فی ذکر علماء سمرقند ٣١٣ مکتبۃ الکوثر سعودی عرب



- ۲۶- تهذيب تاريخ دمشق ۴۱۵:۱، ۴۰۹:۲ بيروت
- ۲۷- مسند ابی یعلیٰ ابی هريره ۸۰، ۶۳:۶ تحقيق الاثری سعودی عرب
- ۲۸- صحيح مسلم ۲۰۷:۲ كتاب الزهد کراچی
- ۲۹- ترمذی ۵۸:۲
- ۳۰- ابن ماجه ۳۰۳
- ۳۱- الجوع لابن بی الدنيا سليمان فارسی ۲۶ برقم ۳ دار ابن بیروت
- ۳۲- الغصاء الكبير للعقيلي ۳۶۰/۳ برقم ۱۳۹۳
- ۳۳- طبقات العرفیه
- ۳۴- بحجة المجالس والنس المجالس ابن عبد البر القرطبي ۲۷۸/۲، ۱۰۶/۲
- ۳۵- المعجم الكبير للطبرانی عن قتاده بن النعمان بن زيد ۱۵:۱۹
- ۳۶- مجمع الزوائد ۲۸۸:۱۰ دار الكتاب العربی بیروت
- ۳۷- التذکره فی الاحادیث المشتهره للزركشي ۱۳۳ دار الكتب العلمیه بیروت
- ۳۸- کتاب الزهد لابن داود البجستانی ابن عمرو ۲۷۷ دار السلفیه بمبئی
- ۳۹- ذم الدنيا لابن ابی الدنيا ۵۹ مؤسسة الكتب الثقافیه بیروت
- ۴۰- تاریخ بغداد ۳۴۸:۱۱ دار الكتب العلمیه بیروت
- ۴۱- ابن عمر ۴۳۲:۱۲، ۴۰۱:۶
- ۴۲- الترغیب والترتیب للاصمھانی ابی هريره ۲۰۷:۲ دار الحديث قاہرہ
- ۴۳- ذم الدنيا لابن ابی الدنيا سليمان فارسی ۱۲ بیروت
- ۴۴- اعلام النبوة لماوردی ۲۶۷ باب جوامع القلم دار احیاء



## العلوم بیروت

- ۲۵۔ تاریخ اصہبان لابی نعیم ۳۴۰:۱ ایران  
 ۲۶۔ المقاصد الحسنۃ لسخاوی ۳۵۰ دارالکتب العربی بیروت  
 ۲۷۔ موضع اوہام الجمع والتفریق الامام خطیب بغدادی انس بن مالک ۴۴۲:۱  
 ابن شیبہ کے الفاظ یوں ہیں:

فاذا مات المؤمن یخلی بہ یسرح حیث شاء۔  
 جب مومن فوت ہوتا ہے تو اس کی راہ کھول  
 دیجاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۳: ۳۵۵)

اس سے بڑھ کر صحابہ کرام کا عقیدہ دیکھیں کہ آدمی اس جہاں سے چلے جانے کے بعد  
 بالکل آزاد ہے جہاں چاہے اللہ کے حکم سے جائے اور سیر کرے۔

حضرت امام عبداللہ بن مبارک کے یہاں اس کی سند اس طرح ہے

اخبرنا سفیان بن عیینۃ عن یحییٰ بن سعید و علی بن زید بن جدعان عن  
 سعید بن المسیب۔

اس سند میں پہلا راوی سفیان بن عیینہ ہے جو کے ذبردست ثقہ ہے اور حجت ہیں ملاحظہ  
 فرمائیں۔ (تذکرہ الحفاظ للذہبی، ۱: ۲۶۵ تا ۲۶۲)

دوسرا راوی یحییٰ بن سعید ہے۔ یہ راوی بھی زبردست ثقہ ہے اور کسی نے بھی اس پر جرح  
 نہیں کی۔ یہ بالا اتفاق ثقہ حجت ہے ملاحظہ ہو۔ (تذکرہ الحفاظ، ۱: ۱۳۷ تا ۱۳۹)

اور تیسرے راوی حضرت سعید بن المسیب ہیں۔ یہ بہت بڑے تابعی ہیں۔ حضرت  
 عمرو عثمان وزید بن ثابت، حضرت عائشہ، حضرت سعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور دیگر بے شمار صحابہ



سے سماع ثابت ہے زبردست ثقہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں (تذکرہ الحفاظ: ۱: ۵۳-۵۶)

اور پھر امام سفیان بن عیینہ کا متابع امام عبد اللہ بن مبارک اور عباد بن العوام اور یحییٰ بن سعید کا متابع علی بن زید بن جدعان ہے۔ (عند عبد اللہ بن مبارک فی الزہد)

اور سفیان بن عیینہ کا متابع جریر بھی ہے (عند ابی الدنیا)

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے حضرت سلیمان فارسی اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما باہم ملے تو ایک دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے وفات پا گئے تو مجھے خبر دینا وہاں برزخ میں کیا پیش آتا ہے

تو دوسرے نے کہا زندے اور مردے بھی باہم مل سکتے ہیں تو پہلے نے جواب دیا

نعم ان ارواح المومنین فی برزخ من ہاں کیوں نہیں مومنوں کی روہیں تو جنت میں الارض تذهب حیث شاءت۔ ہوتی ہیں انہیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہتی ہیں

جاتی ہیں

۱۔ (الزہد لابن المبارک ص ۱۳۴ برقم ۳۲۹ ولفظ لہ ص ۱۳۴)

۲۔ التوکل علی اللہ لابن ابی دنیا محدث ص ۵۱

۳۔ السنات لابن ابی دنیا ص ۲۳

۴۔ احوال القبور لابن رجب حبلی ۱۱۶

۵۔ شرح الصدور للسیوطی ۳۵۶

۶۔ کتاب الروح لابن قیم ۳۳

۷۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم عن المغیرہ بن عبد الرحمن ۲۰۵: ۱

۸۔ احیاء العلوم ۴/ ۵۲۷ تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ارواح مومنین برزخ زمین



میں ہیں جہاں چاہتی ہیں تشریف لے جاتی ہیں۔

### حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت

ان ارواح المومنین فی بروزخ من مومنین کی روہیں زمینی بروزخ میں ہوتی ہیں اور  
الارض تذهب حیث شاءت و نفس جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور کفار کی روہیں  
الکافر فی سجين قید عذاب میں ہوتی ہیں

(کتاب الذہد لابن المبارک، ۱۴۴۱ھ منہ نقلہ ابن رجب حنبلی فی احوال القبور ۱۱۶)

### حضرت شیخ علامہ علی بن احمد بن محمد ابراہیم العزیزی م۔ ۱۰۷۰ھ فرماتے ہیں:

فاذا فارق الدنيا فارق السجن والسنة جب دنیا سے جدا ہو گیا تو وہ قید سے چھوٹ گیا  
وانتقل الى نفاخ و دیار السرور والا اور فراخی اور کشادگی اور سرور و فرحت کی طرف  
فراح منتقل ہو گیا۔

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر، ۳: ۱۶۲)

### حضرت امام ولی کامل قطب وقت امام صدر الدین القونوی فرماتے ہیں:

وذلك انهم غیر محصورین فی الجنة و اس کے ساتھ ساتھ وہ (انبیاء و اولیاء) جنت اور  
غیرھا قبور میں محصور نہیں ہیں (بلکہ جہاں چاہیں

تشریف لیجائیں وہ آزاد ہیں (رسالۃ النصوص، ۶۶: ۱۶۶ امام قونوی)

### حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

ان الروح اذا انخلعت من هذا الهيكل وانفقت بے شک روح جب اس قالب سے جدا اور موت  
من القيود بالموت تعول الى حیث شاءت کے سبب دیگر قیدوں سے آزاد ہو جاتی ہے تو



(التیسرے شرح الجامع الصغیر) جہاں چاہتی ہے چلتی پھرتی ہے

## حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں

ان الله تعالى يعطى لارواحهم قوة  
الاجساد فيذهبون من الارض والسماء  
والجنة حيث يشاؤون وينصرون اولياء  
هم يد مرون اعداء هم  
اللہ تعالیٰ (انبیاء و اولیاء) کی ارواح کو اجساد کی  
قوت عطا فرمادیتا ہے۔ لہذا وہ زمین و آسمان اور  
جنت میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے  
ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور  
اور دشمنوں کو ہلاک و ذلیل و خوار کرتے ہیں۔

(تفسیر مظہری زیر آیہ ولا تقولوا لمن يقتل فی سبیل اللہ اموات، ۱۵۲، ۱۵۳)

## حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب ہی دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ در حق شہداء میفرماید  
(..... بل احياء عند ربهم .....)  
اقول مراد شاید آن باشد کہ حق تعالیٰ  
ارواح شان را قوت اجساد میدہد ہر  
جا کہ خواہند سیر کنند و این حکم  
مخصوص بشہداء نیست انبیاء و  
صدیقین از شہداء افضل اند و اولیاء ہم  
در حکم شہداء اند کہ جہاد بالنفس  
کردہ اند کہ جہاد اکبر است (رجعنا من  
الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر) ازاں  
اللہ تعالیٰ شہداء کے حق میں فرماتا ہے۔ (بلکہ وہ  
اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں) میں کہتا ہوں کہ  
اس سے مراد شاید یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی  
روحوں کو جسموں کی سی طاقت عطا فرماتا ہے وہ  
جہاں چاہتا ہے سیر کرتے ہیں اور یہ حکم شہداء کے  
لیے خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام اور صدیقین  
شہداء کے حکم میں ہیں کیونکہ انہوں نے نفس کے  
ساتھ جہاد کیا ہے جو کہ جہاد اکبر ہے (ہم جہاد  
اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے) اس پر دلیل  
کافی۔ اسی لیے اولیاء اللہ نے فرمایا (ہماری



کنایت است ولہذا اولیاء اللہ گفتہ اند (ارواحنا اجسادنا واجسادنا ارواحنا) روحیں ہمارے جسم اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں) ہماری روحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی ہمارے جسم نہایت لطافت کے سبب برنگ ارواح ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔ ان کی روحیں زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتی ہیں اور دنیا و آخرت میں اپنے دوستوں اور چاہنے والوں (امتیوں اور مریدوں) کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں (منکروں) کو ہلاک کرتی ہیں اور ان سے بطریق اویسیہ فیض باطنی پہنچتا ہے اور یہی سبب ہے کہ ان کے جسم زندہ رہتے ہیں اور خاک ان کو کھاتی نہیں ہے بلکہ ان کے کفن بھی اسی طرح تروتازہ اور نئے رہتے ہیں۔

(تذکرۃ الموتی والقبور، ۴۱-۴۲ طبع استنبول، ترکی)

**حضرت شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:**

ثمرہ آن اتصال بآن بزرگان است در قبر و حشر امداد ایشان این طالب را وقتاً بعد وقت۔

فائدہ اس بیعت کا یہ ہے کہ قبر و حشر میں بیعت کرنے والوں کو ایک قسم کا اتصال درشتہ قائم ہو جاتا ہے اور طالب یعنی مرید کو وقتاً فوقتاً اس سے



امداد ملتی رہتی ہے۔

(رسالہ بعیت در مجموعہ رسائل مطبوعہ احمدی دہلی، ۲۷ طبع نصرت العلوم گوجرانوالہ، ۱: ۵۶)

### حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

فکذا لک الانسان قد یكون فی حیاته  
الدنیا مشغولاً بشهوة الطعام والشراب  
والغلبة وغیرها من مقتضیات الطیبة  
والرسم لکنہ قریب المآخذ من الملاء  
السافل قوی الانجذاب الیہم فاذا مات  
انقطعت الصلاقات ورجع الی مزاجہ  
ملوق بالملائکة وصار فیہم والیہم  
کالہا مہم وسعی فیہا یسعون فیہ.  
(حجۃ اللہ البالغہ ۳۵ باب اختلاف احوال الناس)

بالکل اسی طرح انسان کا حال ہے کہ وہ اپنی  
دنیاوی زندگی کھانے پینے اور شہواتِ نفسانی اور  
اسی طرح دیگر طبعی تقاضوں کو پورا کرنے اور  
زندگی کے مختلف مراسم و معاملات میں مصروف  
رہتا ہے لیکن اس کا تعلق ملائکہ سافل سے ہوتا  
ہے اور انہی کی جانب اس کو زیادہ میلان و کشش  
ہوتی ہے لہذا جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کے  
تمام جسمانی علاقے اور تعلق ٹوٹ جاتے ہیں اور  
وہ اپنی اصل طبیعت کی طرح عود کرتا ہے اور پھر  
ملائکہ سے مل کر انہی کا ہو جاتا ہے اور انہی کے  
سے الہام اس کو بھی ہوتے ہیں اور انہی کی  
طرح وہ بھی تصرف کرتا ہے۔

### حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وبالجملہ بعد ازاں کہ ثابت شد کہ  
روح باقی داورا تعلقے خاص باجزاء  
بدن بعد مفارقت ازدی وتغیر کیفیت

اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ  
روح باقی ہے اور اس کا ایک خاص تعلق اجزائے  
بدن کے ساتھ اس سے مفارقت تغیر کیفیت کے



ای نیز باقیست کہ بدان علم و شعور  
بزائران قبر و احوال ایشان دارد و  
ارواح کامل کہ در حین حیات ایشان  
بسبب مکان و منزلت از رب العزت  
کرامات تصرف و امداد داشتند بعد از  
ممات چون بہمان قرب باقی اند نیز  
تصرفات دارند چنانچہ در حین تعلق  
کلی بجسد داشتند یا بیشتر از انکار  
استمداد و جہی صحیح نم نمایند  
مگر آنکہ از اول امر منکر شوند ای  
تعلق روح راشدن بالکلیہ و جمیع  
وجوہ بعد مفارقت و زوال علاقہ حیاتی  
و آن خلاف منصوص است و برای  
تقدیر زیارت در فتن بقبور ہمہ لغو و بے  
معنی گردد۔  
(فتاویٰ عزیزیہ ۱۰۸ تا ۱۰۷ اور الاشاعت العربیہ کوئٹہ)

بعد بھی باقی ہے کہ اس تعلق کی وجہ سے ان میں علم  
اور شعور پیدا ہوتا ہے جس سے قبر کی زیارت  
کرنے والوں اور ان کے احوال سے آگاہی  
ہوتی ہے اور کامل لوگوں کی ارواح جن کو اللہ تعالیٰ  
کے ہاں زندگی میں قدر و منزلت حاصل تھی اور  
کرامات و تصرفات اور لوگوں کی امداد کرتے تھے  
ان کو بعد از وفات بھی یہ تصرف حاصل ہوتا ہے  
اور اسی طرح تصرف حاصل کرتے ہیں جس  
طرح کہ وہ اس وقت کرتے جب ان کے  
بدنوں کے ساتھ روح کا کلی تعلق حاصل تھا (زندہ  
تھے) بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تصرف کرتے ہیں  
اور ان سے استمداد کا انکار کرنے کی کوئی صحیح وجہ  
معلوم نہیں ہوتی۔ مگر یہ کہ پہلی بات کا انکار کر دیا  
جائے اور یہ کہا جائے کہ روح کا بدن کے ساتھ  
بالکل ہی تعلق نہیں ہے اور بدن سے مفارقت  
کے بعد تمام وجوہ سے زندگی کا تعلق ہو چکا ہے  
اور یہ کہنا تو نصوص کی خلاف ہے اور اس طرح تو  
قبروں کی زیارت اور وہاں جانا سب لغو و بیکار  
و بے معنی ہو جائیگا۔



وكل ذلك صحيح لا يخالف بعضه بعضا فقد يرى موسى عليه السلام قائم "يصلى في قبره" ثم يسرى بموسى وغيره الى بيت المقدس كما اسرى بنينا صلى الله عليه وسلم فيراهم فيه ثم يعرج بهم الى السموت كما عرج بنينا صلى الله عليه وسلم فيراها كما اخبره كما اخبر، وصلاتهم في اوقات بمواضع مختلفات جائز في العقل كما ورد به خبر الصادق وفي كل ذلك دلالة على حياتهم ومما يدل على ذلك .

یہ تمام روایات صحیح ہیں۔ ان میں کوئی حدیث دوسری کے خلاف نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی یقیناً ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ وغیرہ نے بیت المقدس کی طرف رات کو سفر کیا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سفر کیا۔ چنانچہ وہاں بھی انہیں دیکھا۔ آپ موسیٰ علیہ السلام ان (انبیاء) کے ساتھ آسمانوں پر چڑھے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوپر تشریف لے گئے چنانچہ وہاں بھی انہیں دیکھا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور مختلف اوقات میں ان کا نماز پڑھنا یہ عقلی لحاظ سے بھی جائز ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ یہ تمام احادیث انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔

جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کلام پڑھیں اور سوچیں کہ اب علمائے دیوبند تو خانوادہ شاہ ولی اللہ کا نام جپتے ہیں لیکن عقائد ان کے بالکل برعکس اپنائے ہوئے ہیں۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء و اولیاء سے استمداد کا انکار کرنے کی کوئی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی لیکن شاید اب علمائے دیوبند نے وہ صحیح وجہ معلوم کر لی ہے اور اس وجہ سے بے دریغ امت محمدیہ کو مشرک قرار دے رہے ہیں۔

یہ نو مولود فرقہ مختلف ناموں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور لوگوں کو علمائے



حق اہلسنت سے متنفر کرنے کی ناکام سعی میں لگا ہوا ہے۔ اس کے نو مولود ہونے کا ثبوت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبان مبارک سے ملاحظہ فرمائیں۔  
آپ فرماتے ہیں:

انما اطلنا الکلام فی هذا المقام رغما ہم نے اس مقام پر کلام کو طول دیا منکروں کی  
لانف المنکرین فانه قد حدث فی زماننا ناک خاک آلود کرنے کے لیے کہ ہمارے  
شر ذمہ ینکرون الاستمداد من الاولیاء زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے کہ  
ویقولون ما یقولون وما لهم علی ذلک حضرات اولیاء کرام سے استمداد کے منکر ہیں  
من علم ان ہم الا یخربون۔ اور اول فول بکتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ علم  
(لمعات التقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ حیات نہیں۔ یونہی انکل پچو لگاتے ہیں۔

الاموات فی بیان سماع الاموات ص ۱۳۸، طبع لاہور حامد اینڈ کمپنی)

پچھلے صفحات میں دیئے گئے حوالوں سے یہ ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء و اولیاء کرام اپنی اپنی قبور میں  
زندہ ہیں اور تصرف فرماتے ہیں۔ جہاں چاہیں اللہ کے فضل و کرم سے تشریف لے جاتے ہیں جیسا  
کہ مصنف کتاب کی مذکورہ بالا عبارت سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔

اور واقعہ، معراج کے فوائد میں سے علامہ شعرانی کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے کہ ایک شخص  
بیک وقت کئی مقامات پر ہو سکتا ہے۔ اور یہ امر کالمیلین سے کچھ بعید نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں چند  
نصوص ملاحظہ کریں۔

حضرت امام بدرالدین آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

ان جبرائیل علیہ السلام مع ظہورہ بین بے شک جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی  
یدی النبی علیہ السلام فی صورة دحیہ رضی اللہ عنہ کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ



کلبی وغیرہ لم یفارق سدرۃ المنتهی۔ وسلم کے سامنے ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ  
(روح المعانی ۱۲: ۳۷، طبع ملتان)  
المنتہی سے جدا نہیں ہوتے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح طیبات تو ارواح ملائکہ سے کہیں زیادہ قوت  
و تصرف کی صفت سے متصف ہیں بالخصوص ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس تو روح  
الارواح ہے اور انبیاء کرام کے اجسام بھی ارواح کی طرح تصرفات فرماتے ہیں جیسا کہ معراج کی  
رات کو مشاہدہ میں آیا۔ تو ان کے لیے کوئی بڑی بات ہوگی کہ وہ قبروں میں ہونے کے باوجود  
آسمانوں اور بیت المقدس میں بھی ہوں بلکہ ایک وقت میں ہزاروں بلکہ لاکھوں مقامات پر جلوہ گر  
ہوں اور یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی وقت میں لاکھوں لوگ مختلف مقامات میں  
زیارت کر سکتے ہیں جیسا کہ حضرات علماء کرام کی اس پر تصریحات موجود ہیں۔

**حضرت علامہ بدالدین محمود آلوسی بغدادی تحریر فرماتے ہیں:**

وقد اثبت غیر واحد تمثل النفس وتطور اور کئی حضرات نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
ہالنبینا صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاته وسلم کو وصال شریف کے بعد کئی صورتوں میں  
وادعیٰ انه علیہ الصلوٰۃ والسلام قد یری مشکل ہو کر تشریف لانا ثابت کیا ہے چنانچہ ایک  
فی عدة مواضع فی وقت واحد مع ہی وقت میں کئی مقامات پر آپ کو دیکھا گیا ہے  
کونہ فی قبرہ الشریف یصلی۔ باوجود یہ کہ آپ اپنی قبر شریف میں نماز بھی پڑھ  
(روح المعانی ۱۲، ۱۳، پارہ ۲۳)  
رہے ہوتے ہیں۔

**اور مزید ایک مقام پر فرماتے ہیں:**

ولا یحسن منی ان اقول کل ما یحکی اور یہ بات مجھے کسی طرح بھی زیب نہیں دیتی کہ  
عن الصوفیۃ من ذلک کذب لا اصل له میں کہہ دوں تمام واقعات جو حضور علیہ السلام کے



لکثرة حاکمیه و جلالة مدعية .  
(روح المعانی ۱۲: ۳۹ پارہ ۲۲ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

ظاہر و باہر تشریف لانے کے متعلق صوفیاء کرام  
سے منقول ہیں وہ سب جھوٹ ہیں اور ان کی کوئی  
اصل نہیں حالانکہ اس کو بیان کرنے والے بہت  
سارے ہیں اور اس کا دعویٰ کرنے والے جلیل  
القدر ہیں۔

### حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

وقال الامام الغزالی رحمه الله تعالى و  
الرسول عليه السلام له الخيار في  
طواف العوالم مع ارواح الصحابة  
رضي الله عنهم لقد راه كثير من الاولياء ديكها ہے۔  
(تفسیر روح البیان آخر سورة الملك ۱۰: ۹۹)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارواح صحابہ کے  
ساتھ عالم کا طواف و تصرف کرنے کا اختیار  
حاصل ہے اور بے شمار اولیاء کرام نے آپ کو

### حضرت امام نور الدین حلی فرماتے ہیں:

وبدل لذلك ما روينا من انه صلى الله  
عليه وسلم ليلة الاسراء راى اخاه  
موسى يصلى في قبره وجاء الى بيت  
المقدس فراه ايضا وصلى موسى خلفه  
اسوة الانبياء صلوات الله عليه وعليهم  
ثم فارقه وصعد صلى الله على وسلم  
الى السماء سادسة فوجدہ فيها و

اور جو ہم نے بیان کیا کہ انبیاء کرام (جہاں  
چاہیں تشریف لے جائیں) اس پر وہ دلالت کرتا  
ہے جو کہ ہم نے روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر  
میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور جب آپ بیت  
المقدس تشریف لے گئے تو ان کو وہاں بھی دیکھا  
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے پیچھے تمام انبیاء



کذلک آدم و عیسیٰ و یحییٰ و یوسف وادریس و ہارون و ابراہیم صلی بہم  
 کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ ان سے جدا ہوئے اور آسمانوں کی طرف چڑھے تو چھٹے آسمان پر پھر  
 صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت المقدس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پایا اور اس طرح دیگر انبیاء  
 وجسدہم فی السموات وہم دونہ فی کرام جیسے حضرت آدم و عیسیٰ و یحییٰ و یوسف و  
 الفضل فہو اولیٰ منہم بکونہ موجودا ادریس و ہارون و ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا کہ  
 فی کل مکان و مقیم فی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیت  
 علیہ وسلم المقدس میں نماز پڑھی تھی اور اس وقت ان کے  
 (تعریف اہل الاسلام والايمان بان محمد صلی اللہ علیہ وسلم لا یتخلو منہ مکان والازمان) بحوالہ سعادة الدارين  
 اجساد آسمانوں میں تھے حالانکہ یہ تمام نبی اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے فضیلت میں کم ہیں تو  
 ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان سے زیادہ  
 حقدار ہیں کہ اپنی قبر میں مقیم ہونے کے ساتھ  
 ساتھ ہر جگہ موجود ہوں۔

### آپ مزید فرماتے ہیں:

ان الانبياء يسرون فی الکون باشباحہم بے شک حضرت انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں سیر کرتے  
 وارواحہم ویحجون ویعتمرون متی ہیں اپنی ارواح اشباح کے ساتھ حج و عمرے  
 اذن اللہ تعالیٰ لہم فی ذلک کما کانوا کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ان کو اذن عطا فرماتا  
 احیاء وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور وہ اس عمل میں بالکل زندوں کی طرح  
 ملأ العوالم العلویہ والسفلیہ لانہ زندہ ہیں اور بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 افضل عباد اللہ تعالیٰ سے تمام جہان علویہ سفلیہ بھرے پڑے ہیں



(رسالہ مذکورہ بحوالہ سعادت الدارین ص ۴۶۱) (یعنی آپ سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں) کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں سے افضل ہیں۔

### حضرت قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں:

روية النبي صلى الله عليه وسلم بصفته  
المعلومة ادراك على الحقيقة ورؤيته  
على غير صفته ادراك للمثال..... ولا  
يتمتع روية ذاته الشريفة بجسده و  
روحه وذلك لانه صلى الله عليه وسلم  
وسائر الانبياء احياء ردت اليهم  
ارواحهم بعد ما قبضوا واذن لهم  
بالخروج من قبورهم والتصرف في  
الملكوت العلوى والسفلى ولا من يراه  
كثيرون في وقت واحد لانه كالشمس  
(الحاوى للفتاوى، ۲: ۲۶۳ للسيوطي) الفتاوى الحديثية  
آپ کی ایک ہی وقت میں کئی لوگ زیارت  
کریں کیونکہ آپ سورج کی طرح ہیں۔

حضرت علامہ ابن العربی کی عبارت سے ذات اور مثال کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر زیارت کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صفت میں ملاحظہ کرتا ہے جو کہ عام احادیث مبارکہ میں آئی ہے تو چاہئے ایک وقت میں کروڑوں اشخاص زیارت کریں۔ وہ آپ کی



ذات کی زیارت کریں گے نہ کہ آپ کی مثال کی۔

اور پھر قبروں سے نکل کر تصرف فرمانا بھی ظاہر ہو گیا۔ ان کی یہ عبارت علامہ سیوطی اور علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی کتب میں نقل فرمائیں جیسا کہ اوپر حوالہ گزرا اور انہوں نے اس کی تائید فرمائی تردید نہیں فرمائی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

### حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

فحصل من مجموع هذه النقول والاحاديث ان ان تمام دلائل اور احادیث سے یہ حاصل ہوا کہ  
النبي صلى الله عليه وسلم حي حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد انور اور  
بجسد نور و روحه انه يتصرف ويسير حيث شاء روح پاک کے ساتھ زندہ ہیں اور زمین کے  
في اقطار الارض وفي الملكوت وهو اقطار اور ملکوت علویہ و سفلیہ میں جہاں چاہیں سیر  
بهيته التي كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه کرتے اور تصرف فرماتے ہیں اور آپ کی بنیت  
شي وانه مغيب عن الابصار كما غيب مبارکہ ظاہرہ زندگی جیسی ہے اس میں کوئی تبدیلی  
الملئكة مع كونهم احياء باجسادهم نہیں ہوئی اور وہ آنکھوں سے اوجھل ہیں جس  
فاذا اراد الله رفع الحجاب عن اراد طرح کہ فرشتے اپنے اجساد کے ساتھ زندہ  
اکرامہ برويته على هيئته التي هو عليها ہونے کے باوجود آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ پس  
(الحاوی للفتاویٰ ۲/۶۲۵)

جب اللہ ارادہ فرماتا ہے کہ ان کی زیارت  
کردائے تو پردے اٹھا دیتا ہے تو ان کی اسی بنیت  
یعنی ذات شریفہ کی زیارت ہو جاتی ہے۔

حضرت ولی کامل عمر بن سعید الفتوی الطوری الکروی فرماتے ہیں:



ان الاولياء يرون النبی صلی اللہ علیہ و بے شک حضرات اولیاء کرام نبی اکرم صلی اللہ  
 سلم یقظة وانه صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں دیکھتے ہیں اور  
 یحضر کل مجلس او مکان اراد بجسدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجلس میں جہاں چاہیں  
 وروحہ وانه یتصرف ویسیر حیث شاء اپنی روح و جسد کے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں  
 فی اقطار الارض و فی الملکوت و هو اور وہ زمین اور ملکوت میں جہاں چاہتے ہیں  
 بھیثہ الی کان علیہا قبل وفاته لم تصرف فرماتے ہیں اور سیر کرتے ہیں اور اسی  
 یتبدل منه شی وانه مغیب عن الابصار حالت مبارکہ پر ہیں جس پر ظاہر زندگی میں تھے  
 کما غیبت الملائکة مع کونہم احیاء اور ان میں کچھ بھی تبدیلی نہیں آئی اور وہ ہماری  
 باجساد ہم آنکھوں سے اوجھل ہیں جیسے کہ فرشتے غیب میں  
 (رماح حزب الریم علی نخور حزب الریم، ۱: ۲۱۹- طبع حالانکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں۔

دارالکتب العربی بیروت، الفصل الحادی والعشرون)

### آپ مزید فرماتے ہیں:

لانه صلی اللہ علیہ وسلم وسائر الانبیاء کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام  
 احیاء ردت الیہم ارواحہم بعد ما زندہ ہیں ان کی روہیں قبض کرنے کے بعد ان  
 قبضوا واذن لہم فی الخروج من القبور کی طرف لوٹادی گئی ہیں اور ان کو قبور سے نکل کر  
 والتصرف فی الملکوت العلوی و ملکوت علوی و سفلی میں تصرف کرنے کی اجازت  
 السفلی دی گئی ہے۔

(رماح حزب الریم علی نخور حزب الریم، ۱: ۲۲۸)

حضرت صاحب الفضیلۃ الشیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحماوی (من علماء الازھر



## وخطیب المسجد الزینی (فرماتے ہیں:

وهذا الحديث وما قبله يشتان ان الانبياء یہ اور اس سے پہلی حدیث ثابت کرتی ہے کہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم یخرجون من قبورهم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنے حقیقی بدنوں  
 بآبدانہم الحقیقیۃ لابسین الثیاب کے ساتھ لباس زیب تن کئے ہوئے پیدل یا سوار  
 ماشین اور اکبیں ویدھبون الی حیث ہو کر اپنی قبور مقدسہ سے باہر تشریف لاتے ہیں  
 یحجون ویلبون ویراہم بعینہ من کشف اور جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ حج  
 اللہ عن بصیرتہ من العباد کرتے اور تلبیہ پڑھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے  
 (غوث العباد بمان الرشاد ص ۷۷ طبع مکتبہ اشق خاص بندوں سے جس کی بصارت کے پردے  
 استنبول) اٹھاتے ہیں وہ ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں

یاد ہے کہ اس کتاب پر مندرجہ ذیل اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء محدثین کی تقاریر ہیں:

الشیخ محمد البیلاوی خطیب المسجد الحسینی و نقیب الاشراف بالدیار المصریہ۔

الشیخ محمود ابودقیقہ مدرس تخصیص الازھر۔

الشیخ محمد عبدالفتاح العنانی المدرس بکلیۃ الشریعۃ الاسلامیہ

الشیخ محمد البجیر من علماء الازھر الشافعیہ بالقسم الثانوی

السید محمد بن محمد بارہ الیمنی امیر القصر السعید صنعائین

محمد حبیب اللہ الشنقیطی خادم العلم بالحریم شریفین

الشیخ محمد زابد الکوثری وکیل المشیخ الاسلامیہ بالآستانہ

محمد حفنی بلال وکیل الحرم الزینی واحد علماء الممالکیہ۔



## اولیاء اللہ کا بیک وقت کئی مقامات پر تشریف فرما ہونا

حضرت انبیاء کرام علیہم السلام تو بڑی شان والے، مقام والے ہیں۔ ان کے غلام اولیاء کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ شان عطا فرمائی ہے کہ وہ بیک وقت کئی مقامات پر جلوہ گر ہو سکتے ہیں اور اس کی تائید میں حضرت علامہ جلال الدین السیوطی نے ایک مستقل کتاب بعنوان ”المنجلی فی تطور الولی“ لکھی ہے جو کہ آپ کے ”الحاوی للفتاویٰ ۱/۲۱۷ تا ۲۲۲ میں موجود ہے۔

## حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر گاہ جنیاں رابقتدیر اللہ سبحانہ، ایں قدرت بود کہ جب جنوں کو قدرت الہی سے یہ طاقت حاصل شکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند ارواح ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر عجیب کامل را اگر ایں قدرت عطا فرماید چہ محل تعجب و غریب کام سرانجام دیتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ است و چہ احتیاج بدن دیگر ازیں قبیل است اپنے اولیاء کو یہ طاقت عنایت فرمادے تو کونسی آنچہ ازیں بعضے اولیاء اللہ نقل می کنند کہ در یک تعجب کی بات ہے اور ان کو دوسرے مثالی بدنوں آن در ممکنہ متعددہ حاضری گردند و افعال متبائنہ کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح بعض اولیاء اللہ بوقوع آرند۔ سے منقول ہے کہ وہ آن واحد میں متعدد مقامات

(مکتوبات شریف مکتوب، ۱۸ جلد دوم) پر حاضر ہوتے ہیں اور ان سے مختلف اقسام کے کام وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد پاک نے تو اپنے اس مکتوب شریف میں یہ بات بھی واضح فرمادی کہ ان کے متعدد مقامات پر ہونے کے لیے مثالی اجسام کی بھی ضرورت نہیں وہ اپنے اصلی جسموں کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہو سکتے ہیں۔



## حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و کذلک يجعل لنفوس بعض اولیاء      یونہی خدا تعالیٰ اپنے بعض ولیوں کو یہ طاقت  
اللہ فانہم یظہرون انشاء اللہ تعالیٰ فی      عطا فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک آن  
آن واحد فی امکنۃ شتی باجسادہم      سے متعدد مقامات میں اپنے جسموں کے ساتھ  
(تفسیر مظہری، ۳: ۲۷۷)

ظاہر ہوتے ہیں۔

## حضرت مولانا حقی فرماتے ہیں:

قال الشعرانی واخبرنی من صحب      امام شعرانی نے فرمایا مجھے اس شخص نے خبر دی جو  
الشیخ محمد الخضر می انہ خطب فی      کہ شیخ محمد خضریٰ کی خدمت میں رہا کرتا تھا کہ  
خمسین بلدة فی یوم واحد خطبة و صلی بہم      حضرت شیخ خضریٰ نے ایک ہی دن میں ایک ہی  
اماماً۔      وقت میں پچاس مختلف شہروں میں خطبہ جمعہ دیا  
(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۲۱۶)      اور نماز کی امامت فرمائی۔

## اور اب دیوبندی حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی کی بھی سنئے:

حضرت محمد خضریٰ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ  
اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائی اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی رات شب باش ہوئے ہیں۔  
(جمال الاولیاء، ۱۸۸ مکتبہ اسلامیہ بلال آف ایجوکیشن لاہور)

ان تمام حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرات انبیاء کرام کی شان  
وراء الوراہ ہے۔ ان کے غلام اولیاء کرام بھی ایک وقت میں کئی مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں  
۱۔ یہ تو حال ہے خدمت گاروں کا سردار کا عالم کیا ہوگا



ہمارے آقا و مولا ناسید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی حیات کی ایک بین دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کو بیداری میں دیکھا جاسکتا ہے۔

## بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال  
سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
يقول من رانی فی المنام فسیرانی فی  
الیقظة ولا یتمثل الشیطان بی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھے  
خواب میں دیکھا عنقریب وہ مجھے بیداری میں  
بھی دیکھے گا اور شیطان میرا ہم شکل نہیں ہو سکتا۔

## تخریج حدیث

- |                                |        |              |           |
|--------------------------------|--------|--------------|-----------|
| ۱۔ صحیح بخاری                  | ۱۰۳۵:۲ | کتاب التعبير | طبع کراچی |
| ۲۔ صحیح مسلم                   | ۲۲۲:۲  |              |           |
| ۳۔ ابوداؤد شریف                | ۳۲۹:۲  |              |           |
| ۴۔ مسند ابی یعلیٰ              | ۴۰۴:۱  |              | بیروت     |
| ۵۔ المعجم الکبیر عن ابی حنیفہ  | ۹۷:۲۲  |              | بغداد     |
| ۶۔ مسند امام احمد عن ابی ہریرہ | ۴۰۰:۱  |              | بیروت     |
| ۷۔ شرح السنۃ                   | ۲۲۷:۱۲ |              |           |
| ۸۔ الکامل لابن عدی             | ۶۲۷:۲  |              | سانگلہ ہل |
| ۹۔ فردوس الاخبار للذہبی        |        |              |           |
- ابی ہریرہ حدیث نمبر ۵۹۸۹



- ۱۰۔ تاریخ بغداد ، ، ، ۲۸۴:۱۰ بیروت
- ۱۱۔ مسند البز ارکمانی کشف الاستار ۳: ۷۱ باب فیما رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۱۲۔ سنن ابن ماجہ ۲۷۸ ، ، ، رویۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کراچی
- ۱۳۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد ۱۸۱: ۷ بیروت
- ۱۴۔ صحیح ابن حبان ۶۱۸: ۷ تحقیق یوسف کمال حوت

### امام آلوسی فرماتے ہیں:

فقد وقعت رویتہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا آپ کی وفات کے بعد اور بیداری میں آپ سے اخذ فیض امت محمدیہ کے لیے بکثرت کا ملین واقع ہو چکا ہے۔

بعد وفاته لغير واحد من الکاملین من هذه الامۃ والا خدمته بقظة (روح المعانی ۱۲: ۳۵ پارہ نمبر ۲۲ مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ آلوسی ہی مزید فرماتے ہیں:

کان کثیر الرویۃ لرسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یقظة و مناما۔ (ایضاً)

حضرت شیخ خلیفہ بن موسیٰ سوتے جاگتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے دیکھنے والے تھے

### حضرت امام عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

لا یمنع رویۃ ذاته علیہ السلام بجسده و روحه۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسد و روح کے ساتھ دیکھنا محال نہیں۔

(زرقانی علی المواہب ۸: ۸)

### حضرت ولی کامل سیدی عمر بن سعید الفتویٰ فرماتے ہیں:



ممن يراه يقظة من السلف الشيخ ابو  
 مدين المغربي شيخ الجماعة وشيخ  
 عبد الرحيم القناوى والشيخ موسى  
 الزوادي والشيخ ابو الحسن الشاذلى و  
 الشيخ ابو العباس المرسى والشيخ  
 السعود بن ابى العشائر وسيدى ابراهيم  
 المتبولى والشيخ جلال الدين  
 السيوطى و كان يقول رايث النبى صلى  
 الله عليه وسلم واجتمعت به يقظة ينفا  
 وسبعين مرة واما سيدى ابراهيم  
 المتبولى فلا يحصى اجتماعه به لانه  
 يجتمع به احواله كلها..... و كان ابو  
 العباس المرسى يقول لو احتجب عنى  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم ساعة  
 ما عدت نفسى من المسلمين .

اسلاف میں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 بیداری میں دیکھا ہے ان میں سے شیخ ابو مدین  
 مغربی شیخ الجماعة و شیخ عبد الرحيم القناوى و شیخ  
 موسى الزوادي شیخ ابو الحسن شاذلی و شیخ ابو العباس  
 المرسى و شیخ سعود بن ابى العشائر سیدی ابراهيم متبولی  
 و شیخ جلال الدین سیوطی اور وہ کہا کرتے تھے کہ  
 میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں ستر  
 سے زیادہ مرتبہ دیکھا اور ان کی مجلس کی ہے۔ اور  
 سیدی ابراهيم متبولی نے تو جتنی بار آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت و مجلس کی ہے اس  
 کا شمار ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو ہر وقت مشاہدہ  
 میں رہتے تھے اور شیخ ابو العباس المرسى کہتے ہیں  
 کہ اگر ایک لحظہ کے لیے مجھ سے رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم اوجھل ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو  
 مسلمانوں میں شمار نہ کروں۔

(رماح حزب الرحيم على نخور حزب الرحيم هاشم على جواهر المعاني ٢١٩:١ الفصل الحادى والثلاثون : دار الكتاب  
 العربى، بيروت ١٩٤٣ء)

**دیوبندی جماعت کے ابن حجر عثانی مولوی انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے:**

ويمكن عندى رويته صلى الله عليه  
 اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے



وسلم يقظة لمن رزقه الله سبحانه كما  
 نقل عن السيوطي اثنين وعشرين مرة  
 وساله عن احاديث صحيحها بعد  
 لصحيحه صلى الله عليه وسلم .  
 (فيض الباري شرح صحيح بخاری  
 ص ۱/۳۰۴)  
 ہوئے بیداری کی حالت میں دیکھنا ممکن ہے جس  
 کو اللہ یہ نعمت عطا فرمائے۔ جیسے کہ سیوطی سے  
 منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کو بائیس ۲۲ مرتبہ بیداری میں دیکھا ہے اور  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث  
 کے متعلق سوال کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح  
 کے بعد سیوطی نے ان احادیث کو صحیح کہا۔

اس عبارت سے دو چیزیں ظاہر ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں  
 دیکھنا حق ہے جو کہ آپ کی حیات حقیقی اور حاضر و ناظر ہونے پر دلیل ہے دوسری اس عبارت سے  
 حضرت علامہ سیوطی کی عزت و شان کا بھی پتہ چلا کہ آپ کیسی شخصیت ہیں۔ حالانکہ کشمیری صاحب  
 نے اس میں بھی بخل سے کام لیا ہے کہ صرف بائیس مرتبہ لکھا ہے حالانکہ آپ کو بہتر مرتبہ آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی زیارت بیداری کی حالت میں ہوئی ہے۔ جیسا کہ امام شعرانی نے کہا کہ شیخ صالح عطیہ  
 ابناسی، شیخ قاسم مغربی اور قاضی زکریا نے امام سیوطی سے سنا:

يقول رأيت رسول الله صلى الله عليه  
 وسلم يقظة بضعا وسبعين مرة  
 فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کو ستر سے زیادہ مرتبہ بیداری کی حالت میں  
 دیکھا ہے۔  
 (الواقیت، الجوامع، ۱۳۳۱)

یہ شان ہے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کی جو عاشق رسول ﷺ ہیں لیکن افسوس صد  
 افسوس کہ آج کل کے مردہ دل اور عشق رسول ﷺ سے خالی ابن تمیہ اور ابن عبد الوہاب کے  
 ہمہ کاروں نے ایسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کو ناقابل قبول بنا رکھا ہے۔ کہ وہ یعنی علامہ



سیوطی متساہل ہیں۔ کیا تمہارا ایمان ناقص نہیں؟ نہ جانے ان عقل کے اندھوں کو کیا ہو گیا ہے جبکہ انہی کا ابن حجر ثانی مولوی انور شاہ کشمیری تو کہے کہ علامہ سیوطی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی تصحیح کرانے کے بعد ان احادیث کو صحیح کہا ہے لیکن یہ اپنے باطل عقائد کا بھرم رکھنے کے لیے کہہ رہے ہیں کہ علامہ سیوطی متساہل ہیں ان کی تصحیح کردہ حدیث کو ہم نہیں مانتے۔ اس سے بڑی بد بختی اور بد قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایسے آدمی کو متساہل قرار دیا جائے جو اپنی زندگی میں چلتے پھرتے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل دریافت کرتا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ جس حدیث کو تم نے علامہ سیوطی کے متساہل ہونے کی وجہ ٹھکرا دیا ہو اسی حدیث کی تصحیح علامہ نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے کروائی ہو۔

۔ کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

یہاں نجدی ذہنیت کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو چاہے خواب میں دیکھا جائے یا بیداری میں (اگر کوئی مجبوراً بیداری والی روایت کو تسلیم کر لے تو) آپ کی مثال نظر آتی ہے آپ خود نظر نہیں آتے۔ اس پر کچھ بحث تو گزر چکی ہے مختصرً ایہاں عرض کرتے ہیں۔

**حضرت العلام علامہ نور الدین حلبی فرماتے ہیں:**

فمتی کان کذا لک مناما کان فی عالم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں الخیال والمثال ومتی کان یقظة ہوتی ہے تو عالم خیال اور عالم مثال میں ہوتی ہے کا الصفتی الجمال والا جلال علی غایۃ اور جب آپ کی زیارت بیداری میں ہوتی ہے تو الکمال کما قال القائل۔ لیس علی اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صفت جمال و جلال بمستکران یجتمع العالم فی واحد۔ اور پورے کمال کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ کسی (بحوالہ سعادت الدین للنہانی ۲۵۸-۲۵۹ طبع مصر) قائل نے کیا خوب کہا ہے کہ خدا تعالیٰ پر محال نہیں



کہ وہ ایک ذات میں سارا جہاں جمع کر دے۔

**حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:**

واذا اراد الله رفع الحجاب عن اراد جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنے حبیب  
اکرامہ برویتہ صلی اللہ علیہ وسلم راہ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف کرنا چاہتا ہے تو  
علی ہیئته التي هو عليها لا مانع من حجاب اٹھا دیتا ہے اور زیارت کرنے والا آپ  
ذلک ولا داعی التخصیص برویة مثاله صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی حالت میں دیکھتا ہے جس  
الحاوی للفتاویٰ ۲/۲۷۵) حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ظاہری  
میں جلوہ افروز تھے۔ اس پر نہ کوئی استحالہ ہے اور  
نہ ہی کوئی وجہ اس تخصیص کی ہے کہ حضور کی مثالی  
صورت نظر آتی ہے (بلکہ آپ خود حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم بنفس نفیس نظر آتے ہیں۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جا  
سکتے ہیں اور خوش قسمت لوگ آپ کی زیارت بھی کر سکتے ہیں۔



## حدیث نمبر ۱۰:

ما أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا  
ابو جعفر احمد بن عبد الحميد الحارثي ثنا الحسين بن علي الجعفي ثنا عبد  
الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الأشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال  
رسول الله صلى الله عليه وسلم: افضل ايامكم الجمعة؛ فيه خلق آدم وفيه قبض  
وفيه النفخة، وفيه الصعقة، فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلاتكم معروضة  
على: قالوا: وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارميت يقولون بليت. فقال: ان الله  
قد حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء عليهم السلام اخرجہ ابو داود  
السجستاني في كتاب السنن، وله شواهد منها

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے اس دن  
حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن انہوں نے انتقال فرمایا اور اسی دن صور پھونکا جائے  
گا۔ اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے۔ اس لیے اس روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لیے کہ تمہارا  
درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا؟ حالانکہ آپ تو ختم ہو  
چکے ہوں گے (جیسا کہ کہتے ہیں کہ وہ بوسیدہ ہو گیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ  
نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

اس کو ابو داؤد سجستانی نے سنن ابی داؤد میں روایت کیا ہے اور اس کے کئی شواہد ہیں۔

## تخریج حدیث

۱۔ ابو داؤد ۱۵۷۱

۲۔ نسائی فی المجتبى ۲۰۳:۱

۳۔ ابن ماجہ ۷۶ کتاب فرض الجمعة ۱۱۹ باب ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ علیہ وسلم



- ۴۔ ابن ابی شیبہ ۵۱۶:۲
- ۵۔ کتاب الصلوٰۃ ابن ابی عاصم ص ۵۰ برقم ۶۳
- ۶۔ مسند امام احمد ۸:۴
- ۷۔ متدرک امام حاکم ۵۴:۴
- ۸۔ صحیح ابن خزیمہ ۱۱۸:۳
- ۱۰۔ صحیح ابن حبان ۷۸:۳
- ۱۱۔ سنن دارمی ۳۰۷:۱ باب فی فضل الجمعة
- ۱۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۴۸:۳ کتاب الجمعة
- ۱۳۔ السنن الصغیر ۲۳۵:۱ باب فضل الجمعة
- ۱۴۔ شعب الایمان ۱۱۰:۲
- ۱۵۔ دلائل النبوة ۵۶۷/۲ برقم ۵۰۹ (لابی نعیم)
- ۱۶۔ معرفة الصحابة ۳۵۴:۲ (لابی نعیم)
- ۱۷۔ تهذيب تاريخ دمشق لابن عساكر ۱۵۷:۳
- ۱۸۔ نوادر الاصول حکیم ترمذی ۳۸۶
- ۱۹۔ فضل الصلوٰۃ للقاضي اسماعيل ۱۱
- ۲۰۔ السنن الکبریٰ للنسائی ۱۵۱۹:۱ المعجم الکبیر (اللطبرانی) ۲۱۷ برقم ۵۸۹
- یہ صحیح روایت بھی حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر واضح دلیل ہے اور اس روایت کی تصحیح کرنے والے محدثین بھی بے شمار ہیں جن میں کچھ کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں۔
- حضرت شیخ مجد الدین محمد یعقوب الفیر وزآبادی صاحب قاموس ارشاد فرماتے ہیں: ۸۱۷ھ



و نص علی صحته جماعة من الحفاظ اور اس صحبت پر محدثین کی ایک پوری جماعت نے نص فرمائی ہے۔

(الصلوات والبشرى ۷۴)

مزید فرماتے ہیں:

وامثال ذلك دلائل قاطعة على انهم

احياء باجسادهم و منها ماتقدم من

حديث اوس بن اوس ان الله حرم على

الارض ان تاكل اجساد الانبياء وفيه

دليل واضح وقد ذهب الى ما ذكرنا

دليله و اوضحنا حجة جماعات اهل

العلم و صرحوا به الامام البيهقي منهم

والاستاذ ابو القاسم القشيري . والامام

ابو حاتم بن حبان و ابو طاهر الحسين

بن علي الازدستاني و صرح به ايضاً

الشيخ تقى الدين ابو عمرو بن الصلاح

والشيخ محي الدين النووي والحافظ

محب الدين الطبري وغيرهم

(الصلوات والبشرى في الصلاة على خير البشر ص ۱۸۳)

اور یہ اس طرح کی مثالیں (معراج کی رات

مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات)

دلائل ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنے

جسموں کے ساتھ زندہ ہیں اور ان حیات کی دلیلوں

میں سے ایک دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت اوس بن

اوس سے مروی ہے جو کہ گزر چکی ہے کہ اللہ نے زمین پر

انبیاء کے اجسام حرام کر دیئے ہیں اور اس میں

حیۃ الانبیاء کی واضح دلیل ہے۔ اور اس کی دلیل

کہ ہم نے بیان کیا اس کو محدثین کی جماعت نے

بہت وضاحت سے بیان کیا ہے ان میں سے

جنہوں نے اس کی صراحت کی ہے امام بیہقی

، استاد ابو القاسم القشیری، امام ابو حاتم، ابن

حبان و ابو طاهر حسین بن علی ازدستانی اور اس کے

ساتھ صراحت کی شیخ ابو عمرو بن الصلاح اور شیخ

محي الدين نووي اور محبت الدين طبري و دیگر بے



شمار آئمہ کرام نے بھی فرمائی ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط البخاري یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور انہوں  
ولم يخرجواہ نے اس کی تخریج نہیں کی۔

(مستدرک علیٰ الصغیر، ۱: ۲۷۸)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه  
یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ انہوں  
نے اس کی تخریج نہیں کی۔

(مستدرک ۲: ۵۶۰)

امام ذہبی نے تلخیص مستدرک میں دونوں مقامات کی تصحیح کو قائم رکھا اور فرمایا:  
على شرط (خ) یعنی یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے:

(تلخیص المستدرک علی المستدرک، ۱: ۲۷۸)

امام عبد الغنی:

وقال الحافظ عبد الغنی انه حسن  
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔  
صحیح

علامہ عزیزی فرماتے ہیں:

قال الشيخ وهو حديث صحيح  
شیخ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ۲: ۱۳۱)



## امام نووی فرماتے ہیں:

وروینا فی سنن ابی داؤد والنسائی و ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو صحیح اسناد کے  
ابن ماجہ بالاسائد الصحیحہ۔ ساتھ روایت کیا ہے۔

(کتاب الاذکار ۱۰۶)

حضرت ملا علی القاری (مرقات ۳: ۲۳۸ طبع ملتان) میں اس کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

## حضرت علامہ شہاب الدین احمد خفاجی فرماتے ہیں:

وهذا الحديث رواه ابو داؤد والنسائی اس حدیث کو ابوداؤد نسائی اور امام احمد نے مسند  
واحمد فی مسنده والبیہقی وغیرہم میں اور امام بیہقی وغیرہم نے روایت کیا اور تمام  
وصححوہ۔ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(نیم الریاض ۵۰۲: ۳ فصل فی تخصیصہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل بلوغ صلاۃ)

## قطب وقت حضرت مولانا الحاج فقیر اللہ جلال آبادی فرماتے ہیں:

رواه احمد و ابو داؤد والنسائی وقد صح اس کو امام احمد۔ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے  
هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان و روایت کیا اور اس حدیث کو امام ابن خزیمہ امام  
الدار قطنی۔ ابن حبان اور امام دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔

قطب الارشاد ۳۷۹

امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

رواه احمد، ابو داؤد و نسائی وابن ماجہ اس کو روایت کیا امام احمد امام ابوداؤد امام نسائی  
ابن خزیمہ و ابن حبان و الحاکم والدار امام ابن ماجہ امام ابن خزیمہ امام ابن حبان امام حاکم



قطنی و ابو نعیم و صحیحہ ابن خزیمہ امام دارقطنی اور امام ابو نعیم نے اور اس کو امام ابن  
وابن حبان و الحاکم و الدار قطنی خزیمہ امام ابن حبان امام حاکم امام دارقطنی ابن  
وابن دحیہ و حسنہ عبد الغنی و ابن دحیہ وحیہ نے صحیح کہا اور حافظ عبد الغنی و امام منذری اور  
والمندری و غیر ہم۔ ان کے سوا دیگر حضرات نے حسن کہا ہے۔

الفتاویٰ الرضویۃ ۳۵۴/۴

ان تمام مختصر حوالوں سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم  
السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ ان کے اجساد مبارکہ تروتازہ ہیں اور ان پر ہمارا درود و سلام پیش  
کیا جاتا ہے۔

## اعتراض

اس حدیث شریف پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے جو کہ حضرت امام بخاری اور ابی حاتم  
وغیرہ کی طرف سے وارد کیا گیا ہے اور آج کل کے منکرین حیات الانبیاء اس کو بڑے شد و مد سے  
بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ انبیاء کرام کے اجسام اس طریقے  
سے صحیح سالم نہیں اور نہ ہی ان میں ارواح ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اعتراض یہ ہے کہ اس روایت میں عبد الرحمن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبد الرحمن بن یزید  
بن تمیم ہے اور راوی حدیث حسین جعفی نے غلطی سے تمیم کی بجائے جابر کہ دیا۔ جبکہ حسین جعفی کا ابن  
جعفر سے سماع ہی ثابت نہیں۔ لہذا یہ حدیث منکر ہے۔

(اقامتہ البرہان از سجاد بخاری ص ۲۲۸، توحید خالص از مسعود الدین عثمانی ۲: ۳۷۷، تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی  
اللہ کی تجدیدی مساعی از اسماعیل سلفی، ۳۱۱، وغیرہم)



## جواب

یہ علت کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی بلا شک امام بخاری و ابن ابی حاتم اس فن کے امام ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی معصوم نہیں ہے کہ اس سے غلطی نہ ہو سکے۔ لہذا یہاں بھی ان کو سہو ہو گیا اور ان کی بیان کردہ علت کالت اسلامیہ کے بے شمار مایہ ناز محققین نے پر زور طریقے سے رد کیا ہے۔

**ابن تمیمہ کے شاگرد خاص جناب علامہ ابن القیم نے تحریر کیا ہے:**

و جواب هذا التعليل من وجوه: احدها ان حسين بن علي الجعفي قد صرح بسماعه له من عبد الرحمن ابن يزيد بن جابر قال ابن حبان في صحيحه حدثنا ابن خزيمة حدثنا ابو كريب حدثنا حسين بن علي حدثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر فصرح بالسماع منه. وقولهم انه ظن ابن جابر و انما هو ابن تميم فغلط في اسم جده. بعيد فانه لم يكن يشبهه علي حسين هذا بهذا مع نقده و علمه بهما و سماعه منهما.

اور اس علت کا جواب کئی وجوہ سے دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ حسین بن علی الجعفی نے عبد الرحمن بن یزید بن جابر سے سماع کی صراحت کی ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا۔ ہم کو حدیث بیان کی ابن خزیمہ نے ان سے بیان کی ابو کریب نے انہوں نے کہا ہمیں بیان کی حسین بن علی نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد الرحمن بن یزید بن جابر نے پس ان سے سماع کی صراحت ہے اور معتز ضین کا یہ کہنا کہ یہاں ابن جابر نہیں بلکہ ابن تمیم ہے اور راوی کو غلطی لگی کہ اس نے ابن جابر کا گمان کیا یہ بات بہت بعید ہے کیونکہ حسین جیسے نقاد و متحر فن پر باوجود دونوں (ابن جابر و ابن تمیم) سے سماع حاصل ہونے کا

(جلاء الافهام ۳۶-۳۷)



اس کا مشتبہ رہنا عقل سے دور ہے۔

### حضرت امام مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں:

والا ولی ان یذهب الی ما ذهب الیه ابو داؤد والنسائی فان شانهم اعلیٰ وهم علموا حال اسنادہ وله شواہد تقویۃ من عند ابن حبان وغیرہ۔  
(الصلاۃ والبشر فی الصلوۃ علی خیر البشر، ۷۴، المجد الدین فیروز آبادی طبع مکتبہ اشاعت القرآن، لاہور)  
(القرآن، لاہور)

بہتر یہ ہے کہ وہی موقف اختیار کیا جائے جو کہ امام ابو داؤد اور امام نسائی نے اختیار کیا ہے کیونکہ ان کی شان بلند ہے اور وہ اسناد کے حال کو معترضین سے بہتر جانتے ہیں اور اس کے شواہد بھی موجود ہیں (کہ ابن جابر سے حسین کا سماع ثابت ہے) امام ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

### حضرت محدث جلیل امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں:

وفی رواۃ اخری صحیحۃ خلافا لمن طعن فیہا فقد اخرجہا ابنا خزیمۃ و حبان والحاکم فی صحاحہم وقال هذا حدیث حسن صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاہ ومن صححہ ایضا النووی فی اذکارہ وحسنہ عبد الغنی المنذری وقال ابن دحیۃ انه صحیح محفوظ بنقل العدل عن العدل ومن قال انه منکر او غریب لعلہ خفیۃ

اور دوسری صحیح روایت میں ہے اس شخص کے خلاف کہ جس نے اس میں طعن کیا ہے کہ جس کا ابن خزیمہ وابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں اخراج کیا ہے اور امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام بخاری کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے اس کا اخراج نہیں کیا اور امام نووی نے اذکار میں اس کو صحیح کہا اور منذری نے اس کو حسن کہا اور امام ابن دحیہ نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور محفوظ ہے۔ عادل عادل سے روایت کر رہا ہے اور جس نے



فقد استروح لان الدار قطنی ردھا۔  
(الجوهر المنظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم  
ص ۲۰ الفصل الثانی فی فضل الزیارة)  
کہا کہ یہ منکر یا غریب ہے خفیہ علت کے سبب  
سے تو اس نے بے کار کلام کیا ہے کیونکہ اس کو دار  
قطنی نے رد کیا ہے۔

### حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

ولکن قدر هذه العلة الدار قطنی وقال  
ان سماع حسین عن ابن جابر ثابت  
والی هذا جنح الخطیب۔  
(القول البدیع، ۱۵۸)  
لیکن اس علت کا امام دار قطنی نے رد کیا ہے اور کہا  
ہے کہ حسین کا ابن جابر سے سماع ثابت ہے اور  
اسی طرف خطیب بغدادی کا رجحان ہے۔

### حضرت علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قال میرک ورواہ ابن حبان فی  
صحیحہ والحاکم وصحیحہ وزاد ابن  
حجر بقولہ وقال صحیح علی شرط  
البخاری رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ  
..... قال النووی اسنادہ صحیح وقال  
المنذری له علة دقيقة اشار اليها  
البخاری نقله میرک قال ابن دحية انه  
صحیح بنقل العدل عن العدل ومن قال  
انه منکر او غریب لعله خفية به فقد  
استروح لان الدار قطنی ردھا۔  
محدث عظیم امام میرک نے فرمایا کہ اس روایت کو  
ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور امام  
حاکم نے اس کی تصحیح کی اور امام ابن حجر نے صحیح علی  
شرط بخاری کے الفاظ زیادہ کیے اور اس کو روایت  
کیا امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں امام نووی نے  
فرمایا اس کی سند صحیح ہے اور منذری نے کہا اس  
میں دقیق علت ہے جس کی طرف امام بخاری  
نے اشارہ کیا ہے اور اس کو میرک نے نقل کیا  
ہے۔ امام ابن دحیہ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے عادل  
راوی عادل سے روایت کر رہا ہے اور جس نے یہ



کہا کہ یہ منکر یا غریب ہے ایک خفیہ علت کے  
سبب تو اس کی یہ بات بالکل لغو ہے کیونکہ امام  
دارقطنی نے اس علت کا رد کیا ہے۔

(مرقات ۲: ۲۳۸-۲۳۹ طبع ملتان جلد ۳)

ص ۴۵۴-۴۵۵ مکتبہ حقانیہ ملتان)

### تنبیہ

امام ابو حاتم کی جرح اصل میں ابو اسامہ پر تھی کہ اس نے ابن جابر سے نہیں سنا بلکہ ابن  
تمیم سے سنا اور غفلت سے ابن تمیم کی بجائے ابن جابر کہہ دیا اگرچہ حسین جعفی بھی ابن تمیم سے  
روایت کرتا ہے لیکن اس کا دونوں سے سماع ثابت ہے مگر ابو اسامہ کا صرف ابن تمیم سے ہے۔  
بعض حضرات نے اس نکتہ کو نہ سمجھا اور وہ دونوں پر جرح کرنے لگے جیسا کہ ابن عبد  
الہادی نے کہا ہے۔

**ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الہادی شاگرد ابن تمیم نے کہا ہے:**

قوله حسين الجعفي روى عن عبد  
الرحمن بن يزيد بن تميم خطأ الذي  
يروى عبد الرحمن بن يزيد بن تميم  
فيقول ابن جابر ويغلط في اسم الجد  
قلت وهذا الذي قاله الحافظ ابو الحسن  
هو اقرب واشبه بالصواب وهو ان  
الجعفي روى عن ابن جابر ولم يروى  
عن ابن تميم والذي يروى عن ابن تميم  
اور ان کا کہنا کہ حسین جعفی عبد الرحمن بن یزید بن  
تمیم سے روایت کرتا ہے یہ غلط قول ہے کیونکہ یہ  
روایت حسین نے عبد الرحمن بن یزید بن جابر  
سے کی ہے اور ابو اسامہ عبد الرحمن بن یزید بن تمیم  
سے روایت کرتا ہے اور وہ اس کے دادا کے نام  
میں غلطی کر جاتا ہے اور کہتا ہے ابن جابر۔ میں  
کہتا ہوں یہی بات حافظ ابو الحسن نے فرمائی ہے  
اور یہ زیادہ اقرب اور صحت کے زیادہ مشابہ ہے کہ حسین



و يغلط في اسم جده هو ابو اسامه كما الجعفي ابن جابر سے روایت کرتا ہے اور حوالہ بن تمیم سے ذکر  
 قاله الاكثرون فعلى هذا يكون الحديث کرتا ہے وہ ابو اسامہ ہے اور عبد الرحمن کے دادا کے نام  
 الذي رواه حسين ابن جابر صحيحا لان میں غلطی کر جاتا ہے جیسا کہ اکثر محدثین نے فرمایا ہے  
 الاشعث عن اوس حديثا صحيحا لان پس یہ حدیث جس کو حسین نے ابن جابر سے انہوں  
 رواه كلهم مشهورون بالصدق والامانة نے ابو الاشعث سے انہوں نے اوس سے  
 والثقة والعدالة ولذلك صححه روایت کی۔ یہ صحیح روایت ہے کیونکہ اس کے  
 جماعة من الحفاظ كابي حاتم بن حبان تمام رواۃ مشہور بالصدق وامانت اور مشہور  
 والحافظ عبد الغني المقدسي وابن بالثقات وعدالت ہیں اس لیے محدثین کی  
 دحية وغيرهم ولم يأت من تكلم فيه... جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جیسا کہ ابن  
 .... وما ذكره ابو حاتم الرازي في العلل حبان حافظ عبد الغني مقدسي ابن دحية اور ان کے  
 لا يدل الا على تضعف رواية ابي اسامة علاوہ دیگر حضرات اور نہیں لائے۔ اس کا کلام  
 عن ابن جابر لا على ضعف رواية جس نے اس پر کلام کیا ہے اور امام ابو حاتم رازی  
 الجعفي عنه نے جو علل میں بیان کیا ہے وہ صرف ابو اسامہ کی  
 (الصارم المنكي ۲۷۵، ۲۷۶) روایت کی تضعیف کرتا ہے حسین جعفی کی روایت  
 کی تضعیف نہیں کرتا۔

تو معلوم ہوا کہ یہ علت کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی اور الحمد للہ حضرات انبیاء کرام علیہم  
 السلام کی حقیقی جسمانی زندگی پر یہ روایت نص کی حیثیت رکھتی ہے۔  
 ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی علیہ ما علیہ نے لکھا ہے:

یہ روایت صحیح نہیں ہے اگر صحیح ثابت ہو جائے تو اس طرح یہ روایت تین چیزوں کو واضح



طور پر بیان کرتی ہے:

- ۱۔ جسد مبارک کا اپنی دنیاوی حالت پر برقرار رہنا۔
- ۲۔ روح کا واپس آ جانا اور قیامت تک کے لیے آپ کا مدینہ والی قبر میں زندہ رہنا۔
- ۳۔ درود کے اعمال کا پیش کیا جانا، خاص طور پر جمعہ کے دن چونکہ یہ حدیث صحیح نہیں لہذا ان امور میں سے کچھ بھی ثابت نہ ہوا۔

(توحید خالص ص ۳ مخلصا)

الحمد للہ ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایت ہر لحاظ سے صحیح ہے۔ کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ کسی پر جرح نہیں ہے۔ آ جا کر امام بخاری اور ابو حاتم رازی کا اعتراض صرف ابن جابر کے نام پر تھا وہ بھی الحمد للہ صاف ہو گیا۔ اس طرح امام بخاری و دیگر معترضین کے اعتراضات کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے۔ اب جبکہ یہ روایت ہر لحاظ سے ثابت و صحیح ہے تو مذکورہ بالاتینوں چیزیں ثابت ہو گئیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسد دنیاوی حالت پر برقرار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف والی قبر میں زندہ موجود ہیں اور درود شریف کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد مبارکہ جہاں کہیں بھی ہوں وہ اسی طرح صحیح و تروتازہ رہتے ہیں جس طرح ظاہری زندگی میں تھے۔ وہ چاہیں قبروں میں ہوں یا پھر زمین سے باہر جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کا واقعہ درج ہے کہ آپ فوت ہونے کے بعد کافی عرصہ تک اپنے عصا سے ٹیک لگا کر کھڑے رہے جب تک عصا کو دیمک نے کھایا نہیں۔ اس وقت تک آپ وہیں کھڑے رہے۔ آپ کے جسم اقدس کو کچھ گزند نہ آئی۔ دوسرا واقعہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہے کہ آپ چالیس راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہے لیکن ان کے جسم کو



کوئی گزند نہ پہنچی۔ (ان کی پوری تفصیل حیاۃ النبی از حضرت غزالی زمان رازی دوراں علامہ احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں ملاحظہ فرمائیں)

انبیاء کرام کے اجساد مبارکہ ہر حالت میں سلامت و تروتازہ رہتے ہیں اس سلسلہ میں

### ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

یونس بن بکر حضرت ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے قلعہ تشریح کیا ہرمزان کے گھرمال و متاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت رکھی ہوئی تھی۔ اور ان کے سر کے قریب ایک مصحف تھا۔ ہم نے وہ مصحف اٹھا کر دیکھا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت عمر نے حضرت کعب کو بلایا انہوں نے اس کو عربی میں لکھ دیا عرب میں پہلا آدمی میں ہوں جس نے اسے پڑھا۔ میں نے اسے قرآن کی طرح پڑھا ابو خالد بن دینار کہتے ہیں میں نے ابوالعالیہ سے کہا اس صحیفہ میں کیا تھا انہوں نے کہا تمہارا احوال و امور اور تمہارے کلام کے جھے ہیں۔ اور آئندہ ہونے والے واقعات میں نے کہا تم نے اس آدمی (میت) کا کیا کیا۔ انہوں نے جواب دیا ہم نے دن کے وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں کھودیں۔ جب رات آئی تو ہم نے ان کو دفن کر دیا اور تمام قبروں کو برابر کر دیا تا کہ وہ لوگوں سے مخفی رہیں اور کوئی انہیں قبر سے نکالنے نہ پائے۔ میں نے انہیں کہا ان سے لوگوں کی کیا امیدیں وابستہ تھیں۔ انہوں نے کہا جب بارش رک جاتی تو لوگ ان کے تخت کو باہر لاتے تو بارش ہو جاتی۔ میں نے کہا تم اس نیک آدمی کے بارے میں کیا گمان رکھتے تھے کہ وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا انہیں دانیال کہا جاتا تھا۔

اس کے بعد یہ حدیث شریف امام ابن کثیر نے نقل کی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

دانیال دعاربہ عزوجل انه يدفنه امة دانیال علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے



محمد فلما افتتح ابو موسى الاشعري      یہ دعا کی تھی کہ انہیں امت محمدیہ دفن کرے جب  
تسترو جدہ فی تابوت تغرب عروقة      ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قلعہ تشریف فتح کیا تو  
ودریدہ۔      انہیں تابوت میں اس حال میں پایا کہ ان کے

(البدایہ والنہایہ ۴/۲۱۲ ولفظہ)      تمام جسم اور گردن کی سب رگیں برابر چل رہی تھیں

دیگر حضرات محدثین نے بھی اس واقعہ کو مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ملاحظہ ہو:

المصنف لابن ابی شیبہ، ۱۳: ۲۷-۲۸ دلائل النبوة للامام بیہقی، ۱: ۳۸۲

كتاب الاموال لابی عبید قاسم، ۳۴۳ تاریخ طبری لابن جریر، ۴: ۲۲۰

سیرت لابن اسحاق ۱: ۶۶ فتوح البلدان، ۱: ۳۷۱ المحلی لابن حزم، ۵: ۳۸۷

بدائع الزهور امام محمد بن احمد بن ایاس الحنفی، ۱۵۶ طبع مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

فوائد تمام الرازی، ۴: ۲۶۲ کتاب الانبیاء علیہم السلام۔

ان دونوں روایتوں سے اتنی بات بلا تردد واضح ہے کہ دانیال علیہ السلام کا جسم مبارک سینکڑوں سال گزر جانے کے باوجود نہ صرف صحیح سالم تھا بلکہ ان کے جسم کی رگیں اور نبض بھی چل رہی تھی لیکن آج منکرین حیات الانبیاء کی حالت دیکھیں کہ مرنے کے بعد چہرے ہی تبدیل ہو جاتے ہیں اور منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے۔

اب سوال یہ ہے کہ اتنے سالوں تک جسم صحیح و سالم رہنا اس کی رگیں و نبض چلنا یہ کونسی حیات پر دلالت کرتا ہے۔ صرف حیات برزخی یا پھر حیات حقیقی دنیاوی پر! یقیناً حقیقی دنیاوی زندگی حاصل ہے۔ اب اگر اس جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہی نہیں اور وہ اعلیٰ علیین میں ہے یا پھر وہ جسم مبارک میں ہی نہیں تو یہ رگیں بدستور چلنا اور نبض کا حرکت کرنا چہ معنی دارد؟ اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے تو تسل سے بارش وغیرہ طلب کی جاسکتی ہے



## حدیث نمبر ۱۱:

ما اخبرنا ابو عبد الله الحافظ : ثنا ابو بكر بن اسحاق الفقيه ثنا احمد بن علي الاء بار ثنا احمد بن عبد الرحمن بن بكار الدمشقي ثنا الوليد بن مسلم حدثنی ابو رافع عن سعيد المقبري عن ابي مسعود الانصاري عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال : أَكْثَرُ وَالصَّلَاةُ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فانه ليس احد يصلي على يوم الجمعة الا عرضت على صلاحته .

قال ابو عبد الله رحمه الله : ابو رافع هذا هو اسماعيل بن رافع :

(حدیث شریف اوس بن اوس کے) شواہد میں ایک یہ ہے: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علی وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علی وسلم نے ارشاد فرمایا جمعہ کے روز مجھ پر زیادہ کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن جو بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک راوی ابو رافع ہیں۔ اب ابو عبد اللہ (الحاکم) نے کہا کہ یہ اسماعیل بن رافع ہے۔

## تخریج حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل محدثین نے اپنی اپنی کتب میں روایت کیا ہے

مستدرک للامام حاکم ۴: ۲۲۱

شعب الایمان للامام بیہقی ۳: ۱۱۰ باب فضل الصلوة علی النبی لیلۃ الجمعہ

کتاب الصلوة علی النبی ابن ابی عاصم ص ۵۰ برقم ۶۴

امام شمس الدین السخاوی فرماتے ہیں:

رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد اس کو امام حاکم نے روایت کیا اور کہا یہ صحیح الاسناد



والبيهقي في شعب الایمان و حياة  
الانبياء في قبورهم له ابن ابی عاصم في فضل  
الصلوة له وفي سنده ابو رافع و هو  
اسماعيل بن رافع و ثقة البخاري وقال  
يعقوب بن شيه يصلح حديثه للشواهد  
و المتابعات لكن قد ضعفه النسائي و  
يحيى بن معين و قيل انه منكر حديث.  
(القول البدیع، ۱۵۹)

ہے اور امام بیہقی نے شعب الایمان اور حیاۃ  
الانبیاء میں روایت کیا اور امام ابن ابی عاصم نے  
فضل الصلوٰۃ میں روایت کیا اس کی سند میں ابو  
رافع ہے۔ اس کا نام اسماعیل بن رافع ہے۔ اس  
کو امام بخاری نے ثقہ کہا ہے اور یعقوب بن سفیان  
نے کہا کہ شواہد اور متابعات کے طور پر پیش  
ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن امام نسائی اور  
یحییٰ بن معین اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ اور کہا گیا

کہ یہ منکر الحدیث ہے۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ اس کا ایک راوی ابو رافع مختلف فیہ ہے۔ بعض محدثین اس کی  
ثقاہت کے قائل ہیں جبکہ دوسرے اس کی تضعیف کے۔ لہذا راوی حسن الحدیث ٹھہرا لیکن چونکہ یہ  
روایت صرف اوس بن اوس کی موید اور شاہد کے طور پر پیش کی جا رہی ہے لہذا اس میں کوئی حرج نہیں  
کیونکہ حسن تو حسن ضعیف روایت بھی شاہد کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں  
گزر ا۔

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے:

وهذان وان كان ضعيفين فيصلحان  
للاستشهاد .

یہ دونوں حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن استشہاد  
کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

(جلاء الافہام، ص ۴۱)



## حدیث نمبر ۱۲:

اخبرنا علی بن احمد عبدان الكاتب ثنا احمد بن عبید الصفار ثنا الحسن بن سعید ثنا ابراہیم بن الحجاج ثنا حماد بن سلمہ عن یزید بن سنان عن

مکحول الشامی عن ابی امامۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

”اَکْثَرُ وَاَعْلَىٰ مِنَ الصَّلَاةِ فِي كُلِّ يَوْمٍ جُمُعَةٌ فَإِنَّ صَلَاةَ أُمِّي تُعَرِّضُ عَلَيَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ جُمُعَةٍ فَمَنْ كَانَ أَكْثَرَهُمْ عَلَى صَلَاةٍ كَانَ أَقْرَبَهُمْ مِنِّي مَنْزِلَةً.“

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لیے کہ میری امت کا درود ہر جمعہ کے روز مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اب جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا وہ درجہ میں سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا“

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور امام بیہقی نے اس کو بطور تائید پیش کیا

**حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:**

رواہ لبیہقی بسند حسن لا بائس بہ (القول البدیع ۱۵۸ و جدید ص ۳۲ تحقیق محمد عولمہ)  
اس کو امام بیہقی نے بسند حسن روایت کیا ہے اور  
اس کی سند لا بائس بہ ہے (یعنی اس کی سند میں  
کوئی حرج نہیں ہے)

امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

وہذا اسناد جید اور یہ سند جید ہے۔

(شفا القام، ۴۹)

۱۔ مطبوعہ نسخہ قدیم و جدید میں یہاں راوی کا نام: یزید بن سنان: لکھا ہوا ہے حالانکہ یہ راوی یزید بن سنان نہیں بلکہ برد بن سنان ہے جیسا کہ السنن الکبریٰ ۳: ۳۴۹ میں موجود ہے۔



## امام مجدد الدین الفیر وز آبادی فرماتے ہیں:

اسنادہ جید و رجالہ ثقات و خرجه البیہقی و جماعۃ۔  
اور اس کی سند جید ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور  
امام بیہقی اور محدثین کی ایک جماعت نے  
(الصلاۃ والبشرص ۷۵) روایت کیا ہے۔

اس کو امام دیلمی نے بھی روایت کیا۔ ملاحظہ فرمائیں  
(فردوس الاخبار بما ثور الخطاب المحرج علی کتاب الشہاب، ۱: ۱۰۵)۔  
اور امام بیہقی نے اس کو اپنی کتاب السنن الکبریٰ، ۳: ۲۴۹ میں روایت کیا ہے۔

## امام منذری فرماتے ہیں:

رواہ البیہقی باسناد حسن الا ان اس کو امام بیہقی نے سند حسن کے ساتھ روایت  
مکحولاً۔ قیل لم یسمع عن ابی امامۃ۔ کیا مگر کہا گیا ہے کہ مکحول نے ابو امامہ سے نہیں سنا۔  
(الترغیب والترہیب ۲: ۵۰۳ باب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

## اعتراض

اس حدیث شریف پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں مکحول نے حضرت ابو امامہ سے  
روایت کی ہے اور ان کا حضرت ابو امامہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ المندری کے حوالہ  
سے گزرا اور دیگر محدثین میں امام سخاوی وغیرہ نے بھی یہ اعتراض نقل کیا ہے۔

## جواب

اگر یہ ثابت ہو جائے جیسا کہ جمہور محدثین کا قول ہے کہ مکحول کا حضرت ابو امامہ رضی اللہ  
عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے ایک تو یہ کہ اس طرح یہ روایت مرسل ہوگی



جو کہ ہمارے نزدیک قابل حجت و قبول اور دوسرا یہ کہ یہ روایات صرف تائیداً پیش کی جا رہی ہے تو اس طرح کی روایت شواہد کے طور پر پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور پھر اسکی شواہد اور مؤیدات بھی کئی روایات ہیں جن کا حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے ”سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد“ ۱۲: ۴۴۴ تا ۴۴۶ میں بیان کی ہیں اور ان میں سے کچھ ہم یہاں بیان کریں گے۔ اور پھر یہ بات بھی اتفاقی نہیں ہے کہ مکحول کا حضرت ابو امامہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

### امام سخاوی فرماتے ہیں:

نعم فی مسند الشامین (۳۱۶/۴) ہاں امام طبرانی کی مسند الشامین میں مکحول کے للطبرانی التصریح بسماعہ منہ۔ ابو امامہ سے سماع کی صراحت کی گئی ہے۔ (القول البدیع ۱۵۸)

یہ تو ثابت ہوا کہ امام طبرانی وغیرہ کے نزدیک مکحول کا حضرت ابو امامہ سے سماع ثابت ہے۔

### الامام الحافظ صلاح الدین ابی سعید خلیل بن کیکل دی العلانی م۔ ۶۱۷ھ فرماتے ہیں:

واما مکحول فانه اطلق الروایہ جماعة من الصحابة رضی اللہ عنہم وقد قيل انه لم يسمع الا من انس بن مالک وواثلة بن الاسقع وابی امامہ وفضالة بن عبید رضی اللہ عنہم۔ اور مکحول تو وہ مطلق صحابہ کی جماعت سے مرسل روایات بیان کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس نے سوائے مالک بن انس، واثلہ بن الاسقع، ابو امامہ اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم کے کسی صحابی سے نہیں سنا۔

(جامع التحصیل فی احکام الراہل ۲۱ مقدمہ)



تو اس سے معلوم ہوا کہ مکحول کا حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے سماع ہونا یا نہ ہونا اختلافی مسئلہ ہے۔ لہذا یہ حتماً نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا سماع حضرت ابو امامہ سے ثابت نہیں ہے۔

## دوسرا اعتراض

اس میں ایک راوی ”برد بن سنان“ ہے جو کہ ضعیف ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ثابت ہوئی۔

## جواب

برد بن سنان پر اگرچہ کچھ محدثین نے کلام کیا ہے لیکن وہ جرح مبہم ہے اس لیے قابل قبول نہیں اور محدثین کے ایک جم غفیر نے اس کی تعدیل کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

**امام عثمان بن سعید الداری نقل فرماتے ہیں:**

وسألتہ عن برد بن سنان؟ فقال ثقہ . برد بن سنان کے بارے میں نے امام ابن معین سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ثقہ ہے۔ (تاریخ عثمان بن سعید الداری ۷۹)

**امام ابو داؤد فرماتے ہیں:**

قلت لا حمد لبرد بن سنان؟ قال ليس به میں نے امام احمد سے برد بن سنان کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(سوالات ابی داؤد صاحب السنن لاحمد بن حنبل ص ۲۵۶ طبع مدینہ منورہ)

قال اسحاق بن منصور و معاوية بن اسحاق بن منصور اور معاوية بن صالح امام یحییٰ بن صالح عن یحییٰ بن معین ثقہ و کذلک قال معین سے نقل کرتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔ ایسے ہی عثمان بن سعید الدارمی عن یحییٰ و عن عثمان بن سعید الدارمی امام یحییٰ سے اور دحیم و



دحیم و ابو عبد الرحمن النسائی و عبد الرحمن ابو عبد الرحمن النسائی و عبد الرحمن بن یوسف بن بن یوسف بن خراش و قال عباس الدوري خراش سے نقل کرتا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ عباس عن يحيى ليس بحدیثه بأس... وقال عمرو بن الدوري امام یحییٰ سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی علی من یزید بن زریع ما رأیت شامیا حدیث میں کچھ حرج نہیں۔ عمرو بن علی یزید بن اوثق من برد..... وقال النسائی فی زریع سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے شامیوں موضع آخر لیس به بأس و قال ابو زرعة لا بأس میں برد سے زیادہ ثقہ کسی کو نہیں دیکھا نسائی نے به و قال فی موضع آخر کان صدوقا فی کہا کہ یہ لا بأس بہ ہے۔ ابو زرعة نے بھی اسی الحدیث.... و ذکر ابن حبان فی الثقات طرح کہا اور ایک دوسری جگہ کہا کہ حدیث میں (تہذیب الکمال للزمی، ۲۶:۳ و تہذیب التہذیب، ۱: صدوق ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۴۲۹)

تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ لہذا یہ روایت بھی صحیح اور قابل احتجاج ہوئی۔ اور پھر اس کی تائید میں جیسا کہ میں نے عرض کیا بے شمار روایات ہیں۔ یہاں ایک صحیح السند مرسل روایت ہم نقل کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و الصلوة علی یوم الجمعة فانه کے دن زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ وہ مشہود تشهدہ الملئکة وان احد الن حاضری کا دن ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے یصلی علی الاعرضت علی صلاحته حتی ہیں تم میں سے کوئی بھی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا یفرغ منها قال: قلت: وبعد الموت قال درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ



وبعد الموت ان الله حرم على الارض ان تاكل  
اجساد الانبياء فنبى الله حصى يرزق.  
(ابن ماجہ ۱۱۸ کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی) شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء  
کرام کے اجسام کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہے  
اور رزق دیا جاتا ہے۔

یہ روایت صحیح ہے اور اس کی سند جید ہے جیسا کہ بے شمار محدثین نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ  
پچھلی روایت اور حدیث اوس بن اوس کی بھی مؤید اور شاہد ہے۔ اس کی سند کے بارے میں محدثین  
فرماتے ہیں۔

**حضرت امام عبدالعظیم بن عبدالقوی المندری فرماتے ہیں:**

رواہ ابن ماجہ باسناد جید .  
اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا جید سند کے ساتھ۔  
(الترغیب والترہیب، ۵۰۳:۲)

**حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:**

اخرجه ابن ماجہ ورجاله ثقات .  
اس کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہے اور اس کے تمام  
راوی ثقہ ہیں۔  
(القول البدیع، ۱۵۸)

**حضرت امام شہاب الدین احمد بن ابی بکر المکنانی البوصیری م ۸۳۰ھ فرماتے ہیں:**

هذا اسناد رجاله ثقات .  
اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(مصابح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ، ۲۹۳:۱ کتاب الجنائز)

**علامہ قاضی شوکانی نے تحریر کیا ہے:**



وقد اخرج ابن ماجه باسناد جيد. ابن ماجه نے اس کو جيد سند کے ساتھ روایت کیا  
(نیل الاوطار ۳: ۲۳۸ باب فضل يوم الجمعة)  
ہے۔

### امام زرقانی فرماتے ہیں:

روہ ابن ماجه برجال ثقات عن ابی الدرداء مرفوعاً.  
اس کو امام ابن ماجه نے ایسے راویوں کیساتھ جو تمام کے تمام ثقہ ہیں حضرت ابوالدرداء  
سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (زرقانی علی المواہب ۵: ۳۳۶)

### امام فاسی اور امام مناوی فرماتے ہیں:

قال الدمیری ورجاله کلهم ثقات۔ امام دمیری نے فرمایا کہ اس کے تمام کے تمام  
راوی ثقہ ہیں

(مطالع المسرات بجلد دلائل الخیرات ۳۲ فیض القدر شرح الجامع الصغیر ۲: ۸۶ طبع بیروت)

### حضرت امام حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

قلت رجاله ثقات میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں  
تھذیب التھذیب لابن حجر ۳: ۳۹۸ مکتبہ الاثریہ نگلہ ہل)

### حضرت علامہ علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم العزیزی م ۵۰۰ھ فرماتے ہیں:

رجالہ ثقات اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(السراج المنیر شرح جامع الصغیر ۱: ۲۸۳ مکتبہ الایمان مدینۃ المنورہ)

### حضرت امام علامہ نورالدین علی بن احمد السہودی م ۹۱۱ھ فرماتے ہیں:

وروی ابن ماجه باسناد جيد کما قال امام ابن ماجه نے اس کو سند جيد کے ساتھ روایت



المندری  
 (وقاء، الوفا، ۴، ۱۳۵۳ الفصل الثانی فی بقیة اولیة الزیارة)  
 کیا ہے جیسا کہ امام مندری نے کہا ہے۔

**حضرت امام علی بن سلطان محمد القاری م۔ ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں:**

(رواہ ابن ماجہ) ای باسناد جید نقلہ میرک عن المندری ولہ طرق کثیرة بالفاظ مختلفة۔

اس کی سند جید (بڑی پختہ) ہے امام میرک نے مندری سے نقل کیا ہے اس کے طرق بہت سے ہیں جو کہ مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۳: ۲۴۸ باب الجمعة الفصل الثانی جلد ۳ ص ۴۷۰، مکتبہ حقانیہ ملتان)

**حضرت علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:**

وفی اخری رجالہا ثقات  
 اور دوسری روایت (ابن ماجہ) اس کے تمام راوی  
 (الجوہر المنظم ص ۲۰ الفصل الثانی فی فضل الزیارة) ثقہ ہیں۔

**حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:**

وروی ابن ماجہ برجال ثقات  
 ابن ماجہ نے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے۔

(سبل الہدی والارشاد ۱۲: ۴۴۴ الباب السادس فی

المواطن التي يستحب الصلوة علیہا)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند صحیح اور جید ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض: یہ روایت منقطع ہے کیونکہ اس کے راوی زید بن ایمن کا عبادہ بن نسی سے سماع ثابت نہیں ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے جیسا کہ حضرت امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

رجالہ ثقات الا انها منقطعة (الجوہر المنظم ص ۲۰) اور اسی طرح امام سخاوی و دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔



جواب: یہ اعتراض کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا اور اس کا مفصل و تحقیقی جواب آئندہ صفحات میں حدیث نمبر ۱۹ کے تحت دیا جائے گا۔

حدیث حضرت اوس بن اوس کی مؤید ایک اور روایت بھی ہے جو کہ مرسل ہے جس کو امام قاضی عیاض نے شفا میں اور علامہ سخاوی نے القول البدیع میں نقل کیا ہے۔

وعن ابن شہاب الزہری رفعہ مرسلًا قال امام ابن شہاب زہری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ اکثر و اعلیٰ من الصلوٰۃ فی اللیلۃ الغراء وسلم سے مرسل روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر والیوم الازھر فانہما یؤدیان عنکم وان ہر جمعرات اور جمعہ کو کثرت سے درود شریف الارض لا تاكل اجساد الانبیاء پڑھا کرو کیونکہ ان میں تمہارا درود مجھے پہنچایا (القول البدیع، ۶۰، ۱۰ طبع جدید صفحہ ۳۲۳ تحقیق جاتا ہے اور بے شک زمین انبیاء کے اجسام کو محمد عوامہ) (الشفاء، ۶۴: ۲) (نسیم الریاض ۳: ۳۰۵) نہیں کھاتی۔



## حدیث نمبر ۱۳:

اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن علی بسند مذکور: حضرت انس بن مالک خادم نبی صلی اللہ  
 السَّقاء الا سفرانیابی قال حدثنی والدی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ  
 ابو علی ثنا ابو رافع اسامة بن علی بن علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ قیامت کے روز میرے  
 سعید الرازی بمصر ثنا محمد بن اسماعیل سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو دنیا کے اندر تم  
 بن سالم الصایغ حدثنا حکامة بنت عثمان میں سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتا ہوگا۔ جس نے  
 بن دینار اخی مالک بن دینار قالت حدثنی جمعرات اور جمعہ کو مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی  
 ابی عثمان بن دینار عن اخیه مالک بن سوحا جتیں پوری فرمائے گا۔ ستر حاجتیں آخرت کی  
 دینار عن انس بن مالک خادم النبی ﷺ اور میں حاجتیں اس دنیا کی نیز ایک فرشتہ اس کا موکل  
 قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّ بِنَادِیَا جَاءَ کَا جُو کَا اس کا درود لے کر اس طرح میری  
 اَقْرَبُکُمْ مِنِّیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی کُلِّ مَوْطَنٍ قبر میں آئے گا جیسے تمہارے پاس کوئی تحائف لے  
 اکثرکم علیی صلاة فی الدنیا: من صلی کرا تا ہے۔ جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا وہ  
 علی فی یوم الجمعة وليلة الجمعة قضی فرشتہ مجھے اس کے نام نسب اور خاندان کی اطلاع  
 اللہ له مائة حاجة، سبعین من حوائج الآخرة و خبر دیتا ہے پس وہ درود میں اپنے نورانی صحیفہ میں  
 وثلاثین من حوائج الدنیا یو کل اللہ لکھ لیتا ہوں۔

ملکا یدخله فی قبری کما یدخل علیکم

الهدایا یخبرنی من صل علی باسمه و

نسبه الی عشیرته فائتته عندی فی

صحیفة بیضاء.

تخریج حدیث:



- ۱۔ شعب الایمان للبیہقی ۳: ۱۱۱ باب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الجمعة۔
- ۲۔ الترغیب والترہیب للاصمہانی ۱: ۵۲۵، ۲: ۳۲۰ فصل فی الترغیب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ
- ۳۔ القند فی ذکر علماء سمرقند للنجم الدین سمرقندی ۴۵۷ ترجمہ ابی حسان عیسیٰ بن عبد اللہ بن

عمر و بن محمد البصری

- ۴۔ کنز العمال فی السنن والاقتوال والافعال للہندی ۱: ۵۰۶

الباب السادس فی الصلوٰۃ علیہ وعلی آلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

- ۵۔ نور الممعة فی خصائص الجمعة للسیوطی ۱۰۳

باب السابعة والستون الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

- ۶۔ القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبيب الشفیع للسخاوی ۱۵۶ و طبع جدید ۳۱۷

الباب الرابع فی تبلیغہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام من یسلم علیہ درودہ السلام۔

- ۷۔ رواہ ابن بشکوال و ابو الیمن ابن عسا کر و دیلمی فی مسند الفردوس کذا فی القول البدیع ۱۵۶

سبحان اللہ کیا شان ہے درود پاک کی اور کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے

وظیفے اور اوڑھنا بچھونا درود و سلام کو ہی بنا لیا ہے۔ اذان کے بعد درود و سلام، نماز کے بعد درود و سلام

اور پھر ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی کئی بار اور مذکورہ حدیث شریف میں خوشخبری صرف ایک مرتبہ پڑھنے

والے کے لیے ہے کہ اس کی سو حاجتیں پوری کی جاتی ہیں اور پھر جو ہمیشگی کرے قیامت کے دن نبی

اکرم نور مجسم محبوب رب العالمین ﷺ کی ہمسائیگی میں ہوگا۔ کسی مومن کے لیے اس سے بڑی

سعادت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

اور کتنی بد بختی اور بد نصیبی ہے ان لوگوں کی جنہوں نے صرف اپنا وطیرہ ہی یہ بنا رکھا ہے کہ

ہر حالت میں درود شریف کو بند کرنا ہے۔ کبھی کہتے ہیں اذان کے ساتھ نہ پڑھو کبھی کہتے ہیں نماز کے



بعد نہ پڑھو۔

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق فرمادیا کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے کی سو حاجتیں پوری کی جائیں گی جن میں ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ یہ تو نہیں فرمایا کہ جو اذان کے ساتھ پڑھے گا یا نماز کے بعد پڑھے گا تو وہ اس سعادت سے محروم رہے گا۔ اگر کہیں یہ حدیث شریف ہے تو ہمیں بھی اس کا پتہ بتائیں کہ وہ کہاں ہے کس کتاب میں ہے؟

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ درود ابراہیمی پڑھو۔ اس کے علاوہ اور کوئی درود شریف نہ پڑھو۔ فلاں صیغہ سے پڑھو فلاں صیغہ سے نہ پڑھو بلکہ مطلق فرمادیا ہے کہ درود شریف پڑھنے والا قیامت کے دن میرے قریب ہوگا افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں اور پھر بھی درود شریف کی محافل کو بند کرانے کے لیے دن رات مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ درود سلام پڑھنے کی توفیق دے۔

**اعتراض:** امام سخاوی فرماتے ہیں:

رواہ البیہقی فی حیاة الانبیاء فی قبورہم تو ثابت ہوا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

لہ بسند ضعیف۔ (القول البدیع ص ۱۵۶ طبع

جدید ص ۳۱۷)

**جواب:**

اگر اس کی سند میں کچھ ضعیف بھی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ بطور تائید پیش کی گئی ہے۔ ویسے بھی فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پیش کی جاسکتی ہے اور پھر اس کی موید و شاہد روایات بھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔



من صلی علی فی کل یوم مائة مرة قضی جس نے مجھ پر ہر روز ایک سو مرتبہ درود شریف  
اللہ له مائة حاجة سبعین منها لآخرته و پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے  
ثلاثین منها لدنیا گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔

اخرجه ابن منده والحافظ ابو موسى المدینی۔ وقال حدیث حسن غریب۔ بل الھدی والرشاد  
للإمام الصالحی الشامی ۱۲: ۴۲۷ باب فی فضل الصلوة والسلام علیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔  
اور اس حدیث شریف کا دوسرا شاہد و مؤید:

**حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:**

”قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت  
ان اولی الناس بی یوم القيامة اکثرهم کے دن میرے نزدیک زیادہ وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ  
علی صلاة درود شریف پڑھے گا۔

(جامع ترمذی ۱: ۶۴ باب صفة الصلوة علیہ صلی اللہ علیہ وسلم طبع فاروقی ملتان ۲ شعب الایمان  
۲: ۲۱۲..... صحیح ابن حبان ۳: ۷۹ برقم ۹۰۸، ابن ابی شیبہ ۱: ۵۵۰ کنز العمال ۱: ۲۸۹ کامل ابن عدی  
۳: ۹۰۴، ۶: ۲۳۲۲ کتاب الترغیب والترہیب للتمیمی ۲: ۹۳۲۷۷ مسند ابی یعلیٰ ۵: ۵۱ تعلق اثری ۹ تاریخ  
کبیر للبخاری ۵: ۱۷۷ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰: ۱۸ برقم (۹۸۰) طبقات المحمدین لابن  
لشیخ ۴: ۱۲۳۵۴ شرف اصحاب الحدیث للخطیب بغدادی ۳۵ جامعہ القرہ ۱۳ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ  
۱: ۱۷۱۔

**امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:**

رواہ ابن ابی شیبہ وابن حبان وصححه وابو نعیم وھکذا رواہ ابن ابی  
عاصم ایضاً فی فضل الصلوة له وابن عدی فی الکامل والدينوری فی المجالسة



والدارقطنی فی الافراد والتیمی فی الترغیب وغیرہ  
(سبل الہدی والرشاد ۱۲: ۴۲۷ فصل فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

## اعتراض

یہ روایت بھی ضعیف ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا ”حسن غریب“ کہ یہ حسن غریب ہے۔  
اور اس میں ایک راوی موسیٰ بن یعقوب ابو محمد المدنی الزمعی ہے جو کہ ضعیف ہے اور امام دارقطنی  
فرماتے ہیں کہ یہ اس روایت میں متفرد ہے۔

## جواب:

اگر بات ایسے ہی ہوتی جیسی کہ معترض صاحب نے بیان کی ہے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں تھا  
کیونکہ یہ روایت بطور شاہد و مؤید پیش کی جا رہی ہے اور ضعیف روایت بطور شاہد پیش کی جاسکتی ہے۔  
دوسرے نمبر پر امام دارقطنی کا اس راوی کو متفرد قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ اور پھر مذکورہ راوی  
اگر بقول امام دارقطنی متفرد بھی ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ کیونکہ اس کی توثیق کرنے والے محدثین  
موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

## حضرت امام حافظ جمال الدین یوسف المزنی نقل فرماتے ہیں:

قال عباس الدوري عن يحيى بن معين: امام عباس الدوري نے یحییٰ بن معین سے نقل فرمایا  
ثقة..... وعن ابی داؤد: صالح..... کہ یہ ثقہ ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں یہ صالح  
وذكره ابن حبان في كتاب الثقات روى له ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا۔ امام بخاری نے  
البخاری فی: الادب والباقون سوى المسلم۔ الاذب المفرد میں اس سے روایت لی اور سوائے  
(تہذیب الکمال للمزنی ۱۸: ۵۲۳) مسلم کے دیگر اصحاب صحاح نے بھی روایت لی۔



## حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

والزمعی قال فیہ النسائی انه لیس بالقوی لکن وثقه ابن معین  
فحسبک به . وکذا وثقه ابودانود وابن حبان وابن عدی و جماعة  
امام نسائی نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ قوی نہیں ہے لیکن ابن معین نے ثقہ کہا اور  
ان کی توثیق تیرے لیے کافی ہے۔ ایسے ہی امام ابن حبان امام ابن عدی اور محدثین کی ایک پوری  
جماعت نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

(المقاصد الحسنة ۲۲۱ للسخاوی مطبوعہ دارالکتب عربیہ بیروت)

## مناظرے ہی مناظرے

از قلم

محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی مدظلہ العالی

تدوین و ترتیب

خادم مناظر اسلام

قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی



## حدیث نمبر ۱۴:

وفی هذا المعنى الحديث الذى اخبرنا ابو على الحسين بن محمد  
الروذبارى ان ابى بكر بن داسه ثنا ابو داود ثناء احمد بن صالح قال قرأت على  
عبد الله بن نافع قال اخبرنى ابن ابى ذئب عن سعيد المقبرى عن ابى هريرة قال  
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم .

”لا تجعلوا بيوتكم قبورا ولا تجعلوا  
قبرى عبدا وصلوا على فان صلاحكم  
تبلغنى حيث كنتم“  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں  
کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ  
پر درود شریف پڑھو بے شک تمہارا درود شریف  
مجھے پہنچ جاتا ہے تم کہیں بھی ہو۔

## تخریج حدیث:

- ۱۔ سنن ابی داؤد: ۱۲۷۹ ابی ہریرہ کتاب المناسک باب زیارة القبور
- ۲۔ مسند امام احمد: ۳۶۷ ابی ہریرہ مسند ابی ہریرہ
- ۳۔ حلیۃ الاولیاء لابى نعیم: ۶: ۲۸۳ ابی ہریرہ فی ترجمۃ هشام الدستوائی
- ۴۔ مسند ابی یعلیٰ: ۲۳۵ عن علی بن الحسین (بتعلیق الاشیء)
- ۵۔ مسند ابی یعلیٰ: ۶: ۱۷۱ عن حسن بن علی
- ۶۔ المقصد العلی فی زوائد ابی یعلیٰ الموصلی: ۱: ۲۶۸ عن علی بن حسین . کتاب الحج ،  
باب الادب سیر زیارة سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۷۔ مصنف عبد الرزاق: ۳: ۷۱ عن حسن بن علی ، باب القطوع فی البیت۔
- ۸۔ مصنف عبد الرزاق: ۳: ۵۷۷ حسن بن علی باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۹۔ الاحادیث المختارہ: ۲: ۴۹ حسن بن علی (بمسند حسن ابن علی عن ابیہ)



- ۱۰۔ المعجم الكبير للطبرانی ۳: ۸۳ حسن بن علی
- ۱۱۔ تہذیب تاریخ دمشق ۴: ۱۶۵ حسن بن علی
- ۱۲۔ فضل الصلوٰۃ علی النبی للقاضی ۱۳ علی بن حسین بن علی
- ۱۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۳: ۳۴۵ حسن بن علی، کتاب الجنائز باب من کرہ زیارة القبور
- ۱۴۔ موضع اوہام الجمع والتفریق للخطیب بغدادی ۱: ۵۳ علی بن حسین
- ۱۵۔ فردوس الاخبار للذیلی ۵: ۱۶۵
- ۱۶۔ التاريخ الكبير للبخاری ۳: ۱۸۶

اس حدیث شریف سے بعض جاہل، نام کے عالم لوگوں نے یہ مسئلہ اخذ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا منع ہے جو کہ سراسر ناانصافی رسول دشمنی اور تحریف فی کلام رسول کے مترادف ہے۔ اور سبیل المومنین کی کھلی مخالفت ہے۔

قارئین محترم! ایک طرف ابن تیمیہ اور اس کی ناخلف ذریت کے معدودے چند لوگ ہیں جبکہ دوسری طرف امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علمائے حقہ کا جم غفیر ہے۔ متقدمین و متاخرین علمائے اسلام بیک زبان یہ فرما رہے ہیں کہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت اعظم ترین قربات میں سے ہے اور اس حدیث شریف سے زیارت کی کثرت پر استدلال ہوتا ہے۔

**حضرت امام حافظ عبد العظیم بن عبد القوی المندری فرماتے ہیں:**

یحتمل ان یکون المراد به الحث علی اس میں احتمال ہے کہ آپ کی مراد قبر شریف کی کثرة زیارة قبره صلی اللہ علیہ وسلم زیارت پر ابھارنا ہو اور یہ کہ اس میں سستی نہ کرے وان لا یھمل حتی لا یزار الا فی بعض جیسا کہ عید کہ وہ سال میں صرف دو مرتبہ آتی ہے



الاورقات كالعيد الذي لا ياتي في العام  
الامرتين قال ويؤيد هذا التاويل ما جاء في  
الحديث نفسه لا تجعلوا بيوتكم قبورا  
اي لا تتركوا الصلوة في بيوتكم حتى  
تجعلوها كالقبور التي لا يصلح فيها.

اور اس تاويل کی موید وہ حدیث شریف ہے جس  
میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں  
کو قبرستان نہ بناؤ یعنی وہاں نماز پڑھنا ترک نہ  
کرو کہ وہ قبور کی طرح ہو جائیں کہ جہاں نماز  
نہیں پڑھی جاتی۔

(شفاء القام ص ۸۰)

### حضرت امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

ويحتمل ان يكون المراد لا تتخذوا له  
وقتا مخصوصا لا تكون الزيارة الا فيه  
كماترى كثيرا من المشاهد لزيارتها  
يوم معين كالعيد وزيارة قبره صلى الله  
عليه وسلم ليس فيها يوم بعينه بل اى  
يوم كان.

اور اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہے  
کہ زیارت کو کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہ  
کرو کہ اس وقت کے سوا زیارت ہی نہ کرو جیسا  
کہ عام مشاہد کے بارے میں تو نے دیکھا کہ ان  
کے زیارت یوم خاص میں کی جاتی ہے جیسے کہ عید  
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کسی معین  
رن کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جس دن چاہے  
زیارت کرے۔

(شفاء القام ص ۸۰)

### حضرت امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں:

قلت بعد ان يعلم ان الحديث منازع في  
ثبوته ولكن ثبوته هو الاصح الكلام في  
مقامين اولهما ما نقل من جماعت من اهل البيت

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے صحت و عدم صحت  
کے بارے میں اختلاف ہے لیکن بغرض تسلیم  
ثبوت اس کے بارے میں دو مقامات پر صحیح کلام



فی مسند عبدالرزاق وغیرہ تمسکا ہے۔ ان میں سے پہلا جو کہ مصنف عبدالرزاق  
 بهذا الحديث ليس نهيا عن اصل الزيارة میں اہل بیت کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا  
 وانما هو نهى لمن اتى بها على غير ہے۔ اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے کہ  
 الوجه المشروع فيها۔ اس میں اصل زیارت سے منع نہیں فرمایا گیا بلکہ  
 (الجوهرا لمنظم ۱۵) صرف اس سے منع کیا گیا ہے جو کہ غیر مشروع  
 طریقے سے قبر شریف پر آئے۔

### آپ مزید فرماتے ہیں:

ذکرت فی کتابی الدر المنضود فی میں نے اپنی کتاب الدر المنضود فی الصلاة علی  
 الصلاة علی صاحب المقام المحمود صاحب المقام المحمود میں یہ حدیث اور اس کا  
 الحديث والجواب عنه ببسط مما هنا جواب ذکر کیا ہے جو کہ شرح وسط و تفصیل کے  
 وعبارته: ونهيه صلى الله عليه وسلم عن ساتھ ہے اور وہاں عبارت یوں ہے اور رسول  
 جعل قبری عيدًا يحتمل انه للحث اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر کو عید بنانے سے منع  
 علی كثرة الزيارة ولا تجعل كالعيد کرنے میں احتمال ہے کہ کثرت پر برا بیگختہ کرنا  
 الذی لا یوتی فی العام الامرین والاطهر مراد ہو اور اس کو عید کی طرح نہ بناؤ کہ وہ سال  
 انه اشارة الى النهی الوارد فی الحديث الآخرة میں صرف دو مرتبہ آتی ہے اور اس میں اشارہ ہے  
 عن اتخاذ قبره مسجدا ای لا تجعلوا زیارة اس نبی کی طرف جو کہ دوسری حدیث میں وارد  
 قبری عيد امن حیث الاجتماع لها کھو ہے کہ قبر کو مسجد نہ بناؤ۔ یعنی میری قبر کی زیارت کو  
 للعيد وقد كانت اليهود والنصارى عید نہ بناؤ۔ اجتماع کے لحاظ سے جیسا کہ عید کے  
 يجتمعون لزيارة قبور انبيائهم و لیے ہوتا ہے اور تحقیق یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی



يشتغلون عندها باللهو والطرب فنهى قبور کی زیارت کے لیے جمع ہوتے تھے اور وہاں  
 صلى الله عليه وسلم امته عن ذلك او کھیل تماشے میں مشغول ہو جاتے تھے تو رسول  
 ان يتجاوزوا في تعظيم قبره ما مروا به و اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس فعل سے  
 الحث على زيارة قبره الشريف قد جاء في منع فرمادیا یا پھر قبر کی تعظیم میں اس حد سے گزرنے  
 احادیث بينها في حاشية الايضاح مع سے منع فرمایا جس کا حکم دیا گیا ہے۔ اور پھر قبر  
 الرد على من انكر ذلك وهو ابن تيميه. شریف کی زیارت کثرت سے کرنے پر بہت  
 (الجوهر المثلث ۱۔ الفصل اصول في مشروع قبر نبينا محمد صلى ساری احادیث مروی ہیں جن کو میں نے حاشیہ  
 الله عليه وسلم۔) الايضاح میں بیان کر دیا ہے اور منکر کا رد کیا ہے۔  
 جو کہ ابن تیمیہ ہے۔

### حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

الغرض اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نبی سے منع کرنا زیارت کا ہوتا تو آپ صاف  
 صاف منع فرماتے اور جب آپ نے مورد نبی عید بنانا کیا تو ضرور نبی ایسے امور سے ہوگی کہ جن سے  
 عید عید ہوتی ہے نہ مطلق زیارت سے اور نہ سفر زیارت سے پس باوجود ان احتمالات کے استدلال  
 کیونکر مقبول ہوگا اور مطلق زیارت یا سفر کا منع ہونا کیسے ثابت ہوگا۔ اور ایک احتمال پنجم یہ ہے کہ غرض  
 اس حدیث سے باطل کرنا اس اعتقاد کا ہے صلاة وسلام کا ثواب اور وصول اس کا آنحضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم کی قبر ہی کے نزدیک ہوتا ہے نہ دور سے۔ جیسے عید کی عبادات مخصوصہ اور ثواب مخصوص  
 اسی روز کے ساتھ مخصوص ہیں کسی اور روز میں نہیں ہو سکتے ہیں۔ پس ارشاد ہوا کہ تم میری قبر کو مثل عید  
 نہ سمجھو اور جملہ وصلوا وسلموا علی فان صلاتکم وسلامکم تبلغنی ما کنتم منضم فرما  
 کے ارشاد ہوا کہ ثواب صلاة وسلام کا اور وصول اس کا مخصوص حضور کے ساتھ نہیں ہے بلکہ



قرب و بعد دونوں حالتوں میں باقی ہے

(السعی المشکور فی رد المذہب الماثور ۱۰۵ طبع ۱۲۹۳ھ)

## حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تتخذوا  
قبری عیداً (الحديث) و فرمودہ شہادۃ نکہ در  
عید مت بناؤ (الحديث) اور فرمایا کہ تم اور  
اندلس است برابر در قرب و مثل ایں از امام زین  
باشندگان اندلس نزدیکی میں برابر ہیں۔ اسی  
العابدین رضی اللہ عنہ آمدہ مانا کہ آں مرد کہ ایں  
امان دین اور منع کردن از حد اعتدال در گزر  
اللہ عنہ سے بھی آئی ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ  
شخص جس کو ان امان دین نے منع کیا حد اعتدال  
سے گزر گیا یا ہر تکلف اور بناوٹ کی علامات اس  
میں ملاحظہ فرمائی ہوں گی۔ یا ان کی تنبیہ اور تعلیم  
ہوگی کہ حضور باطنی میں قرب و بعد دونوں برابر  
چنانچہ گفتہ است در راہ عشق مرحلہ قرب بعد  
نیست۔ می بینمت عیاں و دعا میفرستمت  
ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ۲۰۱ طبع لکھنؤ ۱۲۸۶ھ - ۱۸۶۹ء)

توان مختصر حوالوں سے یہ معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف سے جہاں حیاۃ الانبیاء ثابت  
ہوتی وہاں کم از کم وہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا جس کو ابن تیمیہ اور اس کی ذریت ثابت کرنا چاہتی ہے۔  
لیکن چونکہ یہ روایت ابن تیمیہ اور اس کے اندھے مقلدین کے نزدیک روضہ شریف کی  
زیارت کی ممانعت پر دال ہے۔ اس لیے اس کی سند کے بارے میں بھی کچھ دیکھ لینا چاہیے۔  
اس روایت میں ایک راوی ہے عبد اللہ بن نافع۔ یہ راوی مختلف فیہ ہے۔



## حضرت امام جمال الدین الہزی نقل فرماتے ہیں:

قال ابو طالب عن احمد بن حنبل : لم یکن صاحب حدیث کان ضعیفاً فیہ .. امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ محدث نہیں بلکہ حدیث  
ولم یکن فی الحدیث بذاک .... وقال حاتم نے کہا ہے کہ یہ حافظ نہیں۔ اس کا حافظ  
ابو حاتم لیس بالحافظ ہولین فی حفظہ کمزور تھا۔ امام بخاری نے فرمایا کہ اس کے حفظ  
وقال البخاری فی حفظہ شیء ..... میں کچھ کمی تھی۔ ابن عدی نے کہا امام مالک سے  
قال ابن عدی روی عن مالک غرائب غرائب نقل کرتا تھا۔ امام ابن حبان نے ثقات  
زکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات : وقال میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ اگر کتاب بیان کرے تو  
کان صحیح الکتاب و اذا حدث من صحیح ہے۔ جب حافظ سے بیان کرتا ہے تو اکثر  
حفظہ ربما اخطانا غلطی کر جاتا ہے۔

(تہذیب الکمال للذی ۵۸۲:۱۰)

(تہذیب التہذیب للعسقلانی ۵۱:۶)

(شفاء القام للسبکی ۸۰)

تو ثابت ہوا کہ یہ روایت اس راوی کی وجہ سے کمزور ہے اور زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم کی بے شمار صحیح احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور جہاں تک اس حدیث کے مویدات و شواہد کا  
تعلق ہے تو امام علی بن حسین کی روایت میں ایک راوی علی بن عمر ہے جو کہ مجہول ہے ملاحظہ فرمائیں  
تقریب ۲۳۸ اور دوسری سند حسن بن حسن میں سھیل مستور ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

الجرح والتعدیل للابن ابی حاتم (۲۳/۱/۲)



## حدیث نمبر ۱۵:

وفی هذا المعنى الحديث الذى اخبرنا ابو محمد عبدالله بن يحيى بن عبد الجبار السكرى ببغداد ثنا اسماعيل بن محمد السفار ثنا عباس بن عبدالله الترقفى ثنا ابو عبد الرحمن المقرئ ثنا حيوة بن شريح عن ابى صخر عن يزيد بن عبدالله بن قسيط عن ابى هريره ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :  
مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ .

اور اسی معنی ( حیات الانبیاء و وصول درود شریف ) میں ایک وہ حدیث جو کہ بسند مذکور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب بھی کوئی مجھ پر (صلوٰۃ و) سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

## تخریج حدیث:

- ۱۔ ابوداؤد: ۲۸۶ کتاب المناسک باب زیادة البقور
- ۲۔ مسند اسحاق بن راہویہ: ۴۵۳ مسند ابی ہریرۃ
- ۳۔ مسند احمد بن حنبل: ۵۲۷ مسند ابی ہریرۃ
- ۴۔ سنن الکبریٰ للبیہقی ۵: ۲۳۵ الدعوات الکبیر ۱/ ۱۴۰ برقم ۱۵۸
- ۵۔ شعب الایمان ۲: ۲۱۷ باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۶۔ السنن الصغیر ۲: ۲۱۰
- ۷۔ المعجم الاوسط (للطبرانی) ۳/ ۳۸۷ برقم (۳۱۱۴)
- ۸۔ تاریخ اصحابان لابن نعیم: ۲: ۳۵۳
- ۹۔ الرسائل القشیر یہ لابن قاسم ۱۶



۱۰۔ الترغیب والترہیب ۲: ۴۹۹ الترغیب فی اکثر الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۱۔ فضائل الاعمال ۷۹۰ للضیاء المقدسی

یہ حدیث بھی الحمد للہ صحیح ہے اور حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوی اور بین دلیل ہے۔

**حضرات محدثین کرام نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے:**

رواہ ابودانود بسند صحیح (المجموع شرح المہذب للنووی ۸: ۷۷۸)  
اس کو امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

**آپ مزید فرماتے ہیں:**

وروینا فیہ ایضاً باسناد صحیح عن ابی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔

(کتاب الاذکار ۱۰۶)

**حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:**

باسناد حسن بل صحعہ النووی . اس کی اسناد حسن ہے بلکہ امام نووی نے اس کو صحیح فرمایا ہے۔  
(القول ابدیع ص ۱۵۵)

**حضرت امام زرقانی مالکی فرماتے ہیں:**

باسناد صحیح اس کی سند صحیح ہے  
(زرقانی شرح مراحب ۸: ۳۰۸ فصل فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

**حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:**

وروی الامام احمد و ابودانود و البیہقی امام احمد اور امام ابوداؤد و بیہقی نے اس کو بسند صحیح



روایت کیا ہے۔

بسنده صحيح .

(سبل الھدی والرشاد ۱۲: ۲۵۶ باب فی حیاة فی قبرہ)

**حضرت امام سیوطی فرماتے ہیں:**

اس کی سند حسن ہے۔

اسندہ من طریق ابی دائود و اخرجه

ایضا احمد و البیہقی بسند حسن .

(مناہل الصغای تخریج احادیث الشفاء ص ۲۰۵)

**حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:**

اس کی سند حسن ہے۔

رواہ ابو دائود و احمد و بیہقی و سندہ

حسن .

(شرح شفاء ۴: ۴۹۹ للعلی القاری)

**حضرت علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:**

اور یہ سند صحیح ہے۔

وہذا السناد صحیح

(شفاء السقام ص ۴۱)

**علامہ شوکانی فرماتے ہیں:**

امام نووی نے اذکار میں کہا کہ اس کی سند صحیح ہے

قال النوری فی الاذکار اسنادہ صحیح

جیسا کہ ریاض الصالحین میں اور اسی طرح امام

و کذا قال فی الریاض و کذا قال ابن

ابن حجر نے فرمایا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حجر : رواہ ثقات .

(تحفة الذکرین بعدة الحصن الحصین من کلام سید المرسلین ۲۸)

**حضرت امام نور الدین علی بن احمد السہودی فرماتے ہیں:**



روی ابو داؤد و بسند صحیح کما قال امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا جیسا السبکی کہ امام سبکی نے فرمایا۔

(وفاء الوفا بالخبر دار المعطوفی ۳/۱۳۴۹، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلة الزیارة)

حضرت علامہ امام قاسم بن قطلوبغا الجمال لکھی فرماتے ہیں:

اخرجه الامام احمد و ابو داؤد و سندہ صحیح  
(التعریف والاخبار فی تخریج احادیث الاختیار ص ۱۰۵) (قلمی نسخہ)

علامہ ابن قیم جوزیہ فرماتے ہیں:

وقد صحح اسناد هذا الحديث  
اور اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے  
(جلاء الانحرام ص ۱۹)

حضرت علامہ مجد الدین الفیر وز آبادی صاحب القاموس ۸۱۷ھ فرماتے ہیں:

فاخرج الامام احمد و ابو داؤد فی سننه اس کی اسناد صحیح ہیں  
باسناد صحیح۔

(الصلوات والبشر فی الصلاة علی خیر البشر ۱۰۴)

نجدی مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے لکھا:

وقد اخرج ابو داؤد بسند جيد۔ اور امام ابو داؤد نے پختہ سند کیساتھ اس کا اخراج  
(مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ ۲: ۳۹۴) کیا ہے۔

مشہور غیر مقلد مواوی اسمعیل سلفی نے لکھا:

حدیث نمبر ۶ صحیح ہے اس میں سلام کے وقت رد روح کا ذکر ہے۔

(تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۴۱۳)



## تفہیم حدیث:

اس حدیث شریف کی تفہیم میں بھی لوگوں نے زبردست ٹھوکریں کھائی ہیں اور ”رد روح“ پر عجیب و غریب گل افشائیاں فرمائی ہیں اور جو لوگ دوسروں کو اسلاف کی راہ اپنانے اور اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کرتے بلکہ اپنے نام کے ساتھ سلفی بھی لکھتے ہیں وہ اس حدیث شریف کے مطالب کے سلسلہ میں بالکل اسلاف کے خلاف چلتے نظر آتے ہیں اور خود ساختہ مفہوم بیان کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

قارئین محترم علامہ فرمائیں منکرین کس کس طریقہ سے اس حدیث کے مفہوم سے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

”عجیب بات ہے کہ یہ دلیل بھی وہی گروہ پیش کرتا ہے جو اس بات کا عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام لوگ وفات کے بعد قبر میں زندہ ہیں۔ جب یہ بات ہے تو سلام کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کے لوٹائے جانے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے..... دوسری طرف بہت سے حضرات اس روایت کو پیش فرما کر کہتے ہیں کہ وقت کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں ہے گزرتا کہ کوئی نہ کوئی دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نہ پڑھ رہا ہو۔ اس لیے آپ کے جسم اطہر سے وابستہ رہ کر ایک حیات مسلسل کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ بات یوں بھی نہیں بنتی۔ کیونکہ پھر ”رد“ کا لفظ بے معنی قرار پائے گا۔ آخر ایسی دلیل کا کوئی کیا جواب دے۔ ساتھ ساتھ یہ بات کہ دنیا میں ایک وقت میں ہزاروں لاکھوں انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ ان سب سلاموں کا جواب دینا اللہ کے سوا کسی اور کی طاقت سے تو باہر معلوم ہوتا ہے۔“

(توحید فالص ۱۹:۲ از کیپٹن ڈاکٹر مسعود والدین عثمانی)

قارئین کرام آپ حضرات اندازہ لگائیں کہ ان لوگوں کی تحقیق کا طریقہ کیا ہے اصل میں



یہ بد قسمت لوگ سمجھتے ہیں کہ جو ہمارے گندے ذہن میں آیا وہی عین حق ہے اور وہی تحقیق ہے۔ اگر یہ مسلمان ہوتے تو فرمان آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے۔ یہ قرآن و حدیث کا نام لینے والے دیکھیں کس طرح قرآن و حدیث کو رد کر رہے ہیں۔

ملاحظہ فرمائی ایک اور نام نہاد تو حید پرست نے لکھا ہے:

”اس میں سلام کے وقت ردِ روح کا ذکر ہے۔ یہ حیاتِ دنیوی کے خلاف ہے۔ حافظ سیوطی نے جس وقت جوابات دیئے ہیں ان جوابات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ کا اپنا ذہن بھی اس حدیث سے متعلق صاف نہیں۔ جواب میں تذبذب اور خبط نمایاں ہے۔“

(تحریک آزادی فکر از مولوی محمد اسماعیل سلفی وہابی ص ۴۱۴)

اب اس خطبی سے کوئی پوچھے کہ جناب سلفی صاحب جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس تروتازہ ہے روح بھی اس میں لوٹادی گئی تو پھر دنیوی زندگی ہونے میں کوئی چیز مانع ہے؟ اور جب آپ اس حدیث کو صحیح بھی مانتے ہیں تو پھر اس پر عقیدہ رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر منورہ میں حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ کیوں نہیں مانتے جب حدیث بھی صحیح اور ثابت ہو جس کا آپ کو خود اقرار ہے تو پھر فرمان رسول کو بلاوجہ رد کرنا کیا یہی اہلحدیثی ہے یا کہ گمراہی حقیقت میں آپ لوگ اہلحدیثی کا لباس اوڑھ کر منکرین حدیث ہیں۔ اور احادیث کا مفہوم و مطلب اپنی نارساعتقل کے مطابق کرتے ہیں اور جو اس گندے اور گستاخِ ذہن میں نہ آئے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

قارئین کرام ایک اور نام نہاد تو حیدی کی بات کو سینے اور ان کی عقل کا ماتم کیجئے۔ لکھا ہے:

”اشکال کی اس غلط اور خود ساختہ تقریر سے ترمذی صاحب قارئین کے ذہنوں میں یہ

باطل نظریہ بٹھانا چاہتے ہیں کہ آپ کی روح طیبہ آپ کے بدن مبارک کے اند موجود ہے۔ حالانکہ



یہ نظریہ ان نصوص صریحہ کے سراسر خلاف ہے جس میں آپ کی روح طیبہ اعلیٰ علیین اور جنت میں ہونے کی تصریح ہے۔“

(اقامۃ البرہان ص ۲۴۷ از سجاد بخاری مماتی پنڈوی)

جناب بخاری صاحب اگر یہ عقیدہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ بدن اقدس میں ہے یہ باطل ہے (معاذ اللہ) تو پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام باطل پر عقیدہ بنائے ہوئے ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک فرمان کا مطلب کیا ہوگا۔  
لا تجمع امتی علی الصلۃ کہ میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کرے گی۔

اور پھر آپ نے فرمایا۔ نصوص صریحہ

تو جناب ذرا نصوص صریحہ کی تعریف تو فرمادیں کہ نصوص کسی کو کہا جاتا ہے اور پھر اپنی تعریف کے مطابق اپنے دلائل کو نصوص ثابت فرمائیں۔

اور پھر آپ کا یہ کہنا کہ آپ کی روح طیبہ اعلیٰ علیین اور جنت میں ہونے کی تصریح ہے۔ یہ بیان فرمائیں کہ اعلیٰ علیین اور جنت دو علیحدہ علیحدہ مقام ہیں یا کہ ایک ہی مقام کے دو نام ہیں۔ اگر ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں تو اس کے لیے درکار ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ ہیں تو پھر دریافت طلب بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح بیک وقت دونوں مختلف مقامات پر موجود ہیں تو کیا آپ کے نزدیک یہ توحید کے خلاف ہے یا کہ نہیں۔ اگر ہے تو آپ مشرک ٹھہرے اور اگر نہیں تو پھر جب دو مقامات پر ہونا شرک نہیں تو تین یا اس سے زیادہ مقامات پر ہونا شرک کیسے ہو سکتا ہے۔

اور پھر اگر اعلیٰ علیین اور جنت میں بیک وقت موجود ہے تو کیا آپ کا جسد اقدس جو کہ جنت اور اعلیٰ علیین سے افضل ہے اس میں ہونے پر کیا استحالہ ہے۔



اور آپ حضرات کا روح اقدس کو اعلیٰ علیین یا جنت میں ہونے کو ترجیح دینا کن نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ جب قبر منورہ اعلیٰ علیین اور جنت سے ہے ہی افضل تو قرآن مجید کی آیت وللاخرة خیر لک من الاولى کے تحت روح طیبہ بھی افضل مقام پر ہی رہنی چاہیے اور اگر بد قسمتی یا بد عقیدگی کی وجہ سے آپ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کو جنت یا اعلیٰ علیین سے افضل نہیں مانتے تو کم از کم اتنا تو مانتے ہوں گے یہ جنت ہے۔ اگر یہ بھی نہیں مانتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے آپ کیا مطلب اخذ کرتے ہیں۔

### حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال ما بین بیتي ومنبري روضة من رياض الجنة ومنبري على حوضي .  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (اور میرا منبر میرے حوض پر ہے)

۱۔ (بخاری، ۱۵۹۱) باب فضل الصلوة فی مسجد مکہ والمدینۃ

۲۔ مسلم، ۴۴۶:۱ کتاب الحج باب فضل ما بین قبرہ ومنبرہ

۳۔ مسلم . . . عن عبد اللہ بن زید

۴۔ مسند امام احمد، ۲: ۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰

۵۔ شرح السنۃ للبغوی عن ابی ہریرۃ والبی سعید الخدری ۳: ۳۳۸

وعن عبد اللہ بن زید، ۲: ۳۲۸

۶۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۵: ۲۳۷

۷۔ مسند حمیدی حدیث نمبر ۲۹۰: ۱۳۹: ۱ عن عمار



- ۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۴۳۹:۱۱
- ۹۔ مصنف عبدالرزاق ۱۸۲:۳ عن ابی ہریرۃ و عبد اللہ بن زید  
۱۸۳:۲ باب منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- ۱۰۔ مسند ابی یعلیٰ الموصلی ۱۱۸:۱
- ۱۱۔ ترمذی ۲۳۱:۲ باب ما جاء فی فضل المدینۃ
- ۱۲۔ موطا امام مالک ۱۸۳ عن ابی سعید الخدری و عبد اللہ بن  
زید باب مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۱۳۔ کتاب المعجم للابن اعرابی ۴۰:۴ عن ابی ہریرۃ و ابی سعید  
فی ترجمہ ابو یحییٰ بن ابی مسرۃ۔
- ۱۴۔ المعجم الصغیر للطبرانی ۲۹۱:۳
- ۱۵۔ تاریخ اصہبان لابن نعیم ۹۲:۱-۲۲۸، ۲۷۶:۲-۳۳۲ الجۃ الباحت
- ۱۶۔ کامل لابن عدی ۱۱۸۲:۳ عن ابی ہریرۃ و علی
- ۱۷۔ کشف الاستار ۵۷:۲ باب فیما بین القبر و المنبر۔
- اور پھر بعض طرق حدیث میں تو اس طرح کے الفاظ وار ہوئے ہیں۔ عن زوائد مسند  
الحارث ۱۳۴ برقم ۳۹۷-۳۹۶ برقم حدیث
- ۱۸۔ ما بین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔
- ۱۹۔ مسند احمد ۶۴:۳
- ۲۰۔ مسند ابی یعلیٰ ۱۳۴۱:۲ بتعلیق حسین اسد
- ۲۱۔ تاریخ بغداد ۴۰۳:۴ عن ابی سعید ۲۲۸:۱۱ عن جابر ۲۹۰/۱۱ عن سعد ۱۱۶۰:۱۲ عن عمر۔



.....

۲۲۔ فوائد للتمام ۲: ۶۵

۲۳۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم ۲: ۳۲۳

۲۴۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۲: ۲۹۴

۲۵۔ کشف الاستار عن زاوئد البزار ۲: ۵۶ باب فیما بین القبر والمنبر

۲۶۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ۵: ۲۴۶ عن عبید اللہ بن عمر۔

”تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ ہی جنت ہے تو جس حدیث شریف میں آپ کی روح مبارکہ کا جنت میں ہونا وارد ہوا ہے اس سے مراد یہی جنت ہے۔ لہذا مولوی مذکور کا اس سے انکار صرف ضد اور جہالت ہے۔

**اشکال:**

ہاں اس حدیث شریف میں ایک اشکال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں تو پھر اس حدیث شریف میں جو روح کا آپ کی طرف لوٹانے کا ذکر ہے اس کا کیا معنی و مطلب ہوگا۔

**حل اشکال:**

علمائے اسلاف میں سے بے شمار علماء نے اس اشکال کے بہترین حل پیش کیے ہیں ان میں سے کچھ اختصار کے طور پر ہم بدیہ قارئین کرتے ہیں۔

**حضرت علامہ مجدد الدین الفیر وز آبادی صاحب القاموس فرماتے ہیں:**

فان قلت: ما معنی قوله: صلی اللہ علیہ اگر تو کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان و سلم رذ اللہ علیہ روحی؟ قلت ذکر کہ اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹاتا ہے



عنه جوابان. احدهما ذكره البيهقي وهو ”كاكيا معنى هے تو ميں كهوں كا كه اس كه دو  
 ان المعنى الا وقد رد الله روحى يعنى جواب دے گئے هيں ان ميں سے ايك امام بيهقي  
 ان النبى صلى الله عليه وسلم بعد ما نے ذكر كيا هے اور ده يه هے كه اس كا معنى يه هے  
 مات و دفن رد الله عليه روحه لاجل يعنى تحقيق الله نے ميرى روح طرف لوٹا دى هے  
 سلام من يسلم عليه واستمرت فى يعنى آپ صلى الله عليه وسلم وفات كه بعد جب  
 جسده صلى الله عليه وسلم . دفن كے گئے۔ تو الله تعالى نے آپ كى روح  
 لوگوں كه سلاموں كه جوابات عنایت فرمانے  
 كه لئے آپ كو لوٹا دى اور ده هميشه آپ كه جسم  
 اقدس ميں هے۔

### حضرت امام بكي فرماتے هيں:

والثانى: يحتمل ان يكون ردا معنويا و اور دوسرا جواب۔ اس ميں احتمال هے كه يهاں دو  
 ان يكون روحه الشريفه مشغلة بشهود روح سے مراد رد معنوى هے كيونكه آپ كى روح  
 الحضرة الالهية والملاء الاعلى من هذا مبارك كه اس جهاں سے بے نیاز هو كر بارگاه الهى  
 العالم فاذا سلم عليه اقبلت روحه اور ملاء اعلى ميں مشغول هوتى هے سو جب بهى كوئى  
 الشريفه على هذا العالم فيدر ك: سلام شخص سلام بهيچتا هے تو آپ كى روح طيبه اس  
 من يسلم عليه ويرد عليه. جهاں كى طرف متوجه هو جاتى هے تا كه سلام كا اور  
 (شفا القام ص ۵۰-۵۱) اك كر كه سلام كرنے والے كا جواب دے سكے

حضرت امام بكي سے يهى جواب علامه سخاوى نے ”القول البديع“ ص ۱۶۹ پر اور علامه  
 فيروز آبادى نے ”الصلوات والبشر“ ص ۱۰۴ ميں بيان فرمايا هے۔



## علامہ شوکانی نے حضرت علامہ ابن الملقن سے نقل کیا ہے:

والمراد برد الروح النطق لانه صلى الله عليه وسلم حى فى قبره وروحه لا تفارقه لما صح: ان الانبياء احياء فى قبورهم.

اور رد روح سے مراد یہاں نطق ہے کیونکہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ سے جدا نہیں ہوتی جیسا کہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(تحفة الذاکرین للشوکانی ص ۲۸)

رد روح سے مراد اور سرور ہے

حضرت علامہ ابن العما د فرماتے ہیں:

يحتمل ان يراد به هنا السرور مجازا فانه قد يطلق ويراد به ذلك.

احتمال ہے کہ یہاں رد روح سے مراد سرور اور خوشی ہو مجازی طور پر کیونکہ اس کا اطلاق عام طور پر خوشی و سرور کے معنی میں ہوتا ہے اور اس سے یہ مراد لیا جاتا ہے۔

(الجوہر المنظم للامام ابن حجر مکی ۲۴)

رد روح مراد نطق ہے

حضرت الامام ابوالحسن البکری المصری والد البکری الکبیرم۔ ۹۵۲ھ فرماتے ہیں:

واعلم ان الانبياء احياء فى قبورهم يصلون وهذا الحديث ليس ظاهره مراد وانما المراد بروحى منطقى لان قوة النطق لازمة للروح فعبر بها عنها

جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور اس حدیث کا ظاہر مراد نہیں ہے۔ یہاں رد روح سے مراد نطق ہے کیونکہ قوۃ نطق روح کے لیے لازم ہے



والله اعلم۔ لہذا یہاں نطق کو روح فرما دیا گیا۔ واللہ اعلم!

(جواہر البحار فی فضائل النبی المختار للنہجانی، ۴: ۱۵۳)

یہاں نطق سے مراد یہ نہیں ہے کہ مطلقاً آپ بولتے ہی نہیں مگر جواب سلام کے لیے جیسا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ علیہ نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے: اور بعض علماء نے عدم نطق کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ یہاں عدم نطق اضطراری نہیں کیونکہ وہ تو ایک قسم کی سزا ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت قطب وقت علامہ مولانا فقیر اللہ بن عبدالرحمن لکھنوی فرماتے ہیں:

ویمکن ان یقال ان عدم النطق یمکن ان یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے عدم نطق ممکن ہے جیسا یقول المثل ما ذکر من مشاہدۃ  
الملكوت والا ستغراق فی مشاہدۃ کہ مشاہدہ رب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ  
الرب فلا ینطق الا عند سلامة الامة۔ ملکوت سے استغراق میں رہتے ہیں اور امت کے سلام کے سوا آپ نطق نہیں فرماتے۔  
(قطب الارشاد ۳۷۷)

غزائی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما من احد یسلم علی الا رد اللہ روحی نہیں کوئی جو سلام پڑھے مجھ پر لیکن اللہ تعالیٰ  
میری طرف میری روح لوٹا دیتا ہے کہ میں اس حتی ارد علیہ السلام۔  
کے سلام کا جواب دوں۔

اس حدیث میں ”ما“ نافیہ ہے۔ ”احد“ نکرہ ہے۔ سب جانتے ہیں کہ نکرہ چیز نفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ پھر ”من“ استغراقیہ عموم اور استغراق پر نص ہے۔ یعنی مجھ پر سلام بھیجنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سلام کی طرف میری توجہ مبذول نہ ہوتی ہو۔ خواہ وہ قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو ہر



ایک کے سلام کی طرف متوجہ ہوں اور ہر ایک شخص کے سلام کا جواب خود دیتا ہوں۔

یہ حدیث اس امر کی روشن دلیل ہے کہ درود پڑھنے والے ہر فرد کا درود حضور علیہ السلام خود سنتے ہیں اور سن کر جواب بھی دیتے ہیں۔ خواہ شخص قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو۔

(حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۵ مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

تو اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے والے کا سلام سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔

ردِ روح سے مراد سماعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

وَيَتَوَلَّدُ مِنْ هَذَا الْجَوَابِ جَوَابٌ آخَرٌ. و اور اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے  
هُوَ أَنْ تَكُونَ كُنَايَةً عَنِ السَّمْعِ وَيَكُونُ وہ یہ کہ ردِ روح سے مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی  
المراد أن الله تعالى يرد عليه سمعه اللہ علیہ وسلم پر آپ کی سمع خارق للعادة کو لوٹا دیتا  
الخارق للعادة بحيث يسمع المسلم ، ہے۔ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام  
وأن بعد قطره ويرد عليه من غير احتياج بھیجنے والے کے سلام کو سنتے ہیں خواہ کتنی ہی دور  
الی واسطة مبلغ کیوں نہ ہو اور اس کو بغیر کسی وسیلہ کی احتیاج کے  
(انبیاء الاذکیا ج ۳ طبع دارالحدیث مصر)

جواب دیتے ہیں۔

حضرت امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

او المراد بالروح السمع الخارق للعادة اور یہ ردِ روح سے مراد سماعت خوارق عادت ہے  
بحيث يسمع المسلم عليه من غير کیونکہ آپ ہر سلام پڑھنے والے کے سلام کو سنتے



واسطة وان بعد ا و الموافق للعادة . ہیں بغیر کسی واسطہ کے اگرچہ وہ کتنی ہی دور کیوں  
(الفتاویٰ الکبریٰ الفقیہ ۲/۲۶۱ لا بن حجر المہدی) نہ ہو یا پھر موافق عادت کے (آپ اس کے سلام  
کو سنتے ہیں)

## جواب سلام کی سعادت صرف زائر کے ساتھ مخصوص نہیں

علمائے کرام نے بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے سلام کا جواب چاہیں  
ارشاد فرمائیں اس میں دور و نزدیک کی کوئی قید نہیں ہے اگرچہ زائرین کے لیے خصوصی شرف موجود  
ہے لیکن جواب ہر شخص کو عنایت فرماتے ہیں۔

## حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

علماء اختلاف کرده اند کہ ایں فضیلت عظمیٰ عام است مرہر کے را بشرف تسلیم بر سید  
کائنات علیہ افضل التسلیمات مشرف است خواہ زائر قبر شریف بود یا غائب از آنحضرت کبریٰ در  
ہر مکان کہ باشد فظاہر عموم است..... بر تقدیر مفید مدعا است کہ حیات است۔

علماء نے اختلاف کیا ہے کہ یہ (سلام کا جواب دینے کی) فضیلت ہر شخص کے لیے عام  
ہے جو بھی سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام بھیجنے کے شرف سے مشرف ہو خواہ زائر ہو یا پھر  
اس بارگاہ کبریٰ سے غائب۔ یا جہاں کہیں بھی ہو اور ظاہر حدیث عموم پر دلالت کرتی ہے۔ بہر حال  
مفید مدعا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں۔ (جذب القلوب ص ۱۸۱)

## حضرت ملا قاری فرماتے ہیں:

وظاہرہ الاطلاق الشامل لكل مكان و زمان اور ظاہر اطلاق ہر زمان و مکان (قریب و بعید) کو  
ومن خص الرد بوقت الزيارة فعليه البيان شامل اور جس کو زیارت کے ساتھ خاص کیا اس



کے لیے دلیل ضروری ہے (جو کہ ہے نہیں)

(شرح الشفاء للعلی القاری ۳/۴۹۹ فی تخصیصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بتبلیغ صلاۃ من صلی علیہ)

### حضرت امام شہاب الدین الخفاجی المصری فرماتے ہیں:

وما قبل ان رده صلى الله عليه وسلم      اور جو کہا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا  
مختص بسلام زائرہ مردود لعموم الحديث      مختص بسلام زائرہ مردود لعموم الحديث  
فدعوى التخصيص تحتاج الدليل ويرده      کیونکہ حدیث میں عموم پایا جاتا ہے اور اس کی تخصیص  
ایضاً الخبر الصحيح ما من احد يمر      دلیل کی محتاج ہے اور اس کو خبر صحیح بھی رد کرتی ہے کہ  
بقبر اخيه المومن كان يعرفه في الدنيا      جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر گزرے اور وہ دنیا  
فيسلم عليه الا عرفه ورد عليه السلام      میں اس کو جانتا ہو تو وہ اس کو سلام کرے تو وہ اس کو  
فلوا ختص رده صلى الله عليه وسلم      پہچانتا ہے اور اس کو جواب دیتا ہے۔ تو اگر آپ  
لزائرہ لم يكن له خصوصية به لما      ﷺ بھی صرف زائر کو جواب دیں تو یہ آپ کی  
علمت ان غيره يشاركه في ذلك      خصوصیت نہ ہو اس میں تو دوسرے لوگ بھی آپ  
صلى الله عليه وسلم کے ساتھ شریک ہیں۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء للخفاجی ۳/۵۰۰ باب فی تخصیصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بتبلیغ صلاۃ من صلی علیہ)

### حضرت امام ابوالیمن ابن عسا کر فرماتے ہیں:

واذا جاز رده صلى الله عليه وسلم على      جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زائرین کو سلام کا جواب  
من يسلم عليه من الزائرین لقبره جاز رده      دینا جائز ہے تو اسی طرح جمیع آفاق و اطراف  
على من يسلم عليه من جميع الآفاق من      سے جہاں سے بھی کوئی سلام کہے آپ کا جواب  
امته بعد مسافة.      دینا جائز ہے چاہے وہ شخص کتنی ہی دور کی مسافت



(الجوهر المنظم للابن حجر مکی ۲۲) پر ہو۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دور و نزدیک کے سلام کہنے والے کو جواب دیتے ہیں اور یہ تبھی متحقق ہو سکتا ہے جب کہ آپ سب کے سلاموں کو سماعت فرمائیں۔ اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کے سلام سنتے بھی ہیں اور ان کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں تو کتنے خوش قسمت اور عالی نصیب لوگ ہیں جنہوں نے اپنا وظیفہ و طیرہ ہی الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ! بنایا ہوا ہے۔

یہ تو طے شدہ بات ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آدمی سلام کرے جواب بھی انہی الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بہتر الفاظ کے ساتھ۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو السلام علیکم کہتا ہے تو دوسرا بھی اس کے جواب میں وعلیکم السلام ہی کہے گا۔ اور اگر کوئی شخص اس طرح کہے کہ السلام علی فلاں! دوسرا بھی السلام علی فلاں ہی کہے گا۔ جب سنی عاشق لوگ حاضر کے صیغہ کے ساتھ السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتے ہیں تو یقیناً پیارے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک السلام یا فلاں نام لے کر جواب دیتے ہیں تو وہ لوگ کتنے خوش بخت ہوئے جن کو اس طرح جواب سلام عطا ہو۔

اور کتنے بد بخت وہ لوگ ہیں جو خود تو اس عظیم نعمت سے محروم ہیں ہی دوسروں کو بھی دن رات روکنے اور ٹوکنے کی مذموم کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ایسے بد عقیدہ لوگوں کے شر سے بچائے۔

### اعتراضات:

بعض لوگوں نے اس صحیح حدیث پر بھی اعتراض کر کے اپنی قبر کی طرح صفحات سیاہ کیے

ہیں۔ آئیے ان لوگوں کے اعتراضات ملاحظہ کریں۔ اور پھر ان کے جوابات۔

مولوی شیر محمد مماتی نے لکھا ہے:



تو قارئین کرام! آئیے ہم دیکھتے ہیں کہ واقعی اس حدیث شریف کے یہ دونوں راوی  
مجروح ہیں اور ان کی وجہ سے یہ حدیث واقعی ضعیف ہے؟

اس کے بارے میں حضرت امام جمال الدین      الحمزی نقل فرماتے ہیں:

(تہذیب الکمال، ۵: ۲۲۳)

امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی فرماتے ہیں:

روى عنه حيوۃ احاديث و هو عندى  
صالح الحديث وانما نكرت عليه هذين  
الحديثين (المومن الموالف) وفي التدريس  
اللذين ذكرتهما وسائر حديثه ارجوان  
يكون مستقيما.

اس سے حيوۃ نے احاديث روايت کی ہیں۔ وہ  
میرے نزدیک صالح الحديث ہے اور اس کی صرف  
احاديث (المومن الموالف اور قدريہ کے بارے میں)  
کا انکار کیا گیا ہے جن دونوں کا ذکر میں نے کر دیا  
ہے اور بقیہ تمام احاديث میں میرے خیال میں



یہ مستقیم الحدیث ہے۔

(الکامل لابن عدی، ۲: ۶۸۵)

**امام دارقطنی فرماتے ہیں:**

هو حميد بن زياد مدني ولكن كذا يقال. وهو ثقة. کہ حميد بن زياد ثقہ ہے۔  
(سوالات البرقانی للدارقطنی ص ۲۳)

**حضرت امام حافظ احمد بن عبد اللہ بن صالح ابی الحسن العجلی فرماتے ہیں:**

حميد بن زياد ابو صخر. ثقة. کہ یہ ثقہ ہے۔  
(تاریخ الثقات للعجلی، ۱۳۴)

**امام ابن شاہین فرماتے ہیں:**

حميد بن زياد ابو صخر ليس به بأس. کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح امام احمد  
قال احمد وقال يحيى بن معين. اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا۔  
(تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم لابن شاہین، ۱۰۵)

امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں بیان فرمایا:

(کتاب الثقات لابن حبان، ۱۸۸/۶)

**امام عثمان بن سعید الدارمی امام یحییٰ بن معین سے نقل فرماتے ہیں:**

وسأله عن حميد بن زياد. کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

الخراط؟ فقال: ليس به بأس

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی، ۹۵)

ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ اور ثبت ہے۔ اس پر امام احمد، یحییٰ بن معین اور امام نسائی سے

جرح نقل کی گئی ہے۔



لیکن ساتھ ساتھ امام احمد و یحییٰ بن معین سے توثیق کے کلمات بھی مروی ہیں۔ لہذا یہ جرح مرجوح ہوگی یا پھر ان کی جرح و تعدیل میں توقف کیا جائے گا اور باقی صرف امام نسائی کی جرح رہ جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: حمید بن صخر لیس بالقوی

(کتاب الضعفاء والمتردین للنسائی ص ۲۸۸)

لیکن چونکہ یہ جرح مبہم ہے اس لیے قابل قبول نہیں ہے۔ اس کے معدلین بہت سارے محدثین ہیں جن میں سے کچھ کے حوالے گزر چکے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ یہ راوی ثقہ اور ثبت ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

یزید بن عبد اللہ بن قسیط

اس راوی پر دو طرح کے اعتراضات ہیں: ایک یہ کہ یہ راوی ضعیف ہے۔

(آئینہ تسکین الصدور، ۴۵۸ از شیر محمد مماتی، توحید خالص از مسعود عثمانی، ۱۹:۲)

ہم کہتے ہیں کہ یہ راوی بھی ثقہ ہے اور اس پر جو جرح نقل کی گئی وہ مرجوح ہے۔ کیونکہ ایک تو معدلین کے جم غفیر کے خلاف صرف ابن ابی حاتم کی جرح ہے اور وہ بھی بہت ہی ہلکے درجے کی ہے اور ہے بھی جرح مبہم۔ ملاحظہ فرمائیں اس راوی کے بارے میں محدثین کی آراء۔

حضرت امام ابن شاہین فرماتے ہیں:

یزید بن عبد اللہ بن قسیط ثقة .

کہ یہ ثقہ ہے

(تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنہم العلم ص ۳۲۸)

امام عثمان بن سعید الدارمی امام یحییٰ بن معین سے نقل فرماتے ہیں:

سألت عن یزید بن عبد اللہ بن قسیط ما حالہ۔ فقال صالح۔



میں نے امام یحییٰ سے یزید کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا صالح ہے۔  
(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی ص ۲۳۰)

### امام جمال الدین المزی نقل فرماتے ہیں:

قال اسحق بن منصور عن يحيى بن  
معين : صالح ، ليس به بأس وقال النسائي اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔ امام نسائی نے  
ثقة: وذكره ابن حبان في كتاب الثقات اس کو ثقہ فرمایا۔ امام ابن حبان نے کتاب الثقات  
وقال ابو احمد بن عدي مشهور عندهم میں ذکر کیا۔ امام ابن عدی نے فرمایا کہ یہ روایات  
بالروایات. وقد روى عنه مالك غير حديث میں محدثین کے نزدیک مشہور ہے اور امام مالک  
وهو صالح الروایات وقال ؛ ابراهيم بن نے اس سے کئی احادیث لی ہیں اور وہ صالح الروایات  
سعد عن محمد بن اسحق حدثني يزيّد ہیں۔ امام ابراہیم بن سعد نے فرمایا مجھے خبر دی یزید  
بن عبد الله بن قسيط و كان فقيها ثقة ، وكان بن قسيط نے جو کہ فقیہ اور ثقہ تھا کہ اس کے ساتھ  
ممن يستعان به على الاعمال لا مانتة و فقهه اعمال خیر اور فقہ میں مدد حاصل کی جاتی ہے امام  
زاد ابن سعد بالمدينة و كان ثقة ، كثير الحديث ابن سعد نے اتنا زیادہ کیا کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث  
(تہذیب الکمال للمزی ۲۰: ۳۳۹) ہے

امام مزی نے اس راوی کے بارے میں کوئی ایک بھی جرح کا کلمہ نہیں فرمایا:

امام ذہبی نے فرمایا: وثقه کہ اس کی توثیق کی گئی ہے

(الکاشف ۳: ۲۳۶)

تو ثابت ہوا کہ یہ راوی زبردست ثقہ ہے اور مماتوں نے اپنے ضعیف ایمان کی وجہ سے

اس کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔



اب آئیے دیکھیں کہ جارحین نے اس کے بارے میں کیا کہا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟  
**ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے لکھا ہے:**

”ابن حبان کہتے ہیں ربما اخطا (کبھی کبھی خطا کرنا) امام مالک کہتے ہیں لیس ہناک  
 یعنی قوی نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ۳۴۲-۳۴۳ جلد ۱۱)

**ابن حبان ایک جگہ لکھتے ہیں:**

کان ردی الحفظ      ردی (خراب) حافظہ کا مالک تھا  
 امام رازی لکھتے ہیں میرے باپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا  
 لیس بقوی  
 مضبوط نہیں ہے  
 (توحید خالص، ۱۹:۲)

افسوس کہ یہ جاہل شخص ایک نئے فرقے کا بانی ہے اور اصول جرح و تعدیل سے بالکل ہی  
 ناواقف و جاہل تھا۔ اور ثقہ راوی کو جرح مبہم کے ساتھ مجروح و ناقابل اعتماد ثابت کرنے کی سعی لا  
 حاصل کر رہا ہے۔

اس میں جہاں تک امام مالک کی جرح کا تعلق ہے تو یہ جرح نہیں بلکہ تعدیل ہے جیسا کہ  
**علامہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ:**

ویزید قد احتج بہ مالک فی مواضع      یزید سے امام مالک نے موطن میں کئی مقامات پر  
 من الموطا وهو ثقہ من الثقات      احتجاج کیا اور وہ ثقہ راویوں میں سے ایک  
 (تہذیب التہذیب ۱۱: ۳۴۳)      ثقہ راوی ہے

اور جہاں تک امام ابن حبان کی جرح کا تعلق ہے ابن حبان نے اس راوی کو اپنی کتاب



الثقات، ۵: ۵۲۳ میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا کہ ربما اخطاء کہ کبھی غلطی کر جاتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف جو کہ ابن الہادی نے نقل کیا ہے کہ یہ راوی ردی الحفظ ہے اور ابن الہادی نے یہی نقل کیا ہے کہ ابن حبان نے اس کو اہل مدینہ کے اجل تابعین میں ذکر کیا ہے۔ لہذا ابن حبان کے کلام میں تضاد ہے لہذا یہ ساقط الاعتبار ہے۔ نہ اس کی جرح کی حیثیت ہے اور نہ ہی توثیق کی کوئی حیثیت رہ جاتی ہے۔ باقی رہ گئی ابن ابی حاتم رازی کی جرح کہ یہ راوی لیس بقوی ہے تو یہ جرح غیر مفسر مبہم ہے لہذا اصول کے تحت یہ جرح مردود ہے۔

اور ویسے بھی یہ ایسی جرح ہے ہی نہیں کہ اس کی حدیث کو ضعیف قرار دے دیا جائے۔ جیسا کہ خود ابن ابی حاتم نے بیان فرمایا کہ:

واذا قالو لیس بقوی بمنزلة الاولى فی اور جب کہتے ہیں کہ لیس بقوی ہے تو یہ بمنزلہ کتبه حدیثہ الا انه دونہ۔ پہلی جرح کے ہے لیکن اس سے کمزور درجہ ہے۔

(الجرح والتعدیل، ۲: ۳۷۷ باب بیان درجات رواة الآثار)

یعنی ایسے راوی کی حدیث لکھی جائے گی جیسا کہ امام سیوطی نے نقل فرمایا:

وقولہم لیس بقوی یکتب حدیثہ وہو یعنی علماء کا قول لیس بقوی اس کی حدیث لکھی دون لین۔ (تدریب الراوی ۱: ۳۴۶) جائے گی اور یہ کمزور سے دوسرا درجہ ہے۔

امام نووی نے اس عبارت کو کتاب ارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلق ۱: ۳۳۰ میں بیان فرمایا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اس کی روایت بھی صحیح ہے۔

**دوسرا اعتراض:**

ابن تیمیہ نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ یزید نے ابو ہریرہ کو نہیں پایا اور یزید بن عبد اللہ خود

ضعیف ہے۔ اور ابو ہریرہ سے اس کی روایت کے سماع میں نظر ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور)



یہ ابن تیمیہ کا یا تو تعصب ہے یا پھر جہالت کیونکہ اس کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والے حضرات کے سامنے ابن تیمیہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کرنے والے حضرت امام بخاری، امام ابو داؤد وغیرہ ہیں۔ امام بخاری نے ”الادب المفرد“ میں اس کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لی ہے۔

**امام ابن حبان فرماتے ہیں:**

یروی عن ابن عمر وابی ہریرہ (کتاب الثقات، ۵: ۵۴۳)  
امام ابن حاتم لکھتے ہیں:

روی عن ابن عمر وابی ہریرہ وابی رافع. (الجرح والتعديل، ۹: ۲۷۳)  
جبکہ حضرت علامہ امام جمال الدین الہرمزی امام ابن حجر عسقلانی امام ذہبی تمام نے بیان فرمایا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔

اور ویسے بھی امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ یہ ۱۲۲ھ میں فوت ہوا اور ابو حسان الزیادی نے کہا کہ اس نے ۹۰ سال عمر پائی کذا فی تہذیب الکمال، ۲۰: ۳۳۹ تو اس لحاظ سے اس ولادت ۳۲ھ قرار پاتی ہے جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۸ھ ہے تو درمیان میں ۲۶ سال کا طویل عرصہ اور محدثین کے اصول کے مطابق امکان لقاء کا کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔



## حدیث نمبر ۱۶:

وفی هذا المعنى الحديث الذى اخبرنا ابو القاسم على بن الحسن بن على الطهمانى ثنا ابو الحسن بن محمد الكارزى ثنا على بن عبد العزيز ثنا ابو نعيم ثنا سفيان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله مسعود قال ، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

ان لله عز وجل ملائكة سياحين فى الارض يبلغونى عن امتى السلام .  
حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو کہ زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

## تخریج حدیث:

- ۱۔ السنن (الجبتی) للنسائی ۱۸۹:۱ باب التسليم على النبي صلى الله عليه وسلم
- ۲۔ مسند للإمام احمد ۳۸۷:۱ عن ابن مسعود
- ۳۔ السنن الكبرى للنسائی ۳۸۰:۱
- ۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۵۱۷:۲
- ۵۔ مصنف عبد الرزاق ۲۱۵:۲
- ۶۔ الصحيح للإمام حبان ۳۸۰:۳ ذکر البیان بأن سلام المسلم على المصطفى صلى الله عليه وسلم
- ۷۔ موارد النظمان للهيثمى ۵۹۵ حدیث نمبر (۲۳۹۳)
- ۸۔ مسند لابی یعلی الموصلى ۱۰۴:۵ بتعليق اثرى
- ۹۔ مستدرک للإمام حاکم ۴۲۱:۲ وقال صحيح الاسناد۔ کتاب التفسیر۔



- ۱۰۔ کتاب الصلوٰۃ علی النبی ابن ابی عاصم ص ۲۹ رقم ۲۸ ۴۲۱:۲ وقال صحیح الاسناد کتاب التفسیر۔ باب فضائل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۱۱۔ فضل الصلوٰۃ علی النبی للقاضی اسماعیل ص ۱۱ حدیث نمبر ۲۱
- ۱۲۔ اخبار اصمہان للابی نعیم ۲۰۵:۲
- ۱۳۔ حلیۃ الاولیاء ۱۳۰:۸، ۲۰۱:۴
- ۱۴۔ تہذیب تاریخ دمشق امام ابن عساکر ۴:۱۶۵، ۲:۲۵۶، ۲:۴۴۶
- ۱۵۔ مسند امام عبد اللہ بن مبارک ۳۰
- ۱۶۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۲۷۰:۱۰
- ۱۷۔ السنن للإمام الدارمی ۲۲۵:۲
- ۱۸۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ امام تاج الدین السبکی ۱۶۱:۱ طبع جدید
- ۱۹۔ شرح السنۃ للإمام بغوی ۱۹۷:۳
- ۲۰۔ تفسیر القرآن ۵۴۳:۳
- ۲۱۔ تاریخ بغداد خطیب بغدادی ۱۰۴:۹
- ۲۲۔ کتاب الزہد عبد اللہ بن مبارک ۳۶۴ الجز الثامن باب ذکر اللہ عز وجل
- ۲۳۔ کتاب العظمتۃ ابو الشیخ ۹۹۱:۳ ذکر خلق جبریل علیہ السلام
- روح الامین
- ۲۴۔ شعب الایمان للإمام بیہقی ۲۱۸:۲ باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجلالہ وتوقیر
- ۲۵۔ عمل الیوم واللیلۃ للإمام نسائی ۱۶۷ باب فضل السلام علی النبی ﷺ



- ۲۶۔ رسائل القشیریہ للامام قشیری ۱۲  
 ۲۷۔ کشف الاستار عن زوائد البرار للھاشمی ۳۹۷:۱ باب ما تحویل لامته فی حیاتہ و بعد مماتہ

- ۲۸۔ الدعوات الکبیر ۲۰/۱ حدیث نمبر ۱۵۹  
 ۲۹۔ کتاب العاقبة للعبدا الحق الاشبیلی ۱۱۹  
 ۳۰۔ الوفا لابن الجوزی ۸۱۰  
 ۳۱۔ شفاء السقام تقی الدین السبکی ۱۸۲  
 ۳۲۔ الارشاد للخلیلی ۱۱۶ ص

یہ حدیث بھی الحمد للہ صحیح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی زندگی پر زبردست دلیل ہے۔ مختلف حضرات محدثین کرام نے اس کو صحیح فرمایا ہے جیسا کہ

**حضرت ملا علی قاری نے فرمایا:**

وفیه اشارة الى حیاتہ الدائمة فرحہ ببلوغ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی حیات اور سلام امتہ الکاملة وایماء الى قبول السلام آپ ﷺ کے پہنچنے سے خوشی اور آپ کا اس سلام کو قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ ۳۳۱/۲ باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفصلها الفضل الثانی)

**حضرت علامہ عزیزی فرماتے ہیں:**

حدیث صحیح

یہ حدیث صحیح ہے

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ۲: ۱۱۱)



## حضرت امام عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

قال الحاكم صحيح واقره الذهبي .... امام حاكم نے فرمایا کہ صحیح ہے اور امام ذہبی نے  
قال الحافظ العراقي الحديث متفق عليه ان کی موافقت کی امام حافظ عراقی نے فرمایا کہ اس  
دون قولہ سیا حین  
(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۲/۴۷۹)

## حضرت امام الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر السیسی فرماتے ہیں:

رواه البزار و رجاله رجال الصحيح امام بزار نے اس کو صحیح کے راویوں سے روایت  
(مجمع الزوائد و منبع الفوائد ۹: ۲۳۰) کیا ہے

## حضرت امام نور الدین علی بن احمد السمھوری فرماتے ہیں:

وروی البزار برجال الصحيح اس کو امام بزار نے صحیح وثقہ راویوں سے روایت  
(وفاء الوفاء: ۴/۱۳۵۳) کیا ہے

## حضرت امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

رواه النسائي واسماعيل القاضي وغيرهما اس کو امام نسائی اور امام قاضی وغیرہ نے اس کو  
من طرق مختلفة باسناد صحيحة لا مختلف اسناد صحیحہ کے ساتھ روایت کیا اور ان کی  
ریب فیہا۔ صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

(شفاء السقام - ۳۵ باب فی علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمن یسلم علیہ)

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے:

اور یہ سند صحیح ہے

وہذا اسناد صحیح

(جلاء الافہام، ۲۳ طبع نور یہ رضویہ)



## حضرت شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ونسائی باسناد صحیح از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب، ۱۸۱ مطبوعہ نول کشور ۱۸۶۹ء)

## حضرت امام احمد شہاب الدین الحنفی المصری فرماتے ہیں:

رواہ احمد والنسائی والبیہقی والدارمی امام احمد۔ نسائی۔ بیہقی: دارمی۔ ابن حبان۔ ابو نعیم وابن حبان و ابو نعیم والخلعی بسند اور خلعی نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے صحیح۔

(نیم الریاض شرح الشفا: ۴: ۵۰۰ فصل تخصیص علیہ الصلاۃ والسلام تبلغ صلاۃ من صلی علیہ وسلم من الامام)

## حضرت امام مجدد الدین فیروز آبادی ۸۱۷ فرماتے ہیں:

رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ ابو حاتم البستی امام نسائی، امام ابو حاتم البستی، امام احمد اور قاضی والامام احمد واسماعیل القاضی باسانید اسماعیل نے اس کو باسانید صحیح روایت کیا ہے۔ صحیحۃ۔ (الصلاۃ والبشر، ۱۰۸)

## علامہ عبدالحادی شاگرد ابن تیمیہ نے لکھا:

و شعبہ عن عبد اللہ بن السائب عن زاذان امام شعبہ نے عبداللہ بن سائب سے، انہوں نے عن ابن مسعود وهو الصحیح۔ زاذان سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور یہ روایت صحیح ہے۔ (الصارم المنکی - ۲۶۶)

## حضرت علامہ محمد بن الخانجی البوسنی شارح کتاب ہذا فرماتے ہیں:

حدیث ابن مسعود اخرجہ النسائی و احمد و الحاکم و صحیح الدارمی و البیہقی فی شعب و البزازی و ابن



.....  
 حبان فی صحیحہ فقال الخفافی اسناد صحیح ترجمہ لکھیں۔ (شرح حیاۃ الانبیاء ۱۶)

یہ حدیث شریف بھی الحمد للہ سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اور واضح کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر منورہ میں زندہ ہیں مومنین کے درود و سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیے جاتے ہیں اگر آپ معاذ اللہ زندہ نہ ہوتے تو درود و سلام کافر شتوں کے ذریعے لے جانا محض بے کار ثابت ہوگا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری ذات (یبلغونی) کو فرشتے سلام پہنچاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ کی ذات مقدس روح اور جسم کے مجموعے کا نام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا نہیں کہ: یبلغو روحی کہ وہ میری روح کو سلام پہنچاتے ہیں۔ یا اگر جسم پر پیش کرتے ہیں تو آپ ارشاد فرماتے کہ صرف میرے جسم کو سلام پہنچاتے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی ذات اقدس کا تذکرہ فرمایا ہے جو کہ روح اور جسم کا مرکب ہے۔

### اعتراضات اور ان کا رد:

اس روایت پر بھی شان رسالت کے بعض منکرین نے چند بے سرو پا اعتراضات کئے ہیں۔ ہماری نظر میں پہلا اعتراض کہ اس کے راویوں میں ایک راوی سفیان ثوری ہیں جو کہ مدلس ہیں اور وہ یہ روایت منکر کے ساتھ کر رہے ہیں لہذا یہ روایت ضعیف اور مردود ہے۔

(آئینہ تسکین الصدور، ۹۲ از شیخ محمد ممانی دیوبندی)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدلس راوی کا معنی مردود ہوتا ہے لیکن معترض نے کما حقہ متنبہ نہیں کیا اور یہ فعل اہل علم کے نزدیک جہالت ہے کیونکہ اس روایت میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیث کی صراحت کی ہے جیسا کہ حضرت امام اسماعیل بن اسحاق القاضی نے صراحت فرمائی ہے۔

حدثنا مسد وقال یحیی عن سفیان حدثنی عبد اللہ بن السائب

(فضل الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۱)



## اور حضرت علامہ تقی الدین السبکی نے اسی طرف اشارہ کیا:

و صرح الثوری بالسماع فقال حدثني  
عبدالله بن السائب هكذا في كتاب  
القاضي اسماعيل ، وعبدالله بن السائب  
وزاذان روى لهما مسلم وثقهما ابن  
معين فالاسناد واذا صحيح .  
(شفا القام - ۲۵)

امام سفیان ثوری نے سماع کی صراحت فرمائی ہے  
اور حدیثی عبد اللہ بن السائب کہا ہے جیسا کہ کتاب  
فضل الصلاة علی النبی: میں ہے اور عبد اللہ بن  
السائب اور زاذان سے امام مسلم نے روایت لی  
ہے اور امام ابن معین نے ان دونوں کو ثقہ کہا ہے  
پس یہ سند صحیح ہے۔

تو اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ اعتراض بالکل غلط اور عدم تتبع کا نتیجہ ہے بلکہ سراسر جہالت  
و حماقت ہے۔

دوسرا بڑا اعتراض جو اس حدیث شریف پر کیا جاتا ہے وہ یہ کہ اس کا ایک راوی زاذان  
ضعیف ہے۔ (ملاحظہ ہو تو حید خالص ص ۱۷۱ از مسعود الدین عثمانی وآئینہ تسکین الصدور ص ۹۷ از  
شیر محمد دیوبندی مماتی)

یہ ٹھیک ہے کہ بعض محدثین نے اس راوی پر جرح کی ہے لیکن وہ ایسی جرح نہیں ہے کہ  
جس کی وجہ سے یہ راوی متروک اور بالکل ضعیف گردانا جائے بلکہ اکثر جرحیں تو مبہم ہیں جو کہ  
مرجوح ہیں جبکہ اس کے معدلین جارحین سے زیادہ ثقہ اور معتبر ہیں۔

امام ذہبی لکھتے ہیں:

ثقة: (الکاشف، ۱: ۲۴۶)

امام عجل فرماتے ہیں:



ثقة (ثقة ہے)

(تاریخ ثقات ص ۱۶۳)

امام ابن عدی فرماتے ہیں:

واحادیثہ لا بأس بها اذا روى عنه ثقة: اس کی احادیث میں کوئی حرج نہیں (صحیح ہیں)  
وانما رماه من رماه بكثرة كلامه جب اس سے راوی ثقہ ہو اور اس میں صرف اس  
(الکامل، ۳: ۱۰۹۱) کے کثرت کلام کی وجہ سے کلام کیا ہے۔

اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا:

ثقة لا تسأل عن مثل هؤلاء: یہ ایسا ثقہ ہے کہ اس جیسوں کے بارے میں سوال  
(تہذیب الکمال، جلد ۲۵۲) ہی نہ کرو۔

امام ابن سعد نے کہا کہ: کا ثقة کثیر الحدیث ثقہ اور کثیر الحدیث ہے۔ (تہذیب التہذیب، ۳: ۳۰۳)  
امام خطیب بغدادی نے فرمایا کہ ثقہ ہے۔ (تاریخ بغداد ۸: ۴۸۷)

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے:

وزادان من الثقات، روى عن اكابر الصحابة زاذان ثقة راویوں میں سے ہے۔ یہ بڑے بڑے  
كعمر وغيره وروى له مسلم في صحيحه صحابہ کرام جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ  
قال يحيى بن معين: ثقة. وقال حميد بن سے روایت کرتا ہے۔ اس سے امام مسلم نے اپنی  
هلال وقد سئل عنه: هو ثقة لا تسأل عن صحیح میں روایت لی ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے  
مثل هؤلاء. حميد بن بلال نے کہا ایسا ثقہ ہے



(کتاب الروح ص ۸۰ المسألة السادسة) کہ ان جیسوں کے بارے میں سوال نہ کر۔

لہذا ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس کو امام حاکم نے: لیس بالمتین کہا ہے اور جرح مفسر ہے تو ہم عرض کریں گے کہ اگر یہ جرح مفسر ہے تو غیر مقلدین کیا فرمائیں گے اس مسئلہ میں کہ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں وہابیہ کی مؤید حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ مسلم شریف میں: من صلی صلاة فلم یقرأ فیہا بام القرآن فھی خداج خداج غیر تمام۔ میں راوی علاء بن عبدالرحمن پر بھی یہی جرح ہے تو کیا وہ اس حدیث کو چھوڑنے پر راضی ہوں گے؟

اور اسی طرح فاتحہ خلف الامام کے سلسلہ میں مرکزی راوی مکحول شامی پر بھی یہ جرح ہے تو کیا وہ بھی مردود ہوگا؟

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے یہ جرح نقل کی ہے

”سلمہ بن کہیل نے کہا ابوالبختری کو میں اس سے اچھا سمجھتا ہوں“

(توحید خالص دوسری قسط ص ۱۵)

عثمانی اس سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ زاذان ضعیف راوی ہے۔

حالانکہ یہ جرح تو ہے ہی نہیں کیونکہ ابوالبختری سعید بن فیروز الطائی ثقہ اور ثبت راوی

ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (تہذیب الکمال ۷/۲۷۹)



## حدیث نمبر ۱:

واخبرنا ابو الحسن بن بشران و ابو القاسم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت  
عبدالرحمن بن عبداللہ الحررقی قالاً ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا جو  
أنبا حمزہ بن محمد بن العباس ثنا احمد فرد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا  
بن الولید ثنا ابو احمد الزبیری ثنا اسرائیل ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا جاتا ہے  
عن ابی یحیی عن مجاہد عن ابن عباس قال۔ ایک فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا  
لیس احد من امة محمد صلی اللہ وسلم ہے کہ فلاں آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح  
یصلی علیہ صلاۃ الا وہی تبلغہ، یقول لہ درود شریف پڑھتا ہے۔  
الملك فلان یصلی علیک کذا وکذا صلاۃ۔

## تخریج حدیث:

مسند اسحاق بن راہویہ لا امام اسحاق بن راہویہ بحوالہ القول البدیع للسخاوی، الباب الرابع  
طبقات الشافعیہ الکبریٰ امام عبدالوہاب السبکی، ۱: ۱۶۹  
یہ روایت بظاہر موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ ایسے الفاظ محض اجتہاد سے نہیں کہے جاسکتے۔  
اور یہ اصول ہے کہ جب صحابی رضی اللہ عنہ ایسے الفاظ فرمائے جو اجتہادی نہ ہوں تو وہ  
روایت مرفوع شمار ہوگی۔

تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے پاس  
کھڑا رہتا ہے۔ جب بھی کوئی آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس  
آدمی کا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔  
اس حدیث شریف کا ایک معروف شاہد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔



یاعمار ان الله تعالى اعطى ملكا من الملائكة اے عمار اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے اسماع الخلائق کلھا فھو قائم عند قبری الی تمام مخلوق کی بات سن لینے کی طاقت عطا فرمائی ہے ان تقوم الساعة فلیس احد یصلی علی قیامت تک وہ میری قبر منورہ پر کھڑا ہے جو کوئی صلاة و فی رواية البزار. فلا یصلی علی مجھ پر درود پڑھتا ہے یہ فرشتہ مجھ کو وہ درود احد الی یوم القيامة الا بلفظی باسمه واسم پہنچا دیتا ہے۔ اور بزار کی روایت میں ہے کہ جو ابیہ. هذا فلان بن فلان قد صلی علیک. کوئی مجھ پر قیامت تک کیلئے درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس آدمی کے نام اور اس کے باپ کے نام کے ساتھ (یہ عرض کرتے ہوئے) کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے مجھے پہنچا دیتا ہے

### تخریج حدیث:

- ۱۔ مسند البزار امام بزار، ۴: ۴۷ (کشف الاستار) باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۔ التاریخ الکبیر امام بخاری، ۶: ۴۱۶
- ۳۔ الکامل امام ابن عدی، ۵: ۱۷۷
- ۴۔ القندی ذکر علماء سمرقند امام عمر بن محمد النسفی، ۵۵۰
- ۵۔ الضعفاء الکبیر للامام عقیلی، ۳: ۲۴۹
- ۶۔ کتاب العظمة امام ابوالشیخ الاصبھانی، ۲: ۶۳ باب ذکر الملائكة المرکبین فی السموات والارضین۔ (صفحہ ۱۲۵ ادار الکتب العلمیہ ۱۴۱۴ء)
- ۷۔ کتاب المعجم لابی سعید احمد ابن الاعرابی، ۱: ۲۶۰
- ۸۔ الترغیب والترہیب امام ابوالقاسم الاصبھانی قوام السنۃ، ۲: ۳۱۹ (الترغیب فی الصلاة علی



النبي صلى الله عليه وسلم)

- ۹۔ طبقات الشافعية الكبرى للتاج الدين السبكي، ۱: ۱۶۹
- ۱۰۔ المعجم الكبير للإمام طبرانی (بحوالہ القول البدیع) ص ۱۱۲
- ۱۱۔ تاریخ دمشق للإمام ابن عساکر . . .
- ۱۲۔ مسند للإمام حارث (بغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث ۲/ ۹۶۳ برقم ۱۰۶۳
- ۱۳۔ کتاب الصلوة ابن ابی عاصم ص ۴۳ برقم (۵۱)
- ۱۴۔ امالی لابن الجراح القول البدیع ص ۱۱۲ للإمام سخاوی
- ۱۵۔ احکام ابو علی الحسن بن نصر الطوسی . . .
- ۱۶۔ الجرح والتعديل ابن ابی حاتم، ۶: ۲۹۶ باب الحاء  
اور بعض روایات میں الفاظ زیادہ ہیں:

یا احمد فلان بن فلان یصلی علیک یشمیه باسمہ واسم ابیہ فیصلی

اللہ علیہ مکانہا عشرًا

فرشتہ عرض کرتا ہے یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم فلاں بیٹا فلاں کا اس کا نام اور اس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے کہ اس نے آپ پر درود پڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس شخص پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

۱۷۔ (کتاب المعجم لابن الاعرابی، ۱: ۲۰۶)

اور بعض روایات میں عشر کی جگہ یہ الفاظ ہیں:

أَن یصلی علی ذلک العبد عشرین بکل صلاة۔

کہ اس بندہ پر اللہ تعالیٰ ہر درود شریف کے بدلے بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔



(عقيلي ۳: ۲۲۹)

تو اس حديث شريف سے معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی آوازیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ جب ایک فرشتہ مدینہ شریف میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہو کر ساری کائنات کی آوازیں سن سکتا ہے اور یہ شرک نہیں تو پھر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کے بارے میں شک کرنا اور اس کو شرک کہنا کہاں کی مسلمانی ہے۔

حضرت علامہ عبدالرؤف المناوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای قوۃ یقتدر بہا علی سماع ما ینطق یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ انسان اور جن اور اس کے سوا تمام مخلوق من انس و جن وغیرہما۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۲: ۴۸۳)

مخلوق الہی کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو سنتا ہے۔

حضرت علامہ العزیزی تحریر فرماتے ہیں:

فی ای موضع کان یعنی چاہے وہ آواز کہیں کی بھی ہو (درودگ نزدیک کسی جگہ کی قید نہیں ہے)۔

امام العزیزی ہی فرماتے ہیں:

قال الشیخ حدیث حسن کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت علامہ زرقانی مالکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای قوۃ یقتدر بہا علی سماع ما ینطق یعنی اس کو اتنی قوت دی گئی ہے کہ وہ کائنات کی ہر مخلوق من انس و جن وغیرہما جملہ مخلوق کے جو منہ سے نکلتا ہے جن و انس وغیرہما



(زرقانی شرح المواہب، ۵: ۳۳۶) سے وہ اسے سننے کی قدرت رکھتا ہے۔

علامہ ابن القیم نے تحریر کیا ہے:

وقد صح عنه ان الله وكل بقبوره ملائكة اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح سند سے  
یبلغونه عن امته السلام . ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتے

موکل فرمائے ہیں جو کہ آپ کی امت کا سلام آپ کو پہنچاتے ہیں۔

(کتاب الروح ۷۳ (المسألة السادسة اعادة الروح الميت في القبر)

تو حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ درود نزدیک سے سننا اور ہر مخلوق کی آواز سننا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس کی عطا اور مہربانی کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے جسے وہ چاہے یہ طاقت عنایت فرمادے۔ ذلک فضل الله یوتیہ من یشاء .

تو یہاں سے ان لوگوں کی جہالت بھی آشکار ہوتی ہے کہ جو فوز ایسے معاملات پر شرک کا فتویٰ جڑ کر خود گمراہی کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔

یہ قوت سماعت ایک ایسے فرشتے کی ہے جو کہ ہمارے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام اور امتی ہے۔ جب یہ امتی کا حال ہے آقا کا کیا حال ہوگا؟

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کا یا ہی پلٹ دیں دنیا کی

یہ تو شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا

قبر شریف پر کھڑے فرشتے کا اسم مبارک

اس مبارک فرشتے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر مؤکل ہے کے نام کے

بارے میں بعض کتابوں میں ہے۔



## حضرت علامہ جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

الملك المؤكل بقبر النبي صلى الله عليه وه فرشته جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر  
وسلم الذی اعطی اسماع الخلاق وقیل موکل ہے جس کو تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت  
اسماؤہم اسمہ مطروس۔ عنایت فرمائی گئی ہے کہا گیا ہے کہ فرشتوں کے نام  
(الکنز المدفون والفلک المشحون للسیوطی، ۳۶۶) ہیں اور اس موکل فرشتہ کا نام مطروس (علیہ السلام)  
ہے۔

جبکہ اس کے برعکس حضرت علامہ مجدوالدین الفیر وز آبادی اور حضرت علامہ شمس الدین  
السخاوی نے ابن بشکوال کے حوالہ سے اس مبارک فرشتہ کا نام ”منظر وس“ نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ  
فرمائیں الصلوات والبشر، ۱۰۳ اور القول البدیع، ۱۱۶۔

ممکن ہے کہ علامہ سیوطی کی کتاب میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے میم کے بعد نون چھوٹ  
گیا ہو۔ یا اس کی الٹ بھی ہو سکتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

## اعتراض:

اس حدیث شریف پر ایک تو اعتراض یہ کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام ذہبی نے کیا ہے:

تفرد به اسماعیل بن ابراهیم اسناداً ومتناً

کہ اس روایت میں نعیم بن ضمضم سے اسماعیل بن ابراہیم روایت کرنے میں متفرد ہے۔

(اور وہ ہے بھی ضعیف)

(میزان الاعتدال: ۱/۲۱۳)

## جواب:



حیرت ہے کہ امام ذہبی جیسا متبحر عالم دین فرما رہا ہے کہ اس حدیث میں اسماعیل بن ابراہیم متفرد ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کے متابع امام بزار کی سند میں:  
ابو احمد اور امام سفیان بن عیینہ ہیں۔

اور ابن الاعرابی کی سند میں اس کا متابع ابو خالد القرشی یعنی عبدالعزیز بن ابان ہے۔  
اور امام عقیلی کی سند میں اس کا متابع علی بن القاسم الکفری ہے۔  
اور امام ابوالشیخ ابن حیان کی سند میں اس کا متابع قبیصہ بن عقبہ ہے۔  
جب اس کے اتنے متابع موجود ہیں تو پھر یہ اعتراض بالکل بے کار ہے کہ اس میں اسماعیل بن ابراہیم متفرد ہے۔

### دوسرا اعتراض:

اس روایت کی سند میں نعیم بن ضممہم ہے جس کے بارے میں امام ذہبی نے لکھا ہے:  
ضعفه بعضهم  
اس کو بعض نے ضعیف کہا ہے۔  
(میزان الاعتدال ۴: ۲۷۰)

### جواب:

سوال یہ ہے کہ وہ بعض کون ہیں کہ جنہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے جب تک جارج کا پتہ نہ ہو جارج بیکار ہے۔

حضرت امام علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وما عرفت الى الآن من ضعفه. میں ابھی تک نہیں جان سکا کہ اس کو ضعیف  
(سان المیزان، ۶: ۱۶۹) کہنے والا کون ہے۔



## تیسرا اعتراض:

اس روایت میں عمران بن الحمری جس کے بارے میں امام منذری فرماتے ہیں:

لا يعرف یعنی یہ مجہول ہے کون ہے پتہ نہیں ہے۔

(الترغیب والترہیب، ۲: ۵۰۰)

## جواب:

یہ راوی مجہول نہیں بلکہ ثقہ ہے جیسا کہ امام سخاوی فرماتے ہیں:

بل هو معروف یعنی یہ مجہول نہیں بلکہ معروف ہے۔

(القول البدیع، ۱۱۲)

امام ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ملاحظہ فرمائیں کتاب الثقات ۵: ۲۲۳

مولوی عبدالرحمن مبارکپوری نے لکھا ہے:

فان المحدثين قد اعتدوا بثقات ابن حبان بے شک محدثین نے ابن حبان کی ثقات پر اعتماد

و صرحوا بانه يرتفع الجهالة عن قيل کیا ہے اور انہوں نے صراحت کی ہے کہ ابن

انہ مجہول بتوثیقہ۔ حبان کا کتاب الثقات میں ذکر کرنا راوی کو جہالت

(ابکار المنن فی تقيّد آثار السنن ص ۱۳۹ باب فی القراءة سے نکال دیتا ہے) یعنی اس راوی سے جہالت

اٹھ جاتی ہے)

(خلف الامام)

اور پھر اس حدیث کے شواہد بھی موجود ہیں لہذا یہ اپنے شواہد کے ساتھ حسن یا صحیح حدیث ہے:

شاہد نمبر ۱:



قال الديلمي انباء ناوالدي انبانا ابو الفضل حضرت ابو بكر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت  
الكرابيبي انبانا ابو العباس بن تركان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر  
حدثنا موسى بن سعيد حدثنا احمد بن زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ  
حماد بن سفيان حدثني محمد بن عبد الله میری قبر پر مقرر فرمایا ہے پس جب میری امت  
بن صالح المروزي، حدثنا بكر بن خراش میں سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ  
عن قطر بن خليفة عن ابي الطفيل عن عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ فلاں بن فلاں  
ابی بكر الصديق قال قال رسول الله ﷺ نے اس گھڑی آپ پر درود پڑھا ہے۔

اکثرو الصلاة على فان الله وکل بی

ملکا عند قبری فاذا صلی علی رجل من

امتی قال: بی ذلک الملک یا محمد

ان فلاں بن فلاں صلی علیک الساعة.

(الديلمي مسند الفردوس بحوالہ کنز العمال ۴۹۴:۱، زرقانی ۳۳۵:۵، اللالی المصنوعة للسيوطی ۲۸۴:۱ کتاب المناقب)

شاہد نمبر ۲:

عن ابي امامة الباهلي رضي الله عنه قال حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے

صلى على صلاة صلى الله عليه عشرابها مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس

ملك موکل حتی يبلغنيها رحمتیں فرمائیں گے۔ اور ایک فرشتہ مقرر ہے جو

کہ مجھے وہ درود شریف پہنچا دیتا ہے۔ (المعجم الكبير للطبرانی ۸ رقم ۷۱۱، القول البدیع ۱۱۳، جامع النعمان ۴۹)

تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث شریف اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔



## حدیث نمبر ۱۸:

اخبّرنا علی بن محمد بن بشران أنباء حضرت ابو هريره رضي الله عنه سے روایت ہے کہ  
 ابو جعفر الرازلی ثنا عیسی بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس  
 الطیالسی ثنا العلاء بن عمر والحنفی ثنا نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھا میں  
 ابو عبد الرحمن عن الاعمش عن ابی اس کو خود سنتا ہوں اور جس نے قبر سے دور پڑھا وہ  
 صالح عن ابی هريرة عن النبی صلی مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔  
 اللہ علیہ وسلم: قال

من صلی علی عند قبری سمعته ومن  
 صلی علی نائیا بلغته.

ابو عبد الرحمن هذا هو محمد بن مروان ابو عبد الرحمن وہ محمد بن مروان سدی ہے میرے  
 السدی فیما أری وفيه نظر وقد مضى نزدیک اس میں نظر ہے۔ (ضعیف ہے) مگر اس  
 ما یو کد ۵۔ حدیث کی تائید گزشتہ احادیث سے ہوتی ہے۔

## تخریج حدیث:

الترغیب والترہیب للامام ابی القاسم الاصبہانی، ۲: ۳۱۷ باب  
 الترغیب فی الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للامام تاج الدین السبکی، ۱: ۸۷  
 شعب الایمان للامام بیہقی، ۲: ۲۱۸ باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجلالہ وتوقیرہ۔  
 رسائل القشیر یہ للامام ابی القاسم القشیری، ۱: ۱۷  
 تاریخ بغداد امام ابو بکر الخطیب البغدادی، ۳: ۲۹۲

اس روایت سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریب



سے پڑھنے والے کا درود شریف تو خود بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں لیکن دور سے خود نہیں سنتے بلکہ فرشتوں کے ذریعے آپ کو پہنچایا جاتا ہے جیسا کہ اس روایت میں موجود ہے۔

اور اگر آپ خود سماعت فرماتے ہوتے تو یہ نہ فرماتے کہ جو دور سے پڑھے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے تو پہلے نمبر پر تو یہ کہ یہ حدیث موضوع ہے لہذا اس کو صحیح روایات کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں ایک راوی ہے۔ ابو عبد الرحمن محمد بن مروان السدی جو کہ نہایت ہی ضعیف بلکہ متہم بالکذب ہے۔

**امام ذہبی فرماتے ہیں:**

ترکوه، واتهمه بعضهم قال البخاری: محدثین نے اسے ترک کر دیا اور بعض نے اس پر سکتوا عنه و هو مولی الخطابیین لا جھوٹ کی تہمت لگائی ہے بخاری نے کہا ”سکتوا عنه“ یکتب حدیثہ البتہ وقال ابن معین لیس اور ”مولی خطابیین“ ہے۔ اس سے ہرگز حدیث بثقة. وقال احمد: ادركته قد كبر فتركتہ نہیں لکھی جائے گی۔ ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نصر بن مزاحم و هو متهم وقال ابن عدی نہیں ہے۔ امام احمد نے فرمایا میں نے اس کو پایا الضعف علی روایتہ بین۔ کہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا میں نے اس کو ترک کر دیا (میزان الاعتدال ۴: ۳۳)

**امام عقیلی فرماتے ہیں:**

عن ابن نصیر یقول محمد بن مروان ابن نصیر نے کہا کہ یہ کذاب ہے (امام عقیلی نے الکلبی کذاب لا اصل بمحفوظ ولا فرمایا) کہ اس کی اس حدیث جو کہ امام اعمش



یتابعہ الامن ہو دو نہ۔

(الضعفاء الکبیر ۳: ۱۳۶-۱۳۷)

سے ہے کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ محفوظ نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی متابع ہے مگر وہ اس سے بھی گیا گزرا ہے۔

### حضرت امام علامہ المزنی فرماتے ہیں:

قال عبد السلام بن عاصم عن جریر بن عبد الحمید : کذاب وقال عباس

الدوری والغلابی عن یحیی بن معین

لیس بثقة قال محمد بن عبد الله بن نمیر

لیس بشی : وقال یعقوب بن سفیان الفارسی :

ضعیف غیر ثقة وقال صالح بن محمد

البغدادی الحافظ کان ضعیفا و کان

یضع الحدیث ایضا وقال ابو حاتم

ذاهب الحدیث متروک الحدیث لا

یكتب حدیثه البتہ وقال البخاری لا یكتب

حدیثه البتہ وقال النسائی : متروک الحدیث

وقال فی موضع آخر لیس بثقة ولا یكتب

حدیثه.

(تہذیب الکمال ۱۷: ۲۰۷)

### امام محمد ابن حبان فرماتے ہیں:

جریر بن عبد الحمید نے کہا کذاب ہے امام ترمذی بن معین نے کہا ثقہ نہیں ہے (ضعیف ہے) محمد

بن عبد اللہ بن نمیر نے کہا۔ یہ لیس بشی (کچھ بھی

نہیں) ہے۔ یعقوب بن سفیان نے کہا ثقہ نہیں

بلکہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد البغدادی نے کہا

ضعیف ہے اور حدیث وضع بھی کرتا (گھڑ لیتا)

تھا۔ امام ابو حاتم نے کہا کہ یہ ذاہب الحدیث

ہے۔ متروک الحدیث ہے اس سے حدیث ہر

گز نہ لکھی جائے۔ امام بخاری نے کہا اس سے

حدیث ہر گز نہ لکھی جائے امام نسائی نے فرمایا

متروک الحدیث ہے اور دوسری جگہ فرمایا یہ ثقہ

نہیں۔ اس سے حدیث نہ لکھی جائے گی۔



.....

کان ممن یروی الموضوعات عن الاثبات یہ ثقات راویوں سے موضوعات روایت کرتا ہے  
 لایحل کتابہ حدیثہ الاعلیٰ جهة الاعتبار اس سے حدیث لکھنی جائز نہیں ہے مگر اعتبار کے  
 ولا الاحتجاج به بحال من الاحوال۔ طور ہر جہاں تک اس سے احتجاج کا معاملہ ہے تو وہ  
 (کتاب البحر و صین من المحدثین والضعفاء والمتر و کین کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔  
 (۲۸۶:۲)

### امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

وقال یحییٰ: لیس بثقة وقال مرة لیس  
 بشی وقال ابراهیم کذاب وقال السعدی: لیس بشی: ابراہیم نے کہا کہ ثقہ نہیں اور ایک جگہ فرمایا:  
 ذاہب وقال النسائی و ابو حاتم الرازی کہا ذاہب الحدیث ہے۔ امام نسائی ابو حاتم  
 والازدی متروک الحدیث ..... قال رازی اور امام ازدی نے کہا متروک الحدیث،  
 الدار قطنی ضعیف۔ امام دارقطنی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے۔  
 (کتاب الضعفاء والمتر و کین للابن جوزی ۳: ۹۸)

### امام برہان حلبی فرماتے ہیں:

قال صالح بن محمد ضعیف یضع۔ صالح بن محمد نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے اور  
 (الکشف الخفی عن رمی بوضع الحدیث لکلمی ۲۴۷) احادیث وضع کرتا ہے۔

اور اسی طرح دیگر بے شمار محدثین نے اس راوی پر بڑی سخت جرحیں کی ہیں اور کسی ایک  
 بھی معتبر محدث سے اس کی تعدیل مروی نہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس راوی کی یہ روایت نہ  
 صرف ضعیف ہے بلکہ موضوع جیسا کہ: علامہ ابن المھاوی نے کہا۔

هذا الحدیث موضوع علی رسول اللہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضع کی گئی



صلی اللہ علیہ وسلم لیس له اصل ولم ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور نہ ہی اس کو یحدث بہ ابو ہریرۃ ولا ابو صالح ولا الا حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا اور نہ ابو صالح عمش و محمد بن مروان السدی متهم نے اور نہ ہی اعمش نے اور محمد بن مروان السدی بالكذب والوضع۔  
(الصارم المنکی، ۲۸۳)

تو ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور سے سننے کا انکار کرنا سراسر جہالت و حماقت ہے۔

### دوسری علت:

اس روایت میں محمد بن مروان کے ساتھ ساتھ اس سے روایت کرنے والا راوی العلاء بن عمرو الحنفی بھی متکلم فیہ ہے۔

### حضرت علامہ ابن حجر و علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

العلاء بن عمرو الحنفی الکوفی متروک ہے اور ابن حبان نے کہا کہ کسی حال وقال ابن حبان لایجوز الا احتجاج بہ میں بھی اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔ ازدی بحال..... وقال الازدی لایکتب حدیثہ نے کہا کہ اس سے حدیث نہیں لکھی جائے گی۔ وقال النسائی ضعیف.... وقال العقیلی بعد امام نسائی نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے اور امام عقیلی تخریجہ منکر ضعیف المتن لا اصل له. نے اس کی ایک حدیث کی تخریج کے بعد فرمایا (لسان المیزان ۴: ۱۸۵-۱۸۶ میزان الاعتدال ۳: ۱۰۳) کہ یہ حدیث منکر ہے اور ضعیف المتن ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

### تیسری علت:



یہ حدیث منکر ہے

یہ حدیث چونکہ صحیح احادیث کی مخالف ہے جو کہ ابھی آگے آرہی ہیں اور اس میں دوراوی زبردست ضعیف ہیں لہذا اصول حدیث کے تحت منکر روایت ہے اور منکر روایت سے استدلال جائز نہیں ہے۔

**چوتھی علت:**

اس روایت میں ایک راوی امام اعظم ہیں جو کہ اگرچہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن: سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔

**حضرت علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:**

سليمان بن مهران الاعمش محدث الكوفة وقارلها وكان يدلس وصفه بذلك الكرابيسي والنسائي والدارقطني وغيرهم . سليمان بن مهران بن الاعمش كوفه کے محدث اور قاری ہیں اور تدلیس کرتے ہیں ان کو وصف تدلیس کی طرف موصوف کیا امام کرابیسی، امام نسائی اور امام دارقطنی وغیرہم نے۔

(طبقات المدلسین، ۴۳، الکنز علی کتاب ابن الصلاح ۲: ۶۴۰، المرتبة الثالثة النوع الثاني عشر - معرفة المدلس)

مدلس کا معنی بالاتفاق مردود ہے

**قاضی عبدالوہاب المخلص میں فرماتے ہیں:**

التدليس جرح وان من ثبت انه كان يدلس لا يقبل حديثه مطلقا . تدلیس جرح ہے اور جس سے ثابت ہو جائے کہ

وہ تدلیس کرتا ہے تو اس کی روایت مطلقاً قبول

(الکنز علی کتاب ابن الصلاح ۲: ۶۳۲، فتح المغیث

نہیں کی جائے گا۔

شرح الفیہ الحدیث ۱: ۱۸۴)



## امام شافعی فرماتے ہیں:

فقلنا لا نقبل من مدلس حديثا حتى يقول: پس ہم کہتے ہیں کہ ہم مدلس کی روایت قبول نہیں  
حدثني او سمعت. کرتے مگر جب وہ حدثني یا سمعت کے لفظ نہ بولے۔

(الرسالۃ فی اصول الفقہ للشافعی ص ۳۸۰ فقرہ ۱۰۳۵)

## حضرت امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

والمدلس اذا قال: عن: لا يحتج به لو اور مدلس جب ”عن“ کے ساتھ روایت کرے تو  
كان عدلا ضابط. وہ قابل حجت نہیں ہوگا اگرچہ عادل و ضابط ہی

(المجموع شرح المہذب ۳: ۱۰۷، ۵: ۱۲۳-۱۵۸) کیوں نہ ہو۔

## امام ابن عبد البر فرماتے ہیں:

الا ان يكون الرجل معروفا بالتدليس، فلا ایسا راوی جو کہ صفت تدلیس کے ساتھ معروف  
يقبل حديثه حتى يقول: حدثنا او سمعت ہو اس کی حدیث ہرگز قبول نہیں کی جائیگی جب  
فهذا مالا أعلم فيه ايضاً خلافاً. تک کہ وہ ”حدثنا“ یا ”سمعت“ نہ کہے۔ یہ وہ

(مقدمۃ التہمید لمافی الموطا من العانی ولا سانید: ۱۳) مسئلہ ہے کہ اس میں بھی مجھے کسی کے اختلاف کا  
علم نہیں ہے۔

تو ثابت ہوا کہ مدلس روایت قابل قبول نہیں ہوتی اور مذکورہ بالا حدیث کا مدار چونکہ امام  
سلیمان بن مہران الاعمش پر ہے جو کہ مدلس ہیں اور وہ روایت بھی ”عن“ کے ساتھ کر رہے ہیں  
لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

## امام ابن رجب حنبلی نقل فرماتے ہیں:



وقال الشاذ كوني : من اراد التدوين امام شاذ كوني نے فرمایا کہ جو شخص تدوین بالحدیث بالحدیث فلا يأخذ عن الا عمش ولا عن چاہتا ہے تو وہ امام اعمش اور قتادہ سے روایت نہ قتادہ الا ما قالوا "سمعناه"۔ لے۔ جب کہ وہ سمعنا (ہم نے سنا) کے لفظ نہ بولیں

(شرح العلل الترمذی، ۱: ۲۵۳ باب السادس ان لا يكون مدلسا)

### محمد بن مروان السدی الصغیر کا متابع

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ ابوالشیخ کی سند میں محمد بن مروان السدی کا متابع ابو معاویہ ہے جو کہ ثقہ ہے جیسا کہ حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد بن الکنانی فرماتے ہیں۔

وتابع السدی عن الاعمش فيه ابو معاویة اس میں سدی کا امام اعمش سے تابع ابو معاویہ ہے اخرجه ابو الشيخ قلت سندہ جید کما۔ اس سند کا ابوالشیخ نے اخراج کیا ہے میں کہتا نقله السخاوی عن شيخه الحافظ ابن حجر ہوں کہ اس کی سند جید ہے جیسا کہ سخاوی نے (تذیہ الشریعہ، ۱: ۲۲۵ کتاب المناقب والمثالب اپنے شیخ ابن حجر سے نقل فرمایا ہے۔

الفصل الثانی) پ

### ابوالشیخ کی روایت اس طرح ہے:

حدثنا عبدالرحمن بن احمد الا عرج ابو معاویہ یہ اعمش سے وہ ابو صالح سے اور وہ حدثنا الحسين بن الصباح حدثنا ابو معاویة حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری قبر کے قریب ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول مجھ پر درود پڑھے میں اسے خود سنتا ہوں اور جب درود اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند دور سے پڑھتا ہو تو اس کا مجھے علم دیا جاتا ہے۔ قبری سمعته ومن صلی علی من بعید اعلمته۔



(جلاء الافهام فی الصلاة والسلام علی خیر الانام لابن القیم، ۱۹)

**علامہ ابن القیم نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے:**

وهذا الحديث غریب جداً. یہ بہت ہی غریب حدیث ہے۔

علامہ ابن القیم نے اس کو شاید اس لیے غریب جدا کہا ہے اس میں ایک راوی

(عبدالرحمن بن احمد الاعرج) مجہول الحال ہے۔

اور چونکہ اس سند میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ”عن“ سے روایت کی۔ وہ چونکہ مدلس

ہیں لہذا یہ روایت ناقابل قبول ہے۔

**یہ روایت منکر ہے:**

چونکہ یہ روایت ان صحیح روایات کے خلاف ہے جن میں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ درود و سلام چاہے کہیں بھی کوئی پڑھے اس کی آواز میں سن لیتا ہوں لہذا یہ حدیث منکر ٹھہرے

گی جیسا کہ محدثین نے اصول بیان فرمایا۔

**امام ابو یحییٰ زکریا بن محمد الانصاری ۹۲۶ھ فرماتے ہیں:**

والمنکر ما خالف فيه المستور او الضعیف .... منکر وہ روایت ہے جس میں مستور یا ضعیف راوی

(فتح الباقی بشرح الفیہ العراقی ص ۱۷۵) ثقات کی مخالفت کرے۔

**حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:**

ان الشاذ راویہ ثقة، او صدوق غیر ضابط شاذ وہ روایت ہے کہ جس کا راوی ثقہ یا صدوق

والمنکر راویہ ضعیف بسوء حفظہ او غیر ضابط ہو اور منکر وہ ہے جس کا راوی ضعیف ہو

جہالتہ او نحو ذلک و کذا فرق فی شرح سوء حفظ یا جہالت یا اس جیسی کسی اور علت کی وجہ



النخبة بينهما لكن مقتصرأ في كل منهما  
 على قسم المخالفة فقال في الشاذ انه  
 مارواه المقبول مخالفاً لمن هو اولى منه .  
 وفي المنكر انه مارواه الضعيف مخالفاً  
 والمقابل للمنكر هو المعروف .  
 (فتح المغيـث بشرح الفية الحديث ۲۰۲:۱)

سے اور جیسا کہ شرح نخبة الفکر میں ان دونوں میں  
 مخالفت کی شق لگائی گئی ہے۔ شاذ میں فرمایا کہ  
 مقبول راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت  
 کرے اور منکر وہ ہے کہ ضعیف راوی ثقہ کی  
 مخالفت کرے اور منکر کے مقابل روایت معروف  
 کہلاتی ہے

تو چونکہ اس روایت میں محمد بن مروان السدی ضعیف بلکہ کذاب ہے جبکہ اس کے متابع  
 والی روایت میں عبدالرحمن بن احمد الاعرج مجہول راوی ہے جبکہ اس کے مخالف روایت میں کوئی بھی  
 راوی ایسا نہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے تو ثابت ہوا کہ یہ روایت منکر ہے۔

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور و نزدیک سے درود و سلام کا سماعت فرمانا

حضرات انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور عنایت و عطا سے دور و نزدیک سے سنتے  
 اور دیکھتے ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

حَتَّىٰ أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا  
 النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ  
 سُلَيْمُنُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ فَتَبَسَّمَ  
 ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا .  
 (النمل ۱۸-۱۹ پارہ نمبر ۱۹)

یہاں تک کہ حضرت سلیمان چیونٹیوں کی وادی  
 پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیوں! اپنے  
 گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں  
 سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تو حضرت سلیمان  
 اس کی بات سن کر مسکرا کر ہنسے۔



حضرت سلیمان نے چیونٹی کی یہ آواز تین میل سے سن لی تھی جیسا کہ تفاسیر کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

تفسیر معالم التنزیل	للامام بغوی	۴۱۱:۳
روح المعانی	للامام آلوسی بغدادی	۱۷۶:۱۰
روح البیان	للامام اسماعیل حقی	۳۳۴:۶
الکشاف	للذخیری	۳۳۵:۳
حیۃ الحیوان الکبریٰ	للامام الدمیری	۳۷۸:۲
تفسیر جلالین	للامام سیوطی	۳۱۸
جمل		۳۰۶:۳
مظہری		۱۰۴:۷
مدارک		۳۸۰:۳

تو قرآن کی اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دور سے آوازیں سماعت فرماتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ تین میل دور سے سننے والی تفسیری روایت کو ہم نہیں مانتے تو ہم کہیں گے کہ نہ ماننے کا کوئی علاج نہیں لیکن اتنا تو ہر کوئی مانے گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز سنی تھی اگر تین میل سے نہیں سنی تھی تو قریب سے ہی مان لیا جائے تو بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام عام لوگوں سے زیادہ سماعت کے مالک ہیں۔ اسی طرح حضرات انبیاء کرام دور کی اشیاء بھی دیکھتے ہیں۔ جو کہ عام اشخاص نہیں دیکھ سکتے۔

**حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بصارت:**

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ



اللہ علیہ وسلم "لما کلم اللہ موسیٰ کان یبصر دبیب النمل علی الصفا فی لیلۃ الظلماء من مسیرۃ عشرة فراسخ. (المعجم الصغیر للامام الطبرانی ۶۲:۱)  
 (فردوس الاخبار للامام دیلمی ۳/۴۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام فرمایا تو حضرت موسیٰ اندھیری رات میں صاف پتھر پر دس فرسخ کے فاصلہ سے چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے

علامہ الدمیری فرماتے ہیں:

وروی الدارقطنی والطبرانی فی معجم الاوسط عن ابی ہریرۃ. (حیۃ الحیوان الکبریٰ ۲: ۳۷۶)

اور دارقطنی اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

ولما كانت هذه القوة حصلت للكليم بالتجلي فحصل لها للنبي صلى الله عليه وسلم بعد الاسراء. (نسيم الرياض شرح الشفا: ۳۸۱)

جب یہ قوت بصارت کلیم کو اللہ کی تجلی کیساتھ حاصل ہے تو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معراج کے بعد اس کا کیا حال ہوگا۔

اعتراض:

امام طبرانی فرماتے ہیں:

اس ہانی بن تکی متفرد ہے

تفرد بہ ہانی بن یحییٰ

جواب:

اگر حانی بن تکی متفرد بھی ہوتا تو کوئی بات نہ تھی کیونکہ وہ ثقہ راوی ہے جیسا کہ امام ابن



حبان نے اس کو ”کتاب الثقات“ میں ذکر کیا ہے (۲۴۷:۹) لیکن یاد رہے کہ اس حدیث میں ہانی بن یحییٰ متفرد نہیں ہے بلکہ اس کا ثقہ تابع امام قاضی عیاض کی روایت (کتاب الشفا: ۱: ۲۳) میں ”ہام“ ہے۔

### امام ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وہو ابن یحییٰ بن دینار العودی قال  
الحلبی وغیرہ۔  
کہ امام حلبی وغیرہ نے کہا کہ یہ ہام بن یحییٰ بن  
دینار العودی ہے۔

(شرح شفا علی القاری: ۱: ۳۸۰، هامش علی نسیم الریاض)

### اور امام خفاجی فرماتے ہیں:

هو همام بن الحارث النخعی الکوفی۔ کہ یہ ہمام بن الحارث النخعی کوئی ہے۔

نسیم الریاض ۳۸۰/۱

ان دونوں راویوں میں سے چاہے کوئی ایک راوی بھی ہو کیونکہ دونوں ثقہ ہیں۔ لہذا یہ  
اعتراض اٹھ گیا کہ اس میں ہانی متفرد ہے۔

### اعتراض نمبر ۲:

اس میں ایک راوی حسن بن ابی جعفر الجفیری ہے جو کہ ضعیف ہے۔

### جواب:

اگرچہ اس پر بعض محدثین کا کلام ہے لیکن کسی نے اس کو کذاب نہیں کہا کہ اس کی  
احادیث موضوع ہوں کیونکہ

### امام ابن عدی فرماتے ہیں:



وہو عندی ممن لا یتعمد الکذب۔ میرے نزدیک وہ جھوٹ نہیں بولتا۔

(میزان الاعتدال: ۱/۴۸۲)

اور امام عبدالرحمن مہدی نے اس پر جرح سے رجوع فرمالیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

تفکرت فیہ اذا کان یوم القیامۃ قام متعلق میں نے غور و فکر کیا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو  
بی وقال: رب سل عبدالرحمن فیم اسقط یہ شخص کھڑا ہو کر میرے متعلق کہے گا۔ کہ اے رب

عدالتی؟ وما کان لی حجة عند ربی۔ عبدالرحمن سے پوچھ کہ اس نے کیوں میری

فرأیت ان احدث عنه۔ عدالت ساقط کی تو میرے پاس اس پر جرح کی

کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ پس میں نے دیکھا کہ اس

(میزان الاعتدال: ۱/۴۸۳)

سے روایت لینی چاہئے۔

اگر اس راوی کی روایت ضعیف بھی ثابت ہو جائے تب بھی کوئی جرح نہیں کیونکہ یہ

فضیلت ہے اور فضائل میں ضعیف حدیث بالاتفاق قبول ہے۔

جب دیگر انبیاء کرام کی سماعت و بصارت کا یہ حال ہے تو سب نبیوں کے امام و سردار حضور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت و بصارت کا کیا حال ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله قد رفع لی الدنيا فانا انظر الیها بے شک اللہ عز و جل نے ساری دنیا میرے

والی ماہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کا نما سامنے کر دی ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں

انظر الی کفی هذه۔ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا



ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

- ۱۔ (کتاب الفتن والملاحم النعیم بن حماد ۱/۱)
  - ۲۔ (المعجم الکبیر للطبرانی کذا فی کنز العمال ۱۱: ۴۲۰)
  - ۳۔ (حلیۃ الاولیاء للامام ابو نعیم ۱۰۱: ۶)
  - ۴۔ (الترغیب والترہیب للامام الحافظ ابی القاسم اسماعیل الاصبہانی ۲۱۱: ۲)
- تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور ملاحظہ بھی حقیقتاً ہے نہ کہ مجازاً۔

### جیسا اسی حدیث کی شرح میں علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

اشارة الى انه نظر حقيقة دفع به احتمال اس میں اشارہ ہے کہ آپ اس کو حقیقتاً دیکھ رہے ہیں اور اس سے یہ احتمال دفع (دور) ہو جاتا ہے۔  
(انہ ارید بالنظر العلم۔ زرقانی شرح مواہب ۷: ۲۰۵)

اور یہی حال آپ کی سماعت کا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے دور و نزدیک سے سنتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
انی اری ما لاترون واسمع ما لاتسمعون میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا  
وفی رواية وانی اسمع لاطیط السماء۔ ہوں جو تم نہیں سنتے اور ایک روایت میں ہے۔  
میں اس وقت آسمان کی چرچہ اہٹ سن رہا ہوں۔

- ۱۔ (مسند احمد (عن ابی ذر) امام احمد بن حنبل، ۵: ۱۷۳)
- ۲۔ المستدرک، امام حاکم، ۲: ۵۱۰، ۴: ۵۴۴، ۴: ۵۷۹
- ۳۔ السنن للامام ابن ماجہ، ۳۰۹، ابواب الزہد باب النحر والبكاء



- ۴۔ الجامع للامام الترمذی، ۲: ۵۷ ابواب الزهد
- ۵۔ کتاب العظمت لابن الشیخ الاصحانی، ۳: ۹۸۲
- ۶۔ مشکل الآثار (عن حکیم بن حرام) للامام طحاوی، ۳: ۲۴
- ۷۔ شعب الایمان (عن ابی ذر) للامام بیہقی، ۱: ۲۸۴
- ۸۔ دلائل النبوة امام ابو نعیم الاصحانی، ۱: ۲۴۲
- ۹۔ فردوس الاخبار للامام الدیلمی، ۱: ۱۰۰
- ۱۰۔ حلیۃ الاولیاء للامام ابو نعیم، ۲: ۲۳۶
- ۱۱۔ شرح السنۃ للامام بغوی، ۱۴: ۳۶۹
- ۱۲۔ معجم الکبیر ولطمرانی ۳/۲۰۱ برقم ۳۱۲۲
- ۱۳۔ کنز العمال امام علاؤ الدین المتقی بن حسام الدین الہندی
- ۱۰: ۳۶۴ حدیث نمبر ۲۹۸۲۹ ، ۲۹۸۳۸۔

تو اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سنتے ہیں جو عام لوگ نہیں سن سکتے اور آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو کہ عام لوگ نہیں دیکھ سکتے اور یہی عقیدہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔

**حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:**

نبی یری ما لا یری الناس حوله  
وینلو کتاب اللہ فی کل مشہد  
(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارد گرد وہ کچھ دیکھتے ہیں  
کہ لوگ نہیں دیکھتے اور ہر حاضری  
وان قال فی یوم مقالة غائب  
کی جگہ اللہ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔)

فتصدیقہا فی الیوم اوفی ضحی الغد.



(اور اگر وہ کسی دن غیب کی بات فرمادیں تو اس کی تصدیق اسی دن یا اگلے دن دوپہر تک ہو جائے گی۔

## تخریج:

- ۱۔ مستدرک امام حاکم ۳: ۴۰: ۱
- ۲۔ دلائل النبوة امام بیہقی، ۱: ۲۸۰
- ۳۔ دلائل النبوة امام ابو نعیم، ۱: ۳۴۰
- ۴۔ المعجم الکبیر امام طبرانی، ۴: ۵۰-۵۱
- ۵۔ الاحادیث الطوال امام طبرانی، ۲۵: ۲۲۷ حدیث نمبر ۳۰ ملحق بالمعجم الکبیر
- ۶۔ الشریعة امام ابو بکر محمد بن الحسین الآجری، ۴۶۷
- ۷۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة للشیخ الاسلام ہبة اللہ بن الحسن بن منصور اللاکائی ۴: ۷۸۰
- ۸۔ منال الطالب فی شرح طوال الغرائب مجد الدین مبارک بن محمد ابن الاثیر، ۱: ۱۷۴
- ۹۔ مجمع الزوائد امام نور الدین الہیثمی، ۶: ۵۸
- ۱۰۔ تہذیب تاریخ دمشق امام ابن عساکر، ۱: ۳۲۸
- ۱۱۔ زرقانی علی المواہب امام زرقانی المالکی، ۱: ۳۴۳
- ۱۲۔ طبقات ابن سعد للام محمد بن سعد، ۱: ۲۳۲ باسانید اخری
- ۱۳۔ الروض الانف للامام سہیلی، ۲: ۸
- ۱۴۔ الوفا باحوال المصطفیٰ امام ابن جوزی، ۲۴۵
- ۱۵۔ عیون الاثر امام ابن سید الناس، ۱۹۰



۱۶۔ البدایہ والنہایہ ابن اکثیر ۳: ۱۹۳

۱۷۔ الاستیعاب ابن عبدالبر مالکی ۴: ۴۶۸

۱۸۔ مختصر سیرت الرسول عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی، ۱۷۲

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو روز دیک سے سنتے اور دیکھتے ہیں۔ جب عام کلام آپ سن لیتے ہیں تو درود شریف بدرجہ اولیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن سکتے ہیں۔

**جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے:**

قال الطبرانی حدثنا يحيى بن ايوب العلاف بسند مذکور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت حدثنا سعيد بن ابی مریم عن خالد بن زيد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن سعيد بن ابی ہلال عن ابی الدرداء نے ارشاد فرمایا مجھ پر روز جمعہ زیادہ درود شریف قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے۔ اس دن اکثر والصلاة على يوم الجمعة فانه يوم فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ تم میں سے کوئی شخص مشہود تشهد الملئكة، ليس من عبد يصلى بھی مجھ پر درود شریف نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز على الابلاغى صوتة حيث كان قلنا. و مجھ تک پہنچ جاتی ہے چاہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ بعد وفاتک؟ قال: وبعد وفاتی، ان الله حرم ہم نے عرض کیا آپ کے وصال کے بعد آپ على الارض ان تاكل اجساد الانبياء. صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وصال کے (اخرجه الطبرانی في المعجم الكبير، جاء الانعام، ۶۳) بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے (الجوهر المنظم لابن حجر مکی، ۲۵۰۔ جزء اللہ علیہ العالمین ۱: ۷۱۳ کہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ القول البدیع صفحہ ۳۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر عاشق صادق جب بھی درود و سلام پڑھتا ہے تو آپ صلی



اللہ علیہ وسلم اس کی آواز سنتے ہیں۔ اس صحیح حدیث شریف میں کمزور عقیدہ و ایمان والے لوگوں نے کمزوریاں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ یہ روایت من گھڑت روایت ہے۔

اس روایت پر اب تک جو اعتراضات ہمارے سامنے آئے ان میں سے اکثر کے جوابات تو علمائے اہل سنت نے دے دیئے ہیں۔ اور کچھ مختصر اہم عرض کرتے ہیں۔

اس صحیح حدیث شریف پر غالباً سب سے پہلے جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی نے عجیب قسم کا کلام کیا جس کے بارے میں موجودہ دور کے دیوبندیوں کے امام اور شیخ الحدیث جناب مولوی سرفراز گلکھڑوی صاحب لکھتے ہیں:

اس حدیث پر حضرت تھانوی نے بوادرنوادر ۲۷۲ میں علمی بحث کی ہے جس سے مؤلف مذکور (علامہ سعیدی صاحب مدظلہ العالی) خاصے برہم ہوئے ہیں۔

(اخفاء الذکر، ۴۲)

اب اس علمی بحث کی جب جناب حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی نے دھجیاں اڑائیں اور معترض کی ”علمیت“ کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑا تو وہی شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں۔

حضرت تھانوی انسان ہیں اور خطا و نسیان انسان کے خمیر میں ودیعت کیا گیا ہے اور معصوم صرف وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے لیکن جس انداز سے مؤلف مذکور نے ان پر گرفت کی ہے وہ درست نہیں۔

(اخفاء الذکر، ۴۳)

اس عبارت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علامہ سعیدی کی پکڑ بر محل اور مضبوط ہے جس سے جناب گلکھڑوی صاحب کو یہ ماننا پڑا کہ تھانوی بھول گئے اور ان کے اعتراضات مذکورہ حمیت شریف پر غلط اور بے کار ہیں۔



## اس حدیث پر جناب تھانوی صاحب کے اعتراضات و شبہات

اس سند میں ایک راوی تھکی بن ایوب بلا نسب مذکور ہے جو کئی راویوں کا نام ہے جن میں سے ایک غافقی ہے جن کے باب میں ربما اخطاء لکھا ہے۔ یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں۔

اس کے جواب میں حضرات علماء حق اہل سنت نے تھانوی صاحب کو جواب دیا کہ یہاں راوی بلا نسب مذکور نہیں بلکہ اس کے ساتھ ”الغلاف“ کی نسبت مذکور ہے۔ تو اس کے جواب میں جناب سرفراز گلکھڑوی صاحب فرماتے ہیں:

جلاء الافہام کے مصری نسخہ میں تھکی بن ایوب کے ساتھ الغلاف کی نسبت موجود ہے۔ مگر مولانا تھانوی کا یہ کہنا کہ جو بلا نسبت ہے اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ ان کے پیش نظر جو سند ہے اس میں یہ نسبت نہیں ہے۔ ورنہ ایک دیانتدار اور ذہین آدمی الغلاف کی نسبت دیکھ کر کبھی نہیں کہہ سکتا کہ غیر منسوب ہے۔ (اخفاء الذکر، ۴۳ طبع دوم)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ کوئی بھی دیانت دار اور ذہین آدمی اس طرح کا کلام نہیں کر سکتا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تھانوی صاحب واقعی دیانت دار اور ذہین تھے؟

ہرگز نہیں کیونکہ جناب گلکھڑوی صاحب کا احتمال شبہ درست ہوتا اگر تھانوی صاحب کو جب سائل نے یہ سند لکھ کر بھیجی تھی تو اس میں ”الغلاف“ کی نسبت موجود نہ ہوتی۔ جب لکھی ہوئی سند میں یہ نسبت موجود ہے اور تھانوی صاحب کی کتاب میں بھی موجود ہے تو جان بوجھ کر جھوٹ بولنا کیا دیانت داری کے زمرے میں آتا ہے؟

اس صحیح حدیث پر جناب تھانوی صاحب نے جتنے اعتراضات وارد کیے حضرت غزالی دوراں مولانا احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اعتراضات کے دندان شکن جوابات دے کر ثابت فرما دیا ہے کہ یہ اعتراضات صرف اور صرف گستاخ ذہن کی پیداوار ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ حیات



النہی ۶۱ تا ۶۷

تھانوی صاحب کا دوسرا اعتراض یہ ہے۔

دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں۔ یہ بھی غیر منسوب ہیں۔ اس نام کے روادے میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے۔ اور یہاں عنعنہ سے ہے جس میں راوی کے متروک ہونے کا اور متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔

(بوادرنوادرد ۲۰۵ ادارہ اسلامیات لاہور)

اس اعتراض کا جواب بھی حضرت علامہ کاظمی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے علمی اور تحقیقی اور جناب علامہ علامہ رسول سعیدی صاحب نے محققانہ جواب عطا فرمایا۔ اس جواب کے جواب میں جناب سرفراز گلکھڑوی صاحب نے لکھا:

حضرت تھانوی کی عبارت میں جس ارسال کا ذکر ہے اس سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں جیسا کہ مؤلف مذکور (علامہ سعیدی) نے اپنی جہالت سے سمجھ کر لکھا ہے کہ اصول حدیث میں تصریح موجود ہے کہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے..... الخ لیکن یہاں ارسال سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں۔ کیونکہ اصطلاحی مرسل وہ ہوتا ہے جس میں صحابی کا نام مذکور نہ ہو اور چونکہ ”اصحابہ کلہم عدول“ کا قاعدہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایک مسلم حقیقت ہے اس لیے صحابی کا ذکر نہ ہونا مضر نہیں ہے۔ اور اس روایت میں حضرت ابوالدرداء کا نام باقاعدہ موجود ہے لہذا یہ اصطلاحی مرسل نہیں ہے۔ جس کو جمہور حجت کہتے ہیں۔ یہاں لغوی ارسال مراد ہے۔ وہ یہ کہ راوی۔ راویوں کے نام حذف کر دیتا ہے اور اڑا دیتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ صحابہ کرام سے نیچے تابعین میں کسی کا نام مذکور نہ ہو تو چونکہ ان میں ثقہ یا ضعیف ہونے کا احتمال ہوتا ہے اس لیے یہ روایت اصطلاحاً منقطع کہلاتی ہے اور ضعف کا سوال اس میں بدستور موجود ہوتا ہے مؤلف



مذکور (علامہ سعیدی) نے اصول حدیث کے فن سے بے خبری کی وجہ سے لفظ ارسال کو اصطلاحی مرسل پر چسپاں کر کے محض اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ (اخفاء الذکر ۴۴، ۴۵)

قارئین کرام ان حضرات کے ناموں کے ساتھ القابات دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ شائد دنیا میں یہی عالم ہیں اور متقدمین و متاخرین میں اس کے پائے کا کوئی عالم ہے ہی نہیں۔ یہ ہیں علمائے دیوبند کے امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان وغیرہ وغیرہ آپ ان کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور داد تحقیق دیں۔

بات ہو رہی تھی کہ راوی خالد بن زید غیر منسوب ہے۔ ان نام کے رداۃ میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ سے ہے۔

تو حضرت علامہ سعیدی مدظلہ العالی نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ:

”سبحان اللہ کیا ہی مدلل جرح ہے اگر خالد بن زید کی عادت ارسال ہے تو کیا حدیث مرسل حجت نہیں؟ اصول حدیث میں تصریح ہے کہ احناف و مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔ اگر خالد عنعنہ کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہے تو صحاح ستہ کی تمام معنعن احادیث سے ہاتھ اٹھالیں۔ تھانوی صاحب نے بے سند احتمالات بیان کئے ہیں۔

(ذکر بالجھر)

اب بات ہو رہی ہے ایک راوی کی کہ اس میں ارسال کی عادت ہے اور اس نے یہ روایت عن کے ساتھ کی ہے۔ اصول حدیث کا طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ مرسل اور مدلس میں فرق ہوتا ہے۔ اگر مرسل راوی عن سے روایت کرے تو وہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک قبول ہوگی اور اس میں اگر امکان لقاء پایا جائے تو وہ روایت بالاتفاق مقبول تصور ہوگی اور مدلس راوی جب ”عن“ کے ساتھ روایت کرے تو وہ بالاتفاق مردود ہوگی۔ بات راوی کی ہے اور جناب دیوبندی شیخ الحدیث صاحب



نے بات روایت کی کر دی کہ یہ روایت منقطع کہلائے گی کیونکہ یہ راوی راویوں کے نام حذف کر دیتا اور اڑا دیتا ہے۔

کیا ہم جناب سے یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتے ہیں کہ زید بن خالد نے کہاں راوی حذف کئے ہیں اور اڑا دیئے ہیں؟

اور اگر یہ ثابت ہو بھی تو کیا ثقہ راوی جب راوی کو گرا دے گا تو کیا احناف کے نزدیک وہ روایت مردود ہوگی یا کہ مقبول؟

اگر صحابی کے نیچے کا راوی چھوڑ دیا جائے تو وہ روایت مرسل نہیں بلکہ آپ کے نزدیک منقطع ہوگی اور منقطع آپ کے نزدیک ضعیف ہے تو کیا امام ابراہیم نخعی نے جتنی روایات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کی ہیں وہ تمام منقطع ہو کر بے کار اور بے سرو پا ہو کر ضعیف ٹھہریں گی؟

**اور جناب نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ:**

راقم اشیم کا خیال ہے کہ کتابت کی غلطی ہے۔ راوی اس سند میں خالد بن یزید ہے جو المصری ہے اور یہ سعید بن ہلال المصری سے روایت کرتا ہے اور یہ ثقہ راوی ہے (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب، ۳: ۱۲۹)

تو اس کا مطلب ہے کہ یہ روایت آپ کے نزدیک صحیح ہے اور ہاں آپ کے نزدیک اس روایت کے کسی بھی راوی پر کوئی قابل اعتماد اور مفسر جرح نہیں ہے۔ جناب تھانوی صاحب نے اصول حدیث کا پاس نہیں کیا اور غلط طریقے سے اس حدیث کو رد کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ بہر حال مذموم ہے۔

اسی طرح دیوبندی شیخ الحدیث جناب گلکھڑوی صاحب نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا



ہے کہ مگر اس سند کے غیر معتبر ہونے کی اصل وجہ کچھ اور ہی ہے جس کو مؤلف مذکور نہیں سمجھے اور ان کو اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ سعید بن ابی ہلال کی روایت حضرت ابوالدرداء سے منقطع ہے۔ (اخفاء الذکر، ۴۵)

یعنی جناب گلکھڑوی صاحب کے نزدیک بھی اس حدیث کے غیر معتبر ہونے کی وہ وجوہات نہیں ہیں جو کہ جناب تھانوی صاحب نے ذکر کی ہیں غیر معتبر ہونے کی علت یہ ہے کہ یہ روایت مرسل نہیں ہے بلکہ منقطع ہے جیسا کہ گلکھڑوی صاحب فرماتے ہیں۔

اس لیے ایسی منقطع اور بے سرو پا روایت ..... (اخفاء الذکر، ۴۵)

چونکہ مرسل روایت جناب گلکھڑوی صاحب کے نزدیک بھی حجت ہے اس لئے انہوں نے اس کو منقطع ثابت کرنے کی کوشش کی لہذا اگر انہیں سے پوچھا جائے کہ مرسل اور منقطع میں کتنا فرق ہے تو آپ فرماتے ہیں۔

**فائدہ:**

اگرچہ بعض محدثین نے مرسل اور منقطع میں اصطلاحی طور پر کچھ فرق کیا ہے لیکن

**علامہ جزائری لکھتے ہیں:**

وقد اطلق المرسل على المنقطع من ائمة حديث منقطع پر مرسل کا اطلاق ان ائمہ حدیث نے الحدیث ابو زرعه و ابو حاتم والدارقطنی. کیا ہے امام ابو زرعه، امام ابو حاتم اور امام دارقطنی (توجیہ النظر ۲۴۳)

مؤلف خیر الکلام نے حضرت مجاہد کے اثر کے بارے میں امام بیہقی کی کتاب القراءات

ص ۷۲ کے حوالہ سے جو یہ لکھا ہے کہ یہ منقطع ہے اور منقطع ضعیف کی قسم ہوتی ہے (محصلہ

۳۵۳) محض طفلی تسلی ہے کیونکہ مرسل فی نفسہ صحیح قول کی بنا پر حجت ہے اور حکم منقطع و مرسل ایک ہی



(احسن الکلام ۱: ۱۵۰-۱۵۱)

ہے۔

**حضرت امام سخاوی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:**

ورجالہ ثقات لکنہ منقطع کہ اس کے راوی ثقہ ہیں مگر سند منقطع ہے۔

(القول البدیع ص ۱۱۹)

**اس کے جواب میں جناب لکھنوی صاحب تحریر کرتے ہیں:**

اگرچہ روایت مرسل بھی (بعض محدث کرام نے مرسل اور منقطع میں فرق کیا ہے لیکن امام سیوطی فرماتے ہیں کہ صحیح بات جس کی طرف فقہاء کرام علامہ خطیب بغدادی امام ابن عبدالبر اور دیگر محدثین کرام گئے ہیں یہ ہے کہ مرسل اور منقطع ایک ہی ہے محصلہ (تدریب الراوی ۱۲۶، ۱۲۷)

(تسلیم الصدور، ۳۲۰-۳۲۱)

**جناب لکھنوی صاحب ہی لکھتے ہیں:**

”.....تو یہ روایت منقطع ہوگی لیکن وہ ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک

(ینایع ترجمہ رسالہ تراویح ص ۳۷ طبع دوم)

حجت ہے۔“

”جو کچھ مؤطا میں ہے وہ حضرت امام مالک اور جو حضرات ان سے اتفاق کرتے ہیں،

ان کی رائے کے موافق صحیح ہے (کیونکہ وہ منقطع اور مرسل کو بھی حجت اور صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

(ینایع ترجمہ رسالہ تراویح ۲۳۰)

(صفدر)

**جناب لکھنوی صاحب کے نزدیک بھی:**

جب مرسل اور منقطع میں فرق نہیں بلکہ ایک ہی ہے اور اگر فرق بھی ہو تو وہ حجت ہے تو پھر

اس حدیث کہ جس میں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات حقیقی اور سماعت درود جیسی فضیلت کا



ذکر ہے۔ کو منقطع اور بے سرو پا کہہ کر کیوں رد کر رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ دل میں جو بغض رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ قلم و زبان پر آ ہی گیا ہے۔

اگر یہ روایت منقطع اور مرسل بھی ہو تو بھی احناف اور مالکیہ کے نزدیک بالاتفاق حجت ہے۔

ویسے تو اس کے متعارض کوئی صحیح متصل روایت نہیں ہے۔ اور اگر ضعیف ہو بھی تو پھر بھی اس حدیث کو ترجیح ہوگی۔

منقطع و مرسل متصل سے قوی بھی ہو سکتی ہے:

جیسا کہ حضرت علامہ خطیب بغدادی امام میمونى سے نقل فرماتے ہیں:

قرأت على ابراهيم بن عمر البرمكي. عن امام ميموني نے فرمایا کہ مجھے امام احمد بن حنبل پر عبد العزيز بن جعفر الحنبلي قال نا ابو بكر تعجب ہے کہ وہ اسناد تو لکھتے ہیں لیکن منقطع چھوڑ الخلال قال: اخبرني الميموني قال: تعجب دیتے ہیں۔ فرمایا: بعض اوقات منقطع متصل سے الی ابو عبدالله یعنی احمد بن حنبل. ممن زیادہ قوی اور سند بڑی ہوتی ہے۔ میں نے عرض یکتب الاسناد و يدع المنقطع ثم قال و کی مجھے بیان کیجئے کہ کیسے فرمایا تو اسناد متصل لکھتا رہما کان المنقطع اقوى اسناد و اکبر ہے لیکن وہ ضعیف ہوتی ہیں اور منقطع اس سے قلت بينه لی کیف؟ قال تكتب الاسناد زیادہ سند کے لحاظ سے قوی ہوتی ہے۔

متصلا وهو ضعيف ويكون المنقطع اقوى

اسناداً منه.

(الجامع لاخلاق الراوى وآداب السامع، ۲: ۱۹۱)

اور منقطع اور مرسل چونکہ ایک ہی ہے اور مرسل کو رد کرنا تو دوسری صدی کے بعد کی بدعت ہے



## امام ابو داؤد صاحب سنن فرماتے ہیں:

واما المراسيل فقد كان يحتج بها العلماء مرايل تو ان کے ساتھ احتجاج کرتے تھے۔ علماء  
فیما معنی مثل سفیان الثوری و مالک کرام تمام پچھلے بزرگ جیسے امام سفیان الثوری  
بن انس والا وزاعی حتی جاء الشافعی امام مالک بن انس امام اوزاعی حتی کہ امام شافعی  
فتکلم فیہا وتابعہ علی ذلک احمد بن آئے تو انہوں نے مرايل میں کلام کیا اور امام  
حنبل۔ احمد بن حنبل نے ان کی اتباع کی۔

(رسالۃ ابی داؤد الی اہل مکہ فی وصف سنہ ۲۴۰)

## امام طبری فرماتے ہیں:

ان التابعین باسبرہم اجمعوا علی قبول التابعین سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ  
المرسل ولم یأت عنہم انکارہ ولا عن مرسل قابل حجت ہے تابعین سے لے کر دوسری  
احد الائمة بعدہم الی رأس..... المائتین صدی کے آخر تک ائمہ میں سے کسی نے بھی مرسل  
کانہ یعنی ان الشافعی اول من ابی من کانہ نہیں کیا گویا امام شافعی ہی پہلے بزرگ  
قبول المرسل۔ ہیں جنہوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کرنے  
(مقدمۃ التمشید لابن عبدالبر مالکی، ۱: ۴۰) سے انکار کیا۔

لہذا آپ اس حدیث صحیح کو منقطع کہیں یا مرسل یہ ہر حالت میں صحیح اور قابل احتجاج ہے  
اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کا اظہار کر رہی ہے۔

اعتراض:

جناب اشرف علی تھانوی صاحب نے تحریر کیا:



”یہ تو مختصر کلام ہے سند میں، باقی رہا متن سوا اولاً معارض ہے دوسری احادیث صحیحہ کے ساتھ چنانچہ مشکوٰۃ میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود یہ حدیث ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام قال رسول اللہ علیہ وسلم من صلی عند قبری سمعہ ومن صلی علی نایاً بلغته اور نسائی کی کتاب الجمعۃ میں بروایت اوس بن اوس یہ حدیث مروی ہے۔ فان صلاتکم معروضۃ علی۔ یہ سب حدیثیں صریح ہیں عدم السماع عن بعید میں اور ظاہر کہ جلاء الافہام ان کتب کے برابر قوۃ میں نہیں ہو سکتی۔ لہذا قویٰ کو ترجیح ہوگی۔“

(بوادر النواذرا: ۲۰۵)

جہاں تک حدیث نسائی و دارمی، ان للہ ملائکۃ سیاحین کا تعلق ہے تو وہ ہرگز ہرگز ہماری مؤید حدیث کے معارض نہیں ہے اور اسی طرح حدیث اوس بن اوس فان صلاتکم معروضۃ علی بھی ہماری مؤید حدیث کیساتھ متعارض نہیں ہے۔

ان میں تو صرف اتنا مذکور ہے کہ سیر کرنے والے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور امت کا درود و سلام بارگاہ اقدس میں پیش ہوتا ہے۔ ملائکہ کے اس عرض و تبلیغ کو عدم سماع میں صریح کہنا ظلم صریح ہے۔

تھانوی صاحب کے اسی اشکال کا رد انہی کے ایک ہم مسلک عالم نے کیا ہے۔

**جناب انور شاہ صاحب کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:**

واعلم ان حدیث عرض الصلاة علی النبی جاننا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود صلی اللہ علیہ وسلم لا يقوم دلیلاً علی شریف پیش کرنے کی حدیث آپ کے علم غیب نفی علم الغیب وان کانت المسألة فیہ کی نفی پر دلیل نہیں بن سکتی اگرچہ علم غیب کے بارے ان نسبة علمہ صلی اللہ علیہ وسلم علمہ میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے



تعالیٰ کنسبۃ المتناہی بغیر المتناہی لان علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کیساتھ متناہی کی المقصود يعرض الملئكة هو عرض تلك نسبت غیر متناہی کی طرف ہے، کیونکہ فرشتوں کی الکلمات بعینہا فی حضرته العالیۃ علمہا من پیش کش کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے، کہ درود شریف قبل اولم يعلم کعرفیہا عند رب العزۃ ورفع کے کلمات بعینہا بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں۔ الاعمال الیہ فان تلك الکلمات مما حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو پہلے جانا یحیابہ وجہ الرحمن فلا ینفی العرض ہو یا نہ جانا ہو۔ بارگاہ رسالت میں کلمات درود کی پیش کش بالکل ایسی ہی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں جو کلمات طیبات پیش کئے جاتے

لمعان آخر فاعرف الفرق۔ (فیض الباری علی صحیح البخاری ۲: ۳۰۲ باب کتاب الصلاة)

ہیں اور اس کی بارگاہ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں کیونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں جن کے ساتھ ذات حق تعالیٰ جل مجدہ کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لیے یہ پیشکش علم کے منافی نہیں لہذا کسی چیز کا پیش کرنا علم کے لیے بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات دوسرے معانی کے لیے بھی اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے۔ انتہی۔

تو ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا احادیث کو حدیث طبرانی کے متعارض بتانا علوم اسلامیہ عظمت رسول سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ بلکہ یہ احادیث تو اس حدیث کی مؤید ہیں۔

الحمد لله على ذلك.

اور جہاں تک حدیث بیہقی کا تعلق ہے کہ میں قبر کے قریب سے سنتا ہوں اور دور سے



مجھے درود شریف پہنچایا جاتا ہے تو سند کے لحاظ سے یہ حدیث ہرگز ہرگز ہماری مؤید حدیث کے برابر نہیں۔ اس لیے اس کے ساتھ معارضہ کرنا صرف تھانوی صاحب جیسے ہی آدمی کا کام ہو سکتا ہے۔ کسی عالم حقانی کا تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اور پھر تھانوی صاحب کا یہ کہنا کہ

جلاء الافہام ان کتب کے برابر قوت نہیں رکھتی لہذا قوی کو ترجیح ہوگی۔

یہ بات بھی صحیح نہیں کیونکہ یہاں معارضہ جلاء الافہام اور دیگر کتب حدیث کا نہیں بلکہ المعجم الکبیر و دارمی وغیرہ کا ہے اور دوسری بات یہ کہ بات کتب حدیث کی نہیں بلکہ سند حدیث کی ہے۔ ترجیح سند کو ہوگی نہ کہ کتاب کو۔

ہمارے علماء احناف تو صحیحین کی احادیث کو غیر صحیحین کی احادیث پر ترجیح کے قائل نہیں ہیں۔ جیسا کہ حضرت علامہ ابن الہمام نے التحریری فی الاصول میں واضح کیا ہے۔

(اس سلسلہ میں فقیر کا پڑ مغز مقالہ ”تعارض بین الاحادیث“ مطالعہ کے قابل ہے)

اب اس صحیح حدیث شریف پر صرف ایک ہی اعتراض باقی رہ گیا ہے جو کہ تھانوی صاحب نے وارد کیا ہے؟

**جناب تھانوی صاحب تحریر کرتے ہیں:**

بعد تحریر جواب ہذا ابلا تو سطر فکر قلب پر وارد ہوا کہ اصل حدیث میں صوتہ نہیں صلوٰۃ ہے۔ کاتب کی غلطی سے لام رہ گیا ہے۔ امید ہے کہ اگر نسخ متعدد دیکھے جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی نسخہ میں ضرور اسی طرح نکل آئے گا۔ (بوادر النوار)

سبحان اللہ! یہ ہے تحقیق کا نرالا انداز کہ اب تو الفاظ حدیث کے بارے میں بھی الہام ہونے لگے ہیں۔ دراصل جناب تھانوی صاحب نے جو اعتراضات اس حدیث شریف پر کئے تھے



وہ ایسے بودے اور نکلے تھے کہ جناب تھانوی صاحب کو خود بھی علم تھا کہ ان اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس لیے آخر میں اپنے الہام پر بنیاد رکھی کیونکہ الہام کا جواب الہام ہی ہو سکتا ہے اور دوسروں کا الہام ان کے نزدیک ویسے ہی قابل قبول نہیں ہے۔

چاپے تو یہ تھا کہ علمائے دیوبند صاف لکھ دیتے کہ جناب تھانوی صاحب کی یہ بات قرین قیاس نہیں ہے بلکہ بالکل غلط ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بیان نہ ہوا اور تھانوی صاحب کی عزت رہ جائے۔ اس بے تکی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے جناب سرفراز گلکھڑوی صاحب لکھتے ہیں۔

”حضرت تھانوی نے یہ جو کچھ فرمایا ہے بالکل درست اور صحیح ہے۔“

(اخفاء الذکر۔ ۴۶)

فیاللعجب! جناب گلکھڑوی صاحب کو چاپے تھا کہ کسی صحیح نسخہ پر دلالت کرتے کہ اس میں صوتہ کی بجائے صلوتہ کے الفاظ موجود ہیں لیکن ایسا تو نہ کیا بلکہ ایک اور کتاب ”القول البدیع“ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

امام سخاوی حضرت ابوالدرداء کی یہ روایت معجم کبیر للطبرانی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں اور اس میں بعینہا یہی الفاظ نقل کرتے ہیں۔

الا بلغتنی صلوتہ الحدیث اور آخر میں لکھتے ہیں قال العراقی ان اسنادہ لا یصح۔

(اخفاء الذکر ۴۷)

(القول البدیع ص ۱۱۹)

پہلی بات تو یہ ہے کہ جناب سرفراز صاحب نے خود جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ بعینہا نہیں ہیں جیسا کہ انہوں نے لکھا کیونکہ جلاء الافہام کی حدیث میں لفظ ”بلغتنی“ ہے۔ جبکہ ”القول البدیع“ میں ”بلغتنی“ ہے لہذا یہ بعینہا نہ ہوئے۔ اسی لیے عین ممکن ہے کہ یہ روایت ہی اور ہو۔



.....  
اور پھر جناب گلکھڑوی صاحب کا حدیث طبرانی کے بارے کہنا کہ اور آخر میں لکھتے ہیں  
..... قال العراقي ان اسنادہ لایصح تو یہ بھی بہت بڑا جھوٹ ہے۔

کیونکہ علامہ سخاوی نے یہ لفظ حدیث طبرانی کے بارے میں نقل نہیں فرمائے۔ امام  
سخاوی کی اصل عبارت پڑھیں اور اس شیخ الحدیث صاحب کی دیانت کی داد دیں۔

و كذا رواه النمیری بلفظ قلنا یا رسول اللہ کیسا کہ نمیری نے ان الفاظ کے ساتھ روایت  
اللہ کیف تبلغك صلاتنا اذا تضمنتك کی ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
الارض قال ان اللہ حرم علی الارض ان وسلم ہمارا درود آپ تک کیسے پہنچے گا؟ جبکہ آپ  
تاکل اجساد الانبیاء وقال العراقي ان زمین میں مل چکے ہوں گے تو آپ نے ارشاد  
اسنادہ لایصح۔  
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ

(القول البدیع، ۱۵۹)  
انبیاء کے اجسام کھائے۔ عراقی نے کہا کہ اس کی  
سند صحیح نہیں ہے۔

امام حافظ عراقی کے الفاظ ہیں نمیری کی روایت کے بارے میں لیکن جناب گلکھڑوی  
صاحب نے فرمایا کہ یہ طبرانی کی روایت کے بارے میں ہیں۔ سچ ہے کہ ایک جھوٹ کر چھپانے  
کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

”حمد اللہ یہ مسئلہ کہ القول البدیع میں صلوٰۃ کے لفظ ہیں یہ بھی حل ہو گیا اور القول  
البدیع“ کے نسخہ میں کتابت کی غلطی تھی ورنہ اس میں بھی لفظ صلوٰۃ ہی تھا۔ جیسا کہ اب جو نسخہ محمد عوامہ  
کی تحقیق کے ساتھ ”موسسة الريان بیروت ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۲ھ الطبعة الاولى - شائع ہوا ہے اس  
میں صلوٰۃ کے ہی لفظ ہیں لہذا دیوبندیوں کے محدث کی یہ فریب کاری بھی ختم ہو گئی ملاحظہ فرمائیں  
(القول البدیع صفحہ ۳۲ طبع جدید ”خادم مناظر سے اسلام قاری محمد ارشد مسعود عفی عنہ)



دل نے جس راہ لگایا تو اسی راہ چلا  
وادی عشق میں گمراہ کور ہر سمجھا!

## کیا صوتہ کتابت کی غلطی ہے؟

جہاں تک جلاء الافہام کا تعلق ہے تو اس میں ”صلوٰۃ“ ہی ہے ”صوتہ“ ہرگز ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کسی نسخہ میں یہ الفاظ ہیں۔ اگر ہوتے تو اپنے حکیم الامت کی بات درست ثابت کرنے کے لیے اب تک دیوبندی حضرات وہ نسخہ ضرور پیش کر دیتے۔

ہم نے جلاء الافہام کے متعدد نسخے دیکھے ہیں تمام میں صوتہ ہی ہے کسی ایک میں بھی صلوٰۃ کا لفظ نہیں اور نہ ہی کسی نے اختلاف نسخ کا اشارہ کیا ہے۔

۱۔ مصری نسخہ کہ جس کی تصحیح فضیلۃ الشیخ طہ یوسف شاہین نے فرمائی ہے جو کہ علمائے ازہر شریف میں سے ہیں اور یہ صفر ۱۳۸۸ھ میں طبع ہوا ہے۔

۲۔ ہندوستانی مطبوعہ نسخہ۔ یہ نسخہ اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ مترجم نے لکھا ہے:

بحمد اللہ تبارک و تعالیٰ اس ترجمے کی تسوید و تحریر سے جو پانچ شعبان روز پنج شنبہ کو شروع کی تھی تیرہ ذیقعدہ روز چہار شنبہ ۱۳۴۷ھ کو فراغ حاصل ہوا۔ (شا کر حسین غفرلہ، سہوان قاضی محلہ)

۳۔ ہندوستانی نسخہ مطبوعہ یہ نسخہ مشہور غیر ملقد وہابی نجدی عالم مولوی سلیمان منصور پوری کے ترجمہ و تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اگر کسی نسخہ میں ”صلوٰۃ“ کے الفاظ ہوتے تو یہ ضرور صوتہ کی بجائے صلوٰۃ نقل کرتا (کیونکہ پکا نجدی وہابی تھا)

۴۔ مصری نسخہ جس کی تصحیح و تحقیق مشہور نجدی عالم محمد حامد الفقی نے کی ہے اور یہ نسخہ۔ ادارۃ الطباعة المنیریہ لصاحبہا مدیرہا محمد منیر الدمشقی سے شائع ہوا ہے۔

(صححتہ و علق علیہ سنہ ۱۳۵۷ھ)



یہ یاد رہے کہ اس نسخہ کا محقق اور صحیح نامور نجدی عالم ہے اور جبکہ اس کا ناشر محمد منیر دمشقی کٹر نجدی ذہنیت کا حامل ہے لہذا اگر کسی بھی قلمی یا مطبوعہ نسخہ میں صوتہ کی بجائے صلوٰۃ کے الفاظ ہوتے تو یہ ضرور نقل کرتے۔ اصل کتاب میں یہ الفاظ تو کجا ان میں سے کسی محقق و ناشر نے حاشیہ میں اختلاف نسخہ جات کا ذکر تک بھی نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب تھانوی صاحب کے قلب پر جو القا ہوا وہ شیطانی وسوسہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

اور اگر بالفرض محال جلاء الافہام کے نسخہ میں صلوٰۃ کا لفظ مل بھی جائے تو وہ کتابت کی غلطی تصور ہوگا کیونکہ المعجم الکبیر للطبرانی سے لفظ صوتہ نقل کرنے میں علامہ ابن القیم اکیلے نہیں بلکہ دیگر محدثین نے یہ لفظ ایسے ہی المعجم الکبیر سے نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام الحافظ ٹمس الدین محمد بن ابوبکر بن عبد اللہ المعروف ابن ناصر الدین دمشقی م

۸۳۲ھ اپنی کتاب ”صلوٰۃ کئیب بوفاۃ الجیب میں فرماتے ہیں:

وروی الطبرانی عن ابی الدرداء قال قال طبرانی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وا روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

الصلوٰۃ علی یوم الجمعة فانه یوم مشہود علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر بروز جمعہ زیادہ سے زیادہ

تشہدہ الملئکہ لیس من عبد یصلی علی درود شریف پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن

الابلغنی صوتہ حیث کان۔ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں کوئی شخص بھی مجھ پر

(حجۃ اللہ علی العالمین، ۱۳۷۱ھ للعلامہ نبھانی) درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے

وہ جہاں کہیں بھی ہو۔

حضرت امام محمد بن یوسف الصالح الشامی ۹۴۲ھ فرماتے ہیں:

ورواہ الطبرانی بلفظ لیس من عبد یصلی اور طبرانی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے



علی الابلغنی صوتہ حیث کان ورجالہما کوئی بندہ بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی ثقافت۔  
(سبل الہدی والرشاد، ۱۲: ۳۵۸) ثقہ ہیں۔

اور اسی طرح حضرت علامہ ابن حجر ہیتمی المکی م ۹۸۴ھ حج تحریر فرماتے ہیں:

وفی اخری للطبرانی لیس من عبد یصلی اور دوسری روایت جو کہ طبرانی کی ہے (میں الفاظ علی الابلغنی صوتہ۔  
(الجوہر المنظم طبع مصر ۲۱) اس طرح ہیں) کوئی شخص بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے۔

جناب علامہ موسیٰ محمد علی صاحب فرماتے ہیں:

وعن خالد بن زید عن سعید بن ابی ہلال خالد بن زید سے روایت ہے وہ سعید بن ابی عن ابی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی ہلال سے وہ حضرت ابوالدرداء سے روایت اللہ علیہ وسلم اکثر الصلاة علی یوم کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ الجمعة..... لیس من عبد یصلی علی الا علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود پڑھا کرو..... کوئی شخص بھی درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے وہ کہیں بھی ہو۔  
(حقیقۃ التوسل دوسیلہ علی ضوء الکتاب والسنة طبع عالم الکتب بیروت طبع دوم۔ ۱۹۸۵)

حضرت مولانا محمد انوار اللہ قادری چشتی حیدر آبادی فرماتے ہیں:

چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ کما فی الطبرانی کما فی الطبرانی لیس من عبد یصلی جیسا کہ طبرانی میں ہے کہ اس کی آواز مجھے پہنچ



علی الابلغنی صوتہ.... ذکرہ ابن حجر المکی فی الجوہر المنظم۔  
 جاتی ہے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا اور ابن حجر  
 مکی نے ”الجوہر المنظم“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔  
 (انوار احمدی ص ۷۶ مصدقہ جناب حضرت امداد اللہ مہاجر مکی)

تو ثابت ہوا کہ یہ الفاظ صحیح اور ثابت ہیں اور محدثین نے ان کا انکار نہیں کیا بلکہ اس صحیح  
 حدیث کی تائید میں دیگر احادیث روایت فرمائی ہیں۔

## حدیث طبرانی کے شواہد

### حدیث نمبر ۲

عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ قال حضرت سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے  
 سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول  
 یقول ان اللہ تعالیٰ وعلنی اذامت ان یسمعی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے  
 صلاة من صلی وانا فی المدینۃ وامتی فی میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ جب میرا وصال  
 مشارق الارض و مغاربہا وقال یا ابا ہوگا تو مجھ پر درود پڑھنے والے کا درود وہ مجھے  
 امامۃ ان اللہ تعالیٰ یجعل الدنیا کلہا فی سنائے گا۔ حالانکہ میں مدینہ منورہ میں ہوں گا اور  
 قبری وجميع ما خلق اللہ اسمعہ وانظر الیہ میری امت زمین کے مشرق و مغرب میں ہوگی  
 (درۃ الناصحین، ۲۲۵)  
 اور فرمایا: اے ابو امامہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ میری ساری  
 امت کو میرے روضہ شریف میں کر دیگا اور میں  
 تمام مخلوق خداوندی کی آواز سنوں گا۔ اور اسے ملاحظہ  
 فرماؤں گا۔



تو اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر امتی کا درود و سلام سماعت فرماتے ہیں چاہے وہ شخص زمین کے مشرق و مغرب جہاں کہیں بھی ہو۔ اگر ایک فرشتہ ساری مخلوق کی آواز سن سکتا ہے تو پھر پیارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کا کیا حال ہوگا؟

### حدیث نمبر ۳

حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اصحابی و اخوانی صلوا علی فی کل یوم میرے اصحاب اور (توضعا فرمایا) میرے بھائیو اثنین والجمعة بعد وفاتی اسمع منکم مجھ پر ہر پیر اور جمعہ کے روز درود پڑھا کرو۔ میری بلا واسطہ۔ وفات کے بعد میں بلا واسطہ تمہارا درود سنتا ہوں۔

(اینس الجلیس ص ۲۲۲ بحوالہ مقام رسول للشیخ الحدیث محمد منظور احمد دامت برکاتہم العالیہ)

### حدیث نمبر ۴

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وامن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر الصلاة علی یوم الجمعة وليلة الجمعة یوم جمعہ اور جمعرات کو زیادہ درود شریف پڑھا کرو فان فی سائر الايام تبغنی الملائكة صلاتکم کیونکہ دیگر تمام دنوں میں تمہارا درود مجھ تک الاليلة الجمعة ویوم الجمعة فانی اسمع فرشتے پہنچاتے ہیں مگر جمعہ کی رات اور دن کو صلاتی ممن یصلی علی باذنی میں تمہارا درود اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔

(نزہۃ المجالس للعلامہ عبدالرحمن الصفوری ۲: ۱۱۲ طبع قدیم مصر)

### حدیث نمبر ۵

قطب وقت ولی کامل عاشق رسول حضرت علامہ محمد بن سلیمان الجزولی سید حسنی شاذلی نقل

فرماتے ہیں:



وقيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم رسول الله صلى الله عليه وسلم عرض کیا گیا کہ ان  
 رأيت صلاة المصلين عليك ممن غاب لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمائیے جو کہ آپ  
 عنك ومن يأتي بعدك ما حالهما عنك سے دور ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف  
 فقال اسمع صلاة اهل محبتی واعرفهم پڑھتے ہیں اور وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 وتعرض على صلاة غيرهم عرضا۔ ظاہری زندگی کے بعد آئیں گے ان لوگوں کا آپ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا حال ہے پس آپ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اہل محبت (عشاق)  
 (دلائل الخیرات شریف ۳۲)

کا درود تو میں خود سنتا ہوں اور ان کو پہنچاتا ہوں اور  
 غیر محبت والوں کا درود مجھے فرشتے پہنچاتے ہیں۔  
 الحمد للہ علی ذلک۔ اس حدیث شریف سے خود سننے اور فرشتوں کے پہنچانے والی احادیث میں تطبیق  
 بھی ہوگئی یعنی کچھ لوگوں کا درود شریف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتے پیش کرتے ہیں  
 لیکن عشاق لوگوں کا درود شریف آپ بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں وہ لوگ چاہے دنیا کے کسی خطے  
 میں بھی ہوں۔ اس حدیث کی شرح میں

**حضرت علامہ محمد الحمیدی بن احمد فاسی م ۱۰۹۳ھ حج فرماتے ہیں:**

(فقال اسمع) یعنی بلا واسطہ (صلوة اهل) (میں سنتا ہوں) یعنی بلا واسطہ اہل محبت کا درود  
 محبتی) الذی یصلون علی محبة لی وشوقا شریف) یعنی جو مجھ پر محبت اور ذوق و شوق کے  
 وتعظيما وظاهر سواصلی علیہ المحب ساتھ میری تعظیم و عظمت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے  
 له عند قبر او نائيا عنه۔ پڑھتے ہیں چاہے وہ عاشق قبر کے قریب پڑھے یا



(مطالع المسرات بحلا دلائل الخیرات ص ۸۱) آپ کی قبر منورہ ہے دور دراز کے علاقے میں۔

الحمد للہ یہ چار احادیث حدیث طبرانی کی شواہد ہیں اور اس کی تائید کرتے ہوئے ثابت کر رہی ہیں کہ حدیث طبرانی بالکل صحیح ہے۔ اور ان احادیث پر کسی بھی مستند عالم دین نے اعتراض نہیں کیا بالخصوص دلائل الخیرات شریف تو صدیوں سے علماء اولیاء کی حرز جان ہے۔ کسی ایک نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ اس میں حدیث من گھڑت ہے اور علمائے دیوبند بھی اس کی اجازت دیتے اور لیتے رہے ہیں تو انہوں نے بھی اس اجازت میں کوئی شرط نہیں رکھی اور پھر یہ کتاب تو بالاتفاق بارگاہ نبوت کی مقبول کتاب ہے۔ جیسا کہ کتب میں موجود ہے۔

اور مشہور دیوبندی شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری صاحب نے علمائے نجد کا رد کرتے ہوئے دلائل الخیرات شریف کی تعریف کی ہے! ملاحظہ فرمائیں (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۲۹، ص ۲۳۰)

## اعتراض

یہ احادیث بلا اسناد ہیں لہذا قابل حجت نہیں ہیں۔

جواب یہ احادیث چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ظاہر کر رہی ہیں اور بطور تائید پیش کی گئی ہیں۔ اور موضوع بھی نہیں جبکہ منکرین شان نبوت کے امام نے تو لکھا ہے۔ کہ فضائل میں تائید موضوع حدیث بھی پیش کی جاسکتی ہے۔

جناب مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب تقویہ الایمان نے لکھا ہے:

والموضوع لا یثبت شیء من الاحکام اور موضوع حدیث سے احکام میں سے کچھ بھی نعم یؤخذ فی الفضائل ماثبت فضله ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں فضائل میں اس کو (حجت) بغیرہ تائیداً او تفصیلاً۔ پکڑا جائے گا جو فضیلت کہ اس کے غیر کسی اور دلیل



(اصول فقہ، ۸ طبع الصدف پبلشر کراچی) سے ثابت ہو چکی ہو تو اس کو تائید کیا تفصیلاً۔

ان احادیث کو چونکہ تلقی بالقبول حاصل ہے اس لیے اگر ان کی کوئی سند معتبر نہ بھی ہمارے علم میں ہو تب بھی یہ اصولاً قابل قبول ہوں گی۔ کیونکہ کسی حدیث کو تلقی بالقبول کا درجہ اگر حاصل ہو جائے تو وہ مقبول ہے اگرچہ اس کی سند صحیح نہ بھی مل سکے۔

**حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:**

وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة بہت سارے علماء نے بیان فرمایا ہے کہ حدیث الحدیث قول اہل العلم بہ وان لم یکن کے صحیح ہونے کی دلیل اہل علم کا قول ہے۔  
 لہ اسناد یعتمد علی مثله۔  
 (التعقبات علی الموضوعات ۱۲)  
 اگرچہ اس حدیث کی کوئی سند نہ ہو کہ جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

**جناب مولانا عبدالحی لکھنوی صاحب تحریر فرماتے ہیں:**

قال السیوطی شرح "نظم الدرر" امام جلال الدین سیوطی نے "شرح نظم الدرر" المسمی "البحر الذی زخر" المقبول میں بیان فرمایا کہ مقبول حدیث ماتلقاہ العلماء بالقبول وان لم یکن لہ وہ ہے کہ جس کو علماء نے قبول کیا ہو اگرچہ اس کی اسناد صحیح فیما ذکرہ طائفة من العلماء سند صحیح نہ بھی ہو۔ یہ علماء کی ایک جماعت نے منہم ابن عبدالبر۔ بیان فرمایا جن میں سے امام ابن عبدالبر وغیرہ

او اشتہر عند ائمة الحدیث بغیر نکیر ہیں یا وہ حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک بغیر نکیر

فیما ذکرہ الاستاذ ابو اسحاق الاسفرائنی کے مشہور ہو اس کو استاذ ابو اسحاق الاسفرائنی

وابن فورک او وافق آية من القرآن او اور ابن فورک نے ذکر کیا ہے۔ یا وہ حدیث قرآن

بعض اصول الشریعة کی کسی آیت کے یا اصول شریعت میں کسی کے



موافق ہو۔

(الاجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة، ۲۲۹ طبع ثابنية مصر)

**حضرت امام سیوطی مزید فرماتے ہیں:**

قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح. بعض علماء نے فرمایا کہ حدیث کی صحت کا حکم لگایا جائیگا جب کہ لوگوں نے اس کو قبول کر لیا ہے اگرچہ اس کی کوئی سند صحیح نہ ہو۔

(تدریب الراوی - ۱: ۶۷ للسیوطی)

**حضرت امام عبدالبر فرماتے ہیں:**

وفي قول جماعة العلماء و اجماع الناس على معناه غنى عن الاسناد فيه. اس حدیث میں علماء کی جماعت کے قبول کا قول ہے اور اس کے معنی پر لوگوں کا اجماع ہے جو کہ اس میں سند سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔

(تدریب الراوی، ۱: ۶۷)

**حضرت امام احمد فرماتے ہیں:**

وقد حدثنا ابو بكر المروزي رحمه الله قال سألت ابا عبد الله عن الاحاديث التي تردھا الجهمية في الصفات والرئوية والاسراء وقصة العرش؟ فصحبھا ابو عبد الله وقال: قد تلقتها العلماء بالقبول نسلم الاخبار كما جاءت. امام ابو بكر المروزی نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان احادیث کے بارے میں پوچھا کہ جن کو جہمیہ نہیں مانتے یعنی احادیث صفات باری تعالیٰ اس کا دیدار معراج اور عرش معلیٰ کے بارے میں تو آپ رحمۃ اللہ نے ان احادیث کی تصحیح کی اور فرمایا کہ ان احادیث کو

(النسخة للتحال ۲۲۶: ۱ - ۲۲۷ طبقاً للحناابلة ۳۲: ۱ - ۳۳ علماء کا تلقی بالقبول حاصل ہے لہذا ہم ان کو مانتے



ہیں جیسی کہ وارد ہوئی ہیں۔

(ابن ابی یعلیٰ حنبلی)

حضرت امام سیوطی و علامہ عبدالحی لکھنوی اور علامہ ابن عبدالبر و غیر ہم نے جو حدیث کی صحت کے اصول بتلائے ہیں وہ تمام ان احادیث میں پائے جاتے ہیں۔ یعنی علماء نے ان احادیث کو بغیر نکیر کے نقل فرمایا:

اور پھر یہ قرآن کی آیت کے بھی موافق ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ جب ان احادیث میں قبول کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں تو پھر ان کو قبول کرنا چاہیے جبکہ یہ احادیث ہیں بھی باب فضائل میں اور فضائل میں تو ضعیف حدیث بھی بالا جماع مقبول ہے جیسا کہ باحوالہ گذر چکا ہے۔

اس کے باوجود جو شخص ان احادیث کو من گھڑت اور ناقابل قبول کہہ کر ٹھکراتا ہے تو وہ حقیقت میں پیارے آقا سید انس و جن صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا منکر ہے اور جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں ثابت ہو اس کا انکار نہ کرے گا مگر گستاخ اور بد بخت۔

**حضرت امام ابو بکر احمد بن ہارون بن یزید الخلال م ۳۱۱ھ ہجج فرماتے ہیں۔**

قال ابو العباس ہارون بن العباس الهاشمی حضرت امام ابو العباس ہارون بن عباس ہاشمی  
..... ومن رد فضل النبی صلی اللہ علیہ (م ۲۷۰ھ ہجج وکان ثقۃ تاریخ بغداد ۱۴: ۲۷۰) نے  
وسلم فهو عندی زندق لا یتاب ویقتل لان فرمایا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی فضیلت  
اللہ تعالیٰ عز و جل قد فضلہ صلی اللہ کا انکار کرے وہ میرے نزدیک ایسا زندق ہے  
علیہ وسلم علی الانبیاء علیہم السلام کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کو  
(النہ للابن خلال ۱: ۲۳۷ طبع دار الراۃ الریاض) قتل کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ



والسلام پر فضیلت عطا فرمائی۔

اور آپ مزید فرماتے ہیں:

فالعجب العجب ان النصارى تضحك اور تعجب در تعجب ہے کہ (گستاخان رسول کی وجہ  
بنا اننا نسلم الفضائل كلها لعيسى عليه سے) عیسائی ہم پر ہنستے ہیں کہ ہم تو حضرت عیسیٰ  
السلام تشبہ الربوبية. انه كان يحيى الموتى عليه السلام میں تمام ایسے فضائل تسلیم کرتے ہیں  
وحده ويرى الأكمة والابرص فهذه تكون جو بظاہر اللہ تعالیٰ کے اوصاف کے ساتھ مشابہت  
الافيه فسلمنا ذلك لعيسى بالرضا والصدق رکھتے ہیں۔ وہ مردوں کو زندہ کرتے کوڑھی اور  
بكتاب الله عز وجل انكر هذا المسلوب برص والے کو تندرست کرتے تھے۔ یہ اوصاف تو  
فضيلة لرسول الله صلى الله عليه وسلم صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ ہم نے یہ اوصاف اللہ  
ونحن نفخر على الامم كلها ان نينا افضل الانبياء. تعالیٰ کی کتاب کی تصدیق اور رضا کی بنا پر حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام کے لیے تسلیم کئے ہیں۔ یہ محروم  
(النسبة: ۱، ۲۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا انکار  
کرتا ہے۔ حالانکہ ہمیں تمام امتوں پر فخر ہے کہ  
ہمارے نبی ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ويتولد من هذا الجواب جواب آخر وهو ان اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے وہ یہ  
تكون الروح كناية عن السمع ويكون کہ رد روح سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ  
المراد ان الله تعالى يرد عليه سمعه الخارق عليه وسلم پر آپ کی سماعت خارق عادت کو لوٹا دیتا  
للعادة بحيث يسمع المسلم وان بعد قطره. ہے اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے



(اللمحاضی للفتاویٰ سیوطی ۵۳/۲ انباء الاذکیا بحیۃ الانبیاء والے کا (درود) سلام سنتے ہیں خواہ وہ کتنی دور  
ص ۴۲ دار الحدیث قاہرہ) ہی کیوں نہ ہو۔

### حضرت امام محمد بن عثمان میر غنی صاحب فرماتے ہیں:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمعک و لعلنی درود و سلام پڑھنے والے تو جان لے کہ حضور  
یراک ولو کنت بعید فانہ یسمع باللہ صلی اللہ علی وسلم تیرے درود پڑھنے کو سنتے اور تجھے  
ویری بہ فلا یخفی علیہ قریب ولا بعید۔ دیکھتے ہیں تو اگرچہ (مدینہ منورہ) سے دور ہی  
(سعادة الدرائن للامام نبھانی ص ۵۰۸) کیوں نہ ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طاقت  
سے سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں لہذا آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم پر نہ تو کوئی قریب کی چیز پوشیدہ ہے اور  
نہ ہی دور کی۔

حضرت علامہ امام علی نور الدین حلبی اپنے رسالہ (تعریف اہل الاسلام والایمان)  
فرماتے ہیں:

ورد فی صحیح الاخبار ان اللہ تبارک و صحیح احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ  
تعالیٰ و کل ملک بقبر النبی صلی اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر مقرر فرما رکھا  
وسلم یبلغہ الصلاة والسلام من المصلی ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صلاۃ و سلام پہنچاتا  
والمسلم علیہ وانه لیلۃ الجمعة و یومہا ہے اور جمعہ کے دن اور رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
یسمع ذلک بنفسہ و یرد بکل حال بذات خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور ہر حال جواب  
(جواہر البحار ۲/۲۱۱ الامام نبھانی) دیتے ہیں۔



## حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

بدانکہ وے صلی اللہ علیہ وسلم مے بےند جاننا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجھے دیکھتے  
وے شنود کلام ترا زیرا کہ وے متصف اور تیرا کلام سنتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
است بصفات اللہ تعالیٰ دیکھے از صفات اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہیں اور اللہ تعالیٰ  
الہی آل است کہ انا جلیس من ذکر نی کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ  
پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم نصیب نے فرمایا میں اس کا ہم نشین ہوں جو میرا ذکر کرے  
وافر است ازین صفت دتکملہ مدارج اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صفت سے  
النبوت جلد دوم۔ وافر حصہ ملا ہے!

## عاشق صادق ولی کامل حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل مہمانی فرماتے ہیں:

ویوئد سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر اس شخص کے سلام  
سلام من یسلم علیہ من بعید و قریب جو آپ پر دور و قریب سے سننے پر تائید کرتا ہے  
مشروعیۃ السلام علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نماز کے تشہد میں سلام کا جواز ہے کہ وہ صیغہ  
فی التشہد فی الصلاة بصیغۃ الخطاب خطاب ہے جبکہ نمازی کہتا ہے السلام علیک ایہا  
اذ یقول المصلی، السلام علیک ایہا النبی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پس اگر آپ صلی اللہ علیہ  
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فلولم یکن صلی اللہ وسلم زندہ نہیں اور (اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت  
علیہ وسلم حیا یسمع جمیع المصلین سے) تمام نمازیوں سے چاہے وہ کہیں بھی ہوں  
اینما کانوا باسماع اللہ لہ ذلک لما کان درود و سلام نہیں سنتے تو اس خطاب کرنے کا کوئی  
لہذا الخطاب معنی۔ معنی نہیں رہ جاتا۔

(شواہد الحق فی الاستغاثۃ بید الحق ص ۲۸۳)



حضرت امام علامہ زین الدین ابوبکر بن الحسین بن عمر المراغی م ۸۱۶ھ فرماتے ہیں:

اعلم ان كتب السنة متضمنة لاحاديث  
دالة على ان روح النبي صلى الله عليه  
وسلم ترد عليه، وانه يسمع ويرد عليهم  
السلام.  
(تحقيق النظره بتلخيص معالم دار العجزة ص ۱۱۶)  
جاننا چاہیے کہ کتب حدیث ایسی روایات سے بھری  
پڑی ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی روح لوٹادی گئی ہے اور  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم درود و سلام خود سنتے اور اس  
کا جواب دیتے ہیں۔

حضرت امام الحرمین فرماتے ہیں:

شهرستانی در غایتہ المرام از امام الحرمین  
نقل میکند کہ گفت پیغمبر خدا صلی  
الله علیہ وسلم زندہ است صلاة و  
سلامیکے بروے میفرستند استماع  
میکند. (جذب القلوب ص ۲۱۰)  
امام شہرستانی نے اپنی کتاب غایت المرام میں امام  
الحرمین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ اللہ  
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور جو لوگ  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام پڑھتے ہیں  
، آپ اسے سنتے ہیں۔

حضرت مولانا نور اللہ حیدر آبادی فرماتے ہیں:

ان روایات سے یہ بات ثابت کہ ایک فرشتہ تمام روئے زمین کے درود سنتا ہے  
اور خدمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کرتا ہے اور اس کو ویسی ہی سماعت دی گئی ہے  
جیسے ان فرشتوں کو دی گئی ہے جو اس کام پر مقرر ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا  
کریں جنکا حال ابھی معلوم ہوا۔ جب اتنی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض فرشتوں کے  
پاس قرب و بعد یکساں ہے اور ان واحد میں ہر شخص کی آواز برابر سنتے ہیں۔



تو اب اہل ایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطہ علمی میں شک کا کیا موقع ہوگا۔ اس لیے مبنی شک و انکار کا یہی تھا کہ اس میں شرک فی الصفت لازم آتا ہے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں یہ صفت موجود ہے تو چاہئے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطریق اولیٰ اور بدرجہ اتم ہو! چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح فرمادی۔  
(انوار احمدی ۵۷ طبع فیصل آباد)

امام العارفین حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی فرماتے ہیں

درود کے پاک آداب سے یہ ہے کہ درود پاک پڑھتے وقت یہ خیال رکھے کہ آپ حاضر ہیں اور سن رہے ہیں۔ (مقاصد السالکین ص ۵۶)

قطب وقت حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری فرماتے ہیں:

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محبت سے درود شریف پڑھے اس کو میں اپنے کانوں سے سنتا ہوں.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسی و زندہ ہونا قبر شریف اور استماع حالت حیات و ممات میں اور واقف ہونا احوال زرائین سے بلکہ تمام امت کے احوال خیر و شر کا پیش ہونا حضور میں خصوصاً جمعہ کے دن درود شریف اہل محبت کا، سمع شریف سے سننا اور جو روضہ انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے، اس کا جواب دینا ثابت ہے۔ (ملفوظات امیر ملت ص ۷۵)

ولی کامل حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف فرماتے ہیں:

موژ دیوے رب روح اسانوں کہیا شاہ عالی

روح مراد اہل تہمتہ شنوائی خرق عادت دے والی

جو شنوائی دنیا اُتے خرق عادت دی ہے



دورو نزدیکوں سُنن گل کرے کوئی کیسی  
 کر انصاف تو نہیں اے منکر اندر سنن نبی دے  
 عرشوں تحت تری تک سندے اندر بند بعیدے  
 پہلی حالت نالوں اوسدی ہے ہن پچھلی بہتر  
 قبر اندر کیوں سُن دانا ئیں سب نبیاں دامہتر

(ہدایت المسلمین میاں محمد بخش ص ۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسی قوت سماعت عطا فرمائی ہے کہ آپ اپنے امتیوں کا درود و سلام بلواسطہ اور بلاواسطہ ہر طریقے سے سماعت فرماتے ہیں اور اس میں استحالہ بھی کوئی نہیں یہ طاقت تو آپ کے وسیلہ و صدقہ سے آپ کے کئی غلاموں کو عطا فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ ایک فرشتہ کو ساری مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت عنایت فرمائی گئی ہے۔ اس حدیث کی تحقیق و تخریج پہلے صفحات میں گذر چکی ہے۔ اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے۔

**حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:**

ان اللہ تعالیٰ قال من عادى لى وليا فقد بيشك الله تبارك وتعالى نے فرمایا جس نے میرے آذنتہ بالحرب و ما تقرب الى عبدى ولى کی دشمنی کی میں نے اس سے اعلان جنگ کر بيشنى احب الى مما افترضت عليه دیا اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے نزدیک ولا يزال عبدى يتقرب الى بالنوافل ہوتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ محبوب چیز حتى احبته فاذا احبته فكنت سمعه الذى میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے يسمع به وبصره الذى يبصر به ويده التى ذریع میری ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے



یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا و ان یہاں تک میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور  
سألتی لا عطینہ.....

(صحیح بخاری ۲/۹۶۳ نوادر الاصول ص ۷۱، ۱۱۵)

جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے  
کان ہوں جاتا ہو جس سے وہ سنتا ہے اور میں  
اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے  
میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا  
ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے  
وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں

اسے ضرور دیتا ہوں

اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

و کذلک العبد اذا واطب علی الطاعات جب بندہ نیکیوں پر موعظت کرتا ہے تو وہ اس مقام  
بلغ الی المقام الذی یقول اللہ کنت لہ تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے  
سمعا و بصرا فاذا صار نور جلال اللہ کنت لہ سمعا و بصرا فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ کے  
سمعہ سمع القریب والبعید واذا صار جلال کا نور اس کے کان بن جاتا ہے تو وہ شخص  
ذلک النور بصرا لہ رای القریب والبعید دور و نزدیک سے سنتا ہے اور جب یہی نور اس کی  
واذا صار ذلک النور یدالہ قدر علی آنکھیں ہو گیا تو وہ دور و نزدیک سے دیکھتا ہے  
التصرف فی الصعب والسهل والبعید اور جب یہی نور جلال اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے تو  
والقرب یہ ولی مشکل اور آسان دور و نزدیک میں تصرف  
(تفسیر کبیر۔ زیر آیت ام حسبہ ان اصحاب الکہف والرقیم) کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔



حضرت امام شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

وذكروا ان من القوم من يسمع في الله عارفين (اولياء) نے ذکر کیا کہ قوم میں ایسے لوگ  
ولله وبالله من الله جل وعلی ولا يسمع بھی ہیں جو اللہ میں اللہ کے لئے اللہ کے ساتھ  
بالسمع الانسانی بل يسمع بالسمع اللہ سے سنتے ہیں وہ انسانی سماعت سے نہیں سنتے  
الربانی کما فی الحدیث القدسی کنت بلکہ ربانی سماعت سے سنتے ہیں جیسا کہ حدیث  
سمعه الذی يسمع به ..... انتھی قدسی میں وارد ہے کہ میں اس کے کان بن جاتا  
(تفسیر روح المعانی پ ۲۵/۱۰۲) ہوں وہ جن سے سنتا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام اولیاء کرام و امتیوں کی یہ شان ہے تو آقا دو جہاں  
امام الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت سماعت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
قوت بصارت کی کیا شان اقدس ہوگی۔

حضرت فاروق اعظم کا دور سے دیکھ کر آواز پہنچانا اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا  
دور سے آواز سننا:

عن ابن عمران عمر بعث جيشاً وامر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت  
عليهم رجلا يدعى سارية فبينما عمر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر  
رضی اللہ عنہ بخطب فجعل يصيح بھیجا اور ان پر امیر ساریہ رضی اللہ عنہ نامی آدمی کو  
ياسارى الجبل. فقدم رسول من الجيش بنایا ایک مرتبہ حضرت عمر خطبہ دیتے ہوئے پکارا  
فقال يا امير المؤمنين لقينا عدونا فهزمونا اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف ہو جا (تین  
فاذا صائح يصيح ياسارية الجبل فاسندنا مرتبہ فرمایا) لشکر سے ایک پیغام لانے والا آیا اور



ظہورنا الی الجبل فہز مهم اللہ فقلنا  
 لعمر کنت تصحیح بذایک۔  
 کہا اے امیر المومنین ہم دشمن سے ملے پس ہم  
 شکست کے قریب تھے کہ ایک پکانے والے نے پکارا  
 اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف ہو جا۔ پس  
 ہم نے اپنی پیٹھ پہاڑ کی طرف کر لی پس دشمن کو  
 شکست ہو گئی۔ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے  
 عرض کی کہ آپ نے یہ آواز دی تھی۔

### تخریج حدیث:

- ۱۔ دلائل النبوة ولفظہ الامام بیہقی ۳۷۰/۶
- ۲۔ دلائل النبوة الامام ابی نعیم ۵۸۱/۲-۵۷۹/۲
- ۳۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ الجماعۃ الامام لا کائی ۱۳۳۱، ۱۳۳۰/۷
- ۴۔ کرامات اولیاء اللہ ۱۲۸ برقم ۶۷
- ۵۔ کرامات اولیاء ابن الاعرابی = بحوالہ تخریج الاربعین السلمیۃ فی التصوف
- ۶۔ فوائد الدیر عاقولی = التصوف۔ للسخاوی ۴۴
- ۷۔ الاربعین ابو عبد الرحمن السلمی مع تخریج للسخاوی ۴۴
- ۸۔ الطبقات الکبری
- ۹۔ تاریخ الامم والملوک الامام طبری ۲۵۴/۳
- ۱۰۔ ازالۃ الخفاء عن خلافتہ الخلفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۶۶/۲
- ۱۱۔ طبقات اشافعیۃ الکبری تاج الدین السبکی ۳۲۴/۲ طبع جدید



۱۲۔ کتاب الاعتقاد

امام بیہقی ۲۰۳

۱۳۔ تہذیب الآثار

عبد الملک بن محمد الخرقوشی ۴۷، ص ۳۶۲

امام زرکشی فرماتے ہیں:

وقد افراد الحافظ قطب الدین عبدالکریم الحلبي لهذا الحديث جزءاً وثيق رجال هذه الطريق (اللاي المنشورة في الاحاديث المشهورة ص ۱۶۷ حافظ قطب الدین عبدالکریم حلبی نے اس حدیث کے طرق پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور اس سند کے تمام راویوں کی توثیق کی ہے۔ امام حافظ سخاوی فرماتے ہیں:

وهو اسناد حسن  
اور وہ سند حسن ہے۔

(تخریج احادیث المسلمیة للتصوف للسخاوی ص ۴۵ والمقاصد الحسنة ص ۷۳۷)

آپ مزید فرماتے ہیں:

قلت وللقصة طرق منها ماروی ابن میں کہتا ہوں کہ اس قصہ کے کئی طرق ہیں۔ ان  
مردویة من طریق میمون بن مهران عن میں سے ایک طریق وہ جس کو ابن مردویہ نے  
ابن عمر عن ابیه ..... ومنها ما اخرج میمون بن مهران عن ابن عمر عن ابیه کی سند سے روایت  
الواقدي عن اسامة بن زيد بن اسلم عن کیا ہے اور ایک وہ جس کو واقدی نے اسامہ بن زید  
ابیہ ..... ومنها ماروی سيف عن بن اسلم عن ابیه کی سند سے بیان فرمایا اور وہ جس  
ابی عثمان وابی عمرو بن العلاء۔ کو سيف نے عثمان اور ابو عمرو بن العلاء کی سند  
(تخریج احادیث المسلمیة فی التصوف ص ۴۷-۴۸) سے روایت کیا ہے۔

حضرت امام شامی فرماتے ہیں:



والاثر عن امير المؤمنين عمر رضى الله اور حضرت امير المؤمنين عمر فاروق رضى الله عنه سے  
تعالى عنه صحيح انه قال يا سارية . یہ اشرح سند سے ثابت کہ آپ نے فرمایا۔ یا ساریہ  
(اجلۃ الفوت فی رسائل ابن عابدین ۲/۲۷۹) الجبل۔

### صدیق الحسن بھوپالوی غیر مقلد نے تحریر کیا ہے:

چنانچہ لوگ اب تک اس غار کو معظم جان کر تبرک حاصل کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں قصہ  
ساریہ کو بیہتی اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں اور لا لکائی نے شرح السنۃ میں اور دیر عاقولی نے فوائد  
میں اور ابن الاعرابی نے کرامات اولیاء میں اور خطیب نے رواۃ مالک عن نافع عن ابن عمر سے  
روایت کیا ہے۔ الفاظ کا کچھ فرق ہے۔

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے کہ اسنادہ حسن

(تکریم المؤمنین بتقویم مناقب خلفاء الراشیدین ص ۶۱)

### مولوی احمد حسن دہلوی غیر مقلد نے لکھا ہے:

اخرجه ايضاً أبو عبد الرحمن السلمی فی اس کو ابو عبد الرحمن سلمی نے اربعین اور ابن اعرابی  
الاربعین وابن الاعرابی فی کرامات نے کرامات اولیاء ابو نعیم نے دلائل ولا لکائی نے  
اولیاء و ابو نعیم فی الدلائل واللالکائی سنہ اور ابن عسا کر نے مسند میں روایت کیا (البانی  
فی السنۃ وابن عسا کر فی مسندہ) (و حسن نے اس کی سند کو حسن کہا ہے) اور حافظ ابن حجر نے  
الالبانی اسنادہ) وقال الحافظ ابن حجر اصابہ (۳/۲) میں اس کی سند کو حسن کہا اور حافظ  
فی الاصابہ (۳/۲) اسنادہ حسن (وقال ابن کثیر نے (البدایہ والنہایہ ۱۳۱/۷) میں کہا کہ  
الحافظ ابن کثیر هذا اسناد جيد حسن " اس کی سند پختہ اور حسن ہے اور اس کو خطیب نے  
البدایہ ۱۳۱/۷) و اخرجه ايضاً الخطيب رواۃ مالک اور ابن عسا کر نے بھی اپنی مسند



فی رواة مالک وابن عساکر فی مسنده میں اور ابن مردویہ نے اسی طرح روایت کیا ہے  
 وابن مردویہ بنحوہ.....

تنقیح الرواة فی تخریج.

(احادیث مشکوٰۃ ۴/۱۹۳ باب الکرامات حوالہ)

للاحمد حسن دہلوی و ابی سعید محمد شرف الدین دہلوی مع الاستدراکات  
 حافظ صلاح الدین یوسف و حافظ نعیم الحق نعیم کلہم . من غیر المقلدین .  
 جس پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی یہ شان ہے تو اس کی اپنی کیا شان مبارک ہوگی۔ لیکن نہ  
 جانے منکرین شان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا بیماری ہے کہ ہر عظمت و شان والی چیز میں ان کو کچھ  
 نہ کچھ عیب کیوں نظر آتے ہیں۔

ارے تجھ کو کھائے تپ سقر

تیرے دل میں کس سے بخار ہے



## حدیث نمبر ۱۹:

واخبرنا ابو عبد الله الحافظ نا ابو عبد  
 الله الصفارنا ابو بكر بن ابى الدنيا  
 حدثنى سويد بن سعيد حدثنى ابن ابى  
 الرجال عن سليمان بن سحيم قال:  
 رايت النبی صلی الله علیه وسلم فی النوم  
 قلت یا رسول الله. هؤلاء الذین یأتون  
 فیسلمون علیک اتفقہ سلامهم قال: نعم  
 حضرت سلیمان بن حکیم (تابعی۔ ثقہ) نے فرمایا  
 کہ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی زیارت ہوئی میں نے عرض کیا۔ یا رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ لوگ آپ کی بارگاہ میں  
 حاضر ہوتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ کیا  
 آپ ان کا سلام سنتے اور سمجھتے ہیں۔ آپ نے  
 فرمایا۔ ہاں! ہم ان کے سلام کا جواب بھی دیتے  
 ہیں۔

## تخریج حدیث:

۴۹۱/۳	امام بیہقی	شعب الایمان لفظ لہ
۳۶۵/۳	ابن عساکر	تہذیب تاریخ دمشق
۵۲۲/۴	امام غزالی	احیاء العلوم
۱۱۹	عبدالحق اشبیلی	کتاب العاقبہ
۶۴/۲	قاضی عیاض	الشفاء
۳۶/۱	موفق الدین بن عثمان م ۶۵۱ھ	مرشد الزوار قبور الابرار

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں اور صلاۃ و سلام سنتے  
 اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ اور کئی خوش بخت حضرات آپ کے جواب کو سماعت بھی فرماتے  
 ہیں:

اس کی شاہد کئی احادیث ہیں جن میں سے کچھ یہاں نقل کی جاتی ہیں۔



## حدیث نمبر ۱:

حدثنا احمد بن عيسى حدثنا ابن وهب بسند مذکور حضرت ابو هريره رضی اللہ عنہ روایت  
عن ابی صخران سعیداً المقبری اخبرہ کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ  
أنه سمع ابا هريرة يقول سمعت رسول علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: (والذي قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابو القاسم صلی اللہ  
نفسی ابی القاسم بیدہ لینزلن عیسے بن علیہ وسلم کی جان ہے۔ البتہ ضرور حضرت عیسے بن  
مریم اماما مقسطا و حکماً عدلاً فلیکسرن مریم علیہ اسلام امام منصف اور حاکم عادل بن کر  
الصليب وليقتلن الخنزير وليصلحن ذات نازل ہوں گے۔ یقیناً صلیب توڑیں گے اور خنزیر  
البین وليذهبن الشحناء وليعرضن علیہ کو قتل کرینگے۔ لوگوں کے آپس میں معاملات  
المال فلا يقبله احد. ثم لئن قام علی قبری درست فرمائیں گے اور لوگوں کی ایک دوسرے  
فقال يا محمد لا جبينه. سے دشمنیاں ختم کر دیں گے اور مال پیش کریں  
(مسند ابی یعلیٰ تحقیق الاثری ۱۰۱/۶ موسر علوم القرآن گے تو کوئی اس کو نہ لے گا۔ پھر اگر وہ میری قبر پر  
۳۶۲/۱۱ دارالمامون مون للشرات بیروت) کھڑے ہو کر کہیں گے۔ یا محمد تو میں ضرور بر ضرور  
ان کو جواب دوں گا۔

اور مستدرک حاکم کے الفاظ اس طرح ہیں:

ولياتين قبری حتی یسلم علی ولاردن وہ میری قبر پر حاضر ہو کر مجھے سلام عرض کریں  
علیه. (مستدرک ۵۹۵/۲) گے تو میں یقیناً ان کو جواب دوں گا۔  
امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام ذہبی نے فرمایا صحیح ہے۔



## امام ابو بکرؓ فرماتے ہیں:

رواہ ابو یعلیٰ و رجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد)  
اس کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا اور اس کے راوی صحیح بخاری ۲۱۱/۸ باب ذکر الانبیاء کے راوی ہیں۔

## آپ مزید فرماتے ہیں:

قلت: هو فی الصحیح بغير هذا السياق. میں کہتا ہوں کہ یہ روایت صحیح بخاری (۴۹۰/۱) میں (العلیٰ فی زوار ابی یعلیٰ ۱۳۲/۳ موجود ہے) ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ کے ساتھ المقصد امام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف پر یہ باب باندھا حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں حیات المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ ۳۲۹/۲، ۲۳/۲

جہاں اس حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر ثابت ہو رہی ہے وہیں یہ بھی ثابت ہو رہا ہے حج یا عمرہ کرنے والے شخص کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر حاضر کے صیغے سے صلاۃ و سلام پیش کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے اور حج و عمرہ کے بعد مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر نیت کر کے جانا ناجائز نہیں بلکہ انبیاء کرام کا مبارک طریقہ ہے۔

## اعتراض

اس حدیث شریف پر منکرین شان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: مسند احمد میں لیا تین قبری حتیٰ یسلم علی ولادون علیہ.... کے الفاظ ہی نہیں اور مستدرک حاکم میں یہ الفاظ ہیں۔ مگر حاکم کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔ (محمد بن اسحاق پر مؤلف نے طویل جرح



کی ہے)..... اور باقی حدیث کی کتب میں یہ الفاظ صحیح سند کے ساتھ کہیں نہیں ملتے۔ اور کیا عجب ہے۔ کہ یہ محمد بن اسحاق کے دجل اور کذب کا ہی کرشمہ ہو۔ (از شیر محمد آئینہ تسکین الصدور۔ ۱۳۴)

**جواب:**

قارئین محترم یہ ہے ان حضرات کی تحقیق اور دیانت۔ اصل میں جو شخص انبیاء کرام کا گستاخ ہو تو اسے اچھی و بری، پاک و ناپاک اور نیک و بد کی تمیز ہی نہیں رہتی۔ جہاں فضیلت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی روایت دیکھی، فوراً اس کو رد کرنے پر تل گئے اور اپنی قسمت و قبر کی طرح صفحات سیاہ کرنے شروع کر دیئے۔ مولوی مذکور نے اس روایت کے صرف ایک راوی محمد بن اسحاق پر جرح چار صفحات میں نقل کی ہے۔ حالانکہ اس میں محمد بن اسحاق متفرد نہیں ہے، ہم نے مانا کہ محمد بن اسحاق ضعیف بلکہ زبردست ضعیف ہے لیکن کہاں؟ احکام میں حلال و حرام میں! فضائل اور تاریخ میں یہ راوی امام اور اتنا ہی ثقہ ہے جتنا کہ احکام میں کمزور ہے اور یہ حدیث شریف تو باب فضائل میں سے ہے لہذا یہاں اگر یہ متفرد بھی ہوتا تو قابل قبول تھا جبکہ ہماری پیش کردہ روایت مسند ابی یعلیٰ کی سند میں تو یہ راوی سرے سے ہے ہی نہیں۔

اور مسند ابی یعلیٰ کی سند کے تمام راوی صحیحین کے راوی ہیں جیسا کہ امام ھیشمی کے حوالہ سے گذرا۔ اس سند کا پہلا راوی احمد بن عیسیٰ ہے۔ اس سے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔

دوسرا راوی ابن وہب یعنی عبداللہ بن وہب بن مسلم ہے۔ جو کہ زبردست ثقہ راوی ہے۔ اس سے بھی حضرات شیخین نے صحیحین میں روایت لی ہے۔

تیسرا راوی ابو صخر یعنی حمید بن زیاد

اس سے امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت لی ہے



جبکہ امام احمد یحییٰ بن معین ابن عدی وغیرہ نے اس کی توثیق فرمائی ہے۔

(تہذیب الکمال ۵/۲۲۳-۲۲۴)

چوتھا راوی۔ سعید بن ابی سعید المقبری۔ یہ صحیحین کا مرکزی راوی ہے۔ اور زبردست ثقہ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کی زبردست دلیل ہے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے.. لاندہبوں کے ذہمی زمان زبیر علی زئی نے لکھا اس کی سند حسن ہے اس کے تمام راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں (ماہنامہ محدث صفحہ ۳۳ ماہ جولائی ۱۹۹۵)  
(خادم مناظر اسلام قاری محمد ارشد مسعود غنی عنہ)

## حدیث نمبر ۲

### روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان و اقامت کی آواز آنا

عن سعید بن المسیب قال: لقد رأيتني  
ليالي الحرة ومافي مسجد رسول الله  
صلى الله عليه وسلم غيري وماياتي وقت  
صلاة الا سمعت الاذان من القبر ثم اتقدم  
فاقيم واصلى وان زمرا فيقولون: انظروا  
الى الشيخ المجنون.  
(دلائل النبوة لابن نعيم ۲/۵۶۷) لفظہ  
حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ایام حرہ کی راتوں میں میں نے خود کو یوں پایا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی نہ ہوتا تھا اور جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو مجھے قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آذان کی آواز آتی تو میں آگے بڑھ کر اقامت کہتا اور نماز پڑھ لیتا جبکہ اہل شام مسجد میں گروہ درگروہ آتے اور کہتے کہ اس پاگل بوڑھے کو دیکھو۔

الفصل الثامن العشرون، زبیر بن یحییٰ فی اخبار المدینۃ بحوالہ سبل الہدیٰ دار الشاد للشمی ۱۲/۳۵۷



کرامات اولیاء اللہ۔ امام لا لکائی ۱۸۳/۹ سنن الدارمی۔ امام دارمی ۴۳/۱ طبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۳۲/۵، باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ صحیح اثر بتا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں۔ اور پانچوں وقت آذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں جیسا کہ حضرات فقہاء و محدثین نے فرمایا ہے۔

**امام زرقانی فرماتے ہیں:**

لحياته في قبره يصلی فيه باذان واقامة  
(زرقانی شرح المواہب ۱۶۹/۸)  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں حقیقی حیات کے  
ساتھ زندہ ہیں اور آذان و اقامت کے ساتھ نماز  
ادا فرماتے ہیں۔

**امام عبدالوہاب الشعرانی فرماتے ہیں:**

وهو حي في قبره يصلی فيه باذان واقامة  
وكذلك الانبياء.  
(كشف الغم عن جميع الامت ۶۷/۱ کتاب النکاح)  
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور  
اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔  
ایسے ہی دیگر انبیاء کرام بھی ادا فرماتے ہیں۔

اس اثر پر بھی منکرین و معاندین نے چند اعتراضات کئے ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

**مسعود الدین عثمانی نے کہا:**

ایک ناقابل اعتبار روایت بیان کی جاتی ہے کہ ”واقعہ الحرة“ کے زمانہ جو ذوالحجہ ۶۳ھ  
میں پیش آیا۔ تین رات دن مسجد نبوی میں نہ تو آذان دی جاسکی نہ اقامت ہوئی۔ لیکن سعید بن  
مسیب نے مسجد نہیں چھوڑی۔ وہ نماز کا وقت قبر نبوی سے آنے والی ایک دبی دبائی آواز سے معلوم کر  
لیتے (رواہ الدارمی۔ مشکوٰۃ ۵۴۵) سند یوں ہے:



اخبرنا مروان بن محمد عن سعيد بن عبدالعزيز (عن سعيد بن المسيب) اور یہ دونوں ناقابل اعتبار ہیں۔

سعيد بن عبدالعزيز کا سعيد بن مسيب سے سماع ثابت نہیں۔ اس لئے یہ روایت منقطع ہے اور مروان بن محمد کو ابن حزم نے ضعیف کہا اور عقيلي کہتے ہیں کہ وہ گروہ مرجیہ میں سے تھا۔ (میزان الاعتدال ۱۶۳/۳) (یہ قبریں یہ آستانے ص ۲۱)

معرض مذکور نے اس صحیح روایت کو ناقابل اعتبار ثابت کرنے کے لئے دو اعتراض کئے ہیں جو کہ بالکل غلط اور معرض مذکور کی جہالت اور علم حدیث سے ناواقفیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۱۔ مروان بن محمد اور سعيد بن عبدالعزيز دونوں ناقابل اعتبار ہیں۔ کیوں؟ سعيد بن عبدالعزيز کا سعيد بن مسيب سے سماع ثابت نہیں۔

اور یہ بات صحیح بھی ہو تو اس سے راوی ناقابل اعتبار کیسے ہوا؟ یہ قانون کس نے کہاں تحریر فرمایا ہے؟ عثمانی کا کوئی گمراہ مرید اس کا جواب دے گا.....؟ ہمیں انتظار رہے گا۔

حالانکہ یہ بات ہی غلط ہے۔ جناب سعيد بن عبدالعزيز جو کہ زبردست ثقہ امام ہے اس کی حضرت سعيد بن مسيب سے ملاقات کا قوی امکان موجود ہے لہذا یہ روایت منقطع نہیں بلکہ متصل ہے۔ کیونکہ حضرت سعيد بن مسيب کی وفات بقول واقدی ۹۴ھ اور بقول ابو نعیم ۹۳ھ (تہذیب الکمال ۳۰۳/۷) اور امام یحییٰ بن معین کے قول کے مطابق ان کی وفات ۱۰۰ھ ہے (تہذیب الجہذریب ۸۶/۴)

جبکہ سعيد بن عبدالعزيز کی ولادت حسن بن بکار بن بلال کے قول کے مطابق ۸۳ھ ہے لہذا کم از کم دس سال اور زیادہ سے زیادہ سترہ سال کا عرصہ ہے کیا اتنے سالوں میں آدمی دوسرے سے ملاقات نہیں کر سکتا؟



اور سند کے اتصال کے لیے امکان لقا ہی کافی ہے جیسا کہ اصول کی کتب میں تفصیل موجود ہے۔ لہذا یہ روایت منقطع و مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔

دوسرا اعتراض کہ مروان بن محمد کو ابن حزم نے ضعیف کہا ہے اور عقیلی کہتے ہیں کہ وہ گروہ مرجیہ میں سے تھا!

ہم کہتے ہیں کہ مروان بن محمد زبردست ثقہ اور ثبت ہے۔ اور جہاں تک اس کا مرجی ہونا ہے تو جب تک اپنے عقیدہ کے بارے میں روایت نہ کرے اس وقت تک جرح ہی تصور نہیں ہوگی۔ امام ابو حاتم اور صالح بن محمد الحافظ نے فرمایا ثقہ ہے۔

امام عبد اللہ بن یحییٰ بن معاویہ الهاشمی نے فرمایا میں نے تین طبقات پائے ان میں سے ایک سعید بن عبد العزیز کا اور اس طبقہ میں میں نے مروان بن محمد سے زیادہ خاشع شخص نہیں دیکھا۔ امام سلیمان الدرائی نے کہا کہ میں نے کوئی شامی مروان بن محمد سے افضل نہیں دیکھا۔ ان سے کہا گیا کہ اس کا شیخ سعید بن عبد العزیز اور یحییٰ بن حمزہ بھی نہیں تو انہوں نے فرمایا وہ بھی نہیں امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا۔

امام ابو زرہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام احمد نے فرمایا تمہارے پاس تین محدث ہیں۔ مروان بن محمد ولید بن مسلم اور ابو مسہر۔

ابن معین نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ دارقطنی نے کہا ثقہ ہے۔

(تہذیب الکمال ۱۸/۲۰-۱۹)

جب محدثین کے اتنی کثیر تعداد بالاتفاق اس کی توثیق فرما رہی ہے تو پھر ابن حزم کا اس کو ضعیف کہنا اس کو کوئی نقصان نہیں دیتا ویسے بھی ابن حزم کا رد کیا گیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:



وضعه ابو محمد بن حزم خطأ لانا  
 لا نعلم له سلفاً في تضعيفه  
 (تہذیب العذب ۹۶/۱۰)  
 اس کو ضعیف کہنا ابن حزم کی غلطی ہے کیونکہ ہم نہیں  
 جانتے کہ ابن حزم سے پہلے بھی کسی نے اس کو  
 ضعیف کہا ہو۔

لہذا عثمانی کا اس کو ضعیف قرار دے کر ناقابل اعتبار کہنا اپنے ایمان کو ہی ناقابل اعتبار کرنے کے  
 مترادف ہے۔

محمد حسین نیلوی مماتی نے اعتراض کیا ہے۔

اس میں ایک راوی سعید بن عبدالعزیز جو ثقہ امام ہے۔ لکنہ اختلط فی آخر عمرہ (تقریب)  
 لیکن اس کی اخیر عمر میں حافظہ خلط ملط ہو گیا تھا۔ (ندائے حق ۱/۳۷۳)  
 معلوم ہوتا ہے کہ جناب نیلوی صاحب کو مختلط کی روایت کے قبول اور عدم قبول کے  
 اصول کا ہی علم نہیں ورنہ ایسی ادھوری اور بے تکی بات ہرگز نہ تحریر کرتے۔

**مختلط کی روایت کے قبول اور عدم قبول کا اصول امام ابن الصلاح فرماتے ہیں:**

والحکم أنه يقبل حديث من اخذ عنهم ان (مختلطین) میں حکم یہ ہے کہ ان کی حدیث  
 قبل الاختلاط ولا يقبل حديث من اخذ اختلاط سے پہلے روایت لینے والوں سے قبول کی  
 عنهم بعد الاختلاط أو أشكل أمره فلم جائے گی اور جن راویوں نے ان سے اختلاط کے  
 بدرہل اخذ عنه قبل الاختلاط أو بعده۔ بعد روایت لی یا ایسے راوی کہ جن کے بارے  
 (مقدمہ ابن الصلاح مع شرح التقييد والایضاح ۴۴۲) میں یہ امر مشکل ہو کہ انہوں نے اختلاط سے پہلے  
 روایت لی یا بعد میں تو ایسے راویوں سے روایت  
 قبول نہیں کی جائے گی۔

تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ اصول امام ابن حبان نے بھی بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:



(کتاب الحجر وحین من الحمد ثین والضعفاء والمتر وکین ۱۲۹۵/۲) (ترجمہ محمد بن فضل) تو ثابت ہوا کہ ہر مختلط کی روایت ہر حالت میں مردود نہیں ہوگی بلکہ جب ان سے روایت کرنے والا روای اگر اختلاط سے پہلے روایت کرنے والا ہے تو روایت مقبول اور صحیح ہوگی۔

اور یہاں اس روایت میں سعید بن عبدالعزیز سے راوی، مروان بن محمد ہے جو کہ اس سے قبل الاختلاط روایت کرتا ہے۔

### امام ابن الصلاح فرماتے ہیں:

واعلم أن من كان من هذا القبيل محتجا بروايته في الصحيحين أو احدهما فانا نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز كان ما خوذ عنه قبل الاختلاط

اور اس قبیل کے راوی جن سے صحیحین یا ان میں کسی ایک میں روایت لی گئی ہے تو ہم پہچانیں گے کہ اس سے روایت کرنے والے نے اختلاط سے پہلے روایت لی ہے۔

(مقدمہ ابن الصلاح مع شرح ۴۶۶)

اور مروان بن محمد کی روایت سعید بن عبدالعزیز سے۔ صحیح مسلم میں موجود ہے لہذا ثابت ہوا کہ مروان بن محمد نے سعید بن عبدالعزیز سے ان کے مختلط ہونے سے پہلے روایت لی ہے۔

### سعید بن عبدالعزیز کے متابع:

اور پھر جناب نیلوی و عثمانی اور ان کے حواریوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس روایت میں سعید بن عبدالعزیز بھی نہیں ہے۔ اگرچہ وہ متفرد ہونے کا باوجود بھی اتنا ثقہ ہے کہ اس کی روایت صحیح ہے۔ یہاں تو اس کے ثقہ متابع موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اخبرنا الوليد بن عطاء بن الأغر المكي قال: اخبرنا عبد الحميد بن

سليمان عن أبي حازم قال: سمعت سعيد بن المسيب يقول



طبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۳۲/۵ کرامات اولیاء اللہ للامام لاکائی ۱۸۳/۹

اخبرنا محمد بن عمر قال: حدثني طلحة بن محمد بن سعيد عن ابيه قال: كان سعيد بن المسيب ايام الحرة في المسجد..... (طبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۳۲/۵) پہلی سند میں سعید بن عبدالعزیز کا متابع ابو حازم سلمہ بن دینار ہے جو کہ صحیحین کا زبردست ثقہ راوی ہے۔ نہ تو اس کے بارے میں یہ جرح ہے کہ یہ مختلط ہو گئے تھے اور نہ ہی ان کی سعید بن مسیب سے ملاقات پر اعتراض ہے۔ جبکہ دوسری سند میں سعید بن عبدالعزیز کا متابع محمد بن سعید ہے جو کہ حضرت سعید بن المسيب کا بیٹا ہے اور یہ بھی ثقہ ہے۔

جب یہ روایت سند و متن کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے تو اس کو ماننا ہی مسلمانی ہے۔ لیکن ایک نام نہاد (غیر ملقد) اہلحدیث کی بھی سنئے کہ وہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

واقعہ حرہ میں سعید بن المسيب کا مسجد نبوی میں اذان سننا مدعا کے لحاظ سے بالکل بے معنی ہے۔ سعید بن المسيب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہیں پہچانتے تھے ممکن ہے یہ آواز کسی پاکباز جن یا فرشتہ کی ہو۔ اس سے آنحضرت کی دنیوی زندگی کیسے ثابت ہوئی۔

تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدید مساعی ص ۴۱۶ از مولوی اسماعیل سلفی (استغفر اللہ) لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ ہے۔ ان لوگوں کا گندہ عقیدہ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پاکباز جن یا فرشتہ تو نہیں بولا البتہ اس مولوی مذکور کی زبان و قلم پر ضرور کسی خبیث جن یا ابلیس کا قبضہ ہے۔ آج تک کسی راسخ العقیدہ مسلمان نے یہ قول نہیں کیا سوائے ابن تیمیہ یا اس کی ذریت کے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو ارشاد فرمایا کہ میری قبر پر فرشتہ ہے جو مجھے تمہارا (امت کا) درود و سلام پہنچاتا۔ یہ کسی حدیث شریف میں نہیں کہ جن یا فرشتہ میری قبر میں اذان دیا کرے گا۔ اگر کوئی ایسی حدیث ہے تو اس کا حوالہ سلفی صاحب کے حواریوں کی طرف سے آنا چاہیے۔



اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو وہ اپنی دیگر گستاخیوں کے ساتھ ساتھ اس گستاخی کی سزا بھی بھگت رہا ہوگا۔ اب اس کے حواریوں کو ہی اپنی گستاخانہ ذہنیت سے توبہ کر لینی چاہیے۔ یہ تو وہ بارگاہ ہے کہ جس کے بارے کسی نے کہاں:

لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی ہے  
اور ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر  
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

شاہد نمبر ۳:

عن ابن بشار قال حججت فی بعض  
السنین فجنت المدینة فتقدمت الی قبر  
رسول الله صلی الله علیه وسلم فسلمت  
علیه فسمعت من داخل الحجرة و  
علیک السلام.  
حضرت امام ابراہیم بن بشار فرماتے ہیں کہ میں  
نے ایک سال حج کیا تو مدینہ شریف حاضر ہوا اور  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی طرف گیا اور  
سلام عرض کی تو میں نے حجرہ سے وعلیک السلام  
کی آواز سنی:

(ابن النجار بحوالہ سبل الہدی والد شارح ۱۲/۳۵۷، شفا السقام ۵۱، جذب القلوب ۱۹۹)

شاہد نمبر ۴:

ابن بخاری روایت کرتے ہیں:

اخبرنی ابو محمد داود بن علی بن محمد  
بن هبة الله بن المسلمة قال: انبا ابو  
الفرج المبارك بن عبد الله بن محمد بن  
النقور قال حکى لی شیخنا ابو نصر  
بسنہ مذکور حضرت امام عبدالواحد بن عبدالملک بن  
محمد بن نقود الکرجی قطب وقت فرماتے ہیں کہ میں  
نے اکیلے حج کیا اور حج سے پہلے مدینہ طیبہ نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضری



عبدالواحد بن عبدالملک بن محمد بن دی۔ پس میں مدینہ میں داخل ہوا اور آپ صلی اللہ  
 ابی سعد الصوفی الکرجی قال: حججت علی الانفراد وقصدت المدينة صلوات  
 اللہ علی ساکنها قبل الحج لزيارة النبی صلی اللہ علیہ وسلم والحج بعد ذلك  
 لاحظی بزيارة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فدخلت وزرت النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم وجلست عند الحجرة فبینا أنا جالس اذ دخل الشيخ ابوبکر الدیار  
 بکری ووقف، بازاء وجه النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال: السلام علیک یا رسول  
 اللہ، فسمعت صوتاً من الحجرة وعلیک السلام یا ابابکر فقلت للشيخ ابی نصر

دی۔ پس میں مدینہ میں داخل ہوا اور آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی (قبر منورہ) کی زیارت کی اور حجرہ  
 پاک کے قریب بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھنے کے دوران  
 ہی شیخ ابوبکر دیار بکری حاضر ہوئے اور آپ صلی  
 اللہ علیہ وسلم کے موابعد شریف کے سامنے کھڑے  
 ہو کر عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ تو میں نے  
 حجرہ شریف سے آواز سنی وعلیک السلام اے ابوبکر  
 راوی کہتا ہے میں نے شیخ ابونصر الکرجی سے پوچھا  
 اے میرے آقا آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں  
 کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام  
 کا جواب سنا تو انہوں نے فرمایا میں نے اور اس  
 وقت جتنے لوگ حاضر تھے۔ سب نے حجرہ سے سنا  
 السلام علیک یا ابابکر۔

الکرجی مستثبتاً: یا سیدی: سمعت

النبی صلی اللہ علیہ وسلم رد علیہ: فقال

سمعت من داخل الحجرة: وعلیک

السلام یا ابابکر وسمعه من حاضر.

(ذیل تاریخ بغداد ابن نجار ۱۶/۲۵۴، ۲۵۵)

ایسے بیشمار واقعات ہیں کہ بعض اولیاء کرام علیہم الرحمہ نے جواب سنا، جن سے معلوم ہوتا



ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ انبیاء کرام کی قبور پر جا کر ان سے سوال کرنا یہ سنت انبیاء اور ان حضرات کا قبور سے جواب دینا یہ بھی حضرات انبیاء کرام کی سنت ہے۔

### حیاء اور کلام فی القبر کا عجیب واقعہ:

حدثنا ابن فضیل عن سلیمان التیمی عن بسند مذکور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سفیان عن ابی اسحاق عن عمارۃ بن عبد کہ حضرت موسیٰ و ہارون اور شبر و شبیر تشریف لے عن علی قال: انطلق موسیٰ و ہارون علیہم گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایک پہاڑ پر پہنچے۔ وہاں ایک تخت السلام و انطلق شبر و شبیر۔ فانتھوا الی جبل تھا تو حضرت ہارون علیہ السلام اس پر آرام فرمانے فیہ سریر فنام علیہ ہارون فقبض روحہ فرجع کے لئے لیٹ گئے اور ان کی روح قبض ہو گئی تو موسیٰ الی قومہ فقالوا انت قتلته حسد تنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس آئے علی.... خلقہ قال: کیف اقلته ومعی ابناؤہ تو انہوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام تو نے حضرت قال فاختر واسبعین رجلا قال فاختر او ہارون علیہ السلام پر حسد کرتے ہوئے ان کو قتل کر دیا من کل سبط عشرة قال وذلك قوله ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں اس کو کیسے قتل واختر موسیٰ قومہ سبعین رجلا فانتھوا۔ کر سکتا ہوں جبکہ اس کے دونوں بیٹے میرے

الیہ فقالوا من قتلک یا ہارون؟ قال: ما قتلنی احد، ولكن تو فانی اللہ۔ ساتھ تھے تو آپ نیر مایا کہ ستر آدمی منتخب کرو فرمایا ہر گروہ سے دس آدمی لو اور اللہ تعالیٰ کے اس قول

(مصنف ابن ابی شیبہ ۵۲۹/۱، ۵۳۰ کتاب الفضائل) (واختر موسیٰ قومہ سبعین رجلا) کا اسی طرف اشارہ

ہے حتیٰ کہ وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے حضرت ہارون

علیہ السلام کو (قبر سے) آواز دیتے ہوئے کہا



اے ہارون علیہ السلام تجھ کو کس نے قتل کیا ہے تو  
حضرت ہارون علیہ السلام نے (قبر سے) آواز دی اور  
فرمایا مجھے کسی نے بھی قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے  
مجھے وفات دی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بظاہر موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ یہ اصول ہے کہ  
صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔

## تفسیر صحابی رضی اللہ عنہ

امام حاکم فرماتے ہیں:

وتفسير الصحابي عندهما مسند. (مستدرک امام حاکم ۱/۲۲۳/۲۸۵)  
اور صحابی کی تفسیر امام بخاری اور مسلم کے نزدیک  
مسند (مرفوع) ہوتی ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث للامام حاکم، ۲۰)

(الاحادیث المختارہ: ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی ۲/۶۳)

توجیہ النظر الی اصول الاثر۔ طاہر بن صالح احمد الجزائری ۱۶۵

ارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلاق۔ امام نووی ۱/۱۶۴

اس حدیث شریف سے کئی مسائل حل ہوئے۔

یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور پر حاضر ہو کر حاضر کے صیغہ سے پکارنا۔

ان کو زندہ تصور کرتے ہوئے خطاب کرنا انبیاء کا قبور مقدسہ میں آواز سننا سوالوں کا جواب دینا کہ

تمام حاضرین ان جوابات کو سن سکیں۔



نیت کر کے گھر سے قبر نبی کی طرف جانا

یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرات انبیاء کرام سنتے - جانتے اور جواب دیتے ہیں - یہ شرک نہیں بلکہ نبیوں کا پاک عقیدہ ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ منکرین حیات انبیاء و سماع فی القبور کے عقائد بالکل غلط اور عقائد انبیاء و صحابہ سے بالکل متضاد و متصادم ہیں۔



## حدیث نمبر ۲۰:

و ما يدل على حياتهم ما اخبرنا ابو  
عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ اخبرني  
ابو محمد المزني ثنا علي بن محمد بن  
عيسى ثنا ابو اليمان انا شعيب عن  
الزهري قال اخبرني ابو سلمة بن عبد  
الرحمن وسعيد بن المسيب ان ابا هريرة  
قال: استب رجل من المسلمين ورجل  
من اليهود فقال المسلم: والذي اصطفى  
محمد اعلی العالمين فاقسم بقسم فقال  
اليهودي: والذي اصطفى موسى علي  
العالمين فرفع المسلم عند ذلك يده  
فلطم اليهودي فذهب اليهودي الى النبي  
صلى الله عليه وسلم فاخبره بالذي كان  
من امره وامر المسلم فقال النبي صلى  
الله عليه وسلم: لا تخيروني علي موسى  
فان الناس يصعقون فاكون اول من يفيق  
فاذا موسى باطش بجانب العرش فلا  
ادري اكان ممن صعق فافاق قبلي او كان  
ممن استثنى الله عز وجل

بسنذكر حضرت ابو هريره رضي الله عنه سے روایت  
ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک مسلمان اور ایک  
یہودی کی آپس میں تلخ کلامی ہو گئی۔ مسلمان نے  
کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی اور یہودی  
بولا کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام  
کو تمام جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اس پر مسلمان  
نے یہودی کو زوردار طمانچہ مار دیا یہودی حضور نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنا  
اور مسلمان کا باہم ماجرہ سنایا، تو حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو  
کیونکہ لوگ (صور اسرافیل کی) کڑک سے بیہوش  
ہو جائیں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا۔  
اچانک میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا  
ایک پایا پکڑے ہوں گے۔ میں از خود نہیں جانتا  
کہ وہ بیہوش ہونے والوں میں سے ہوں گے اور  
مجھ سے پہلے انہیں ہوش آجائے گا۔ یا پھر ان میں  
سے ہوں گے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس سے  
مستثنیٰ فرمایا ہے۔



رواہ البخاری فی الصحیح عن ابی الیمان وراہ المسلم عن عبد اللہ

بن عبد الرحمن وغیرہ عن ابی الیمان

## تخریج حدیث:

بخاری شریف	۷۱۱/۲، ۳۲۵/۱
مسلم شریف	۲۶۷/۲
ابوداؤد شریف	۲۸۶/۴
مسند امام احمد	۳۳/۳، ۲۶۴/۲
مصنف ابن ابی شیبہ	۵۱۱/۱۱
مسند ابی یعلیٰ	عن ابی سعید ۵۲۰/۱۱ (طرف الآخر منہ)
السنن الکبریٰ للنسائی	۴۱۸/۴
شرح السنۃ	للامام بغوی ۱۰۷/۱۵ تا ۱۰۵/۱۵
المعجم الاوسط	امام طبرانی ۱۹۰/۱ عن ابی سعید طرف منہ

یہ حدیث شریف بھی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات شریف پر واضح دلیل ہے۔

## شارح حیاۃ الانبیاء حضرت علامہ محمد بن الخانجی البوسنوی فرماتے ہیں:

وجه احتجاج البیهقی بھذین الحدیثین حضرت امام بیہقی کے ان دونوں حدیثوں سے  
 علی حیاۃ الانبیاء بعد وفاتهم ان الصعق حیات الانبیاء پر استدلال کی وجہ یہ ہے کہ صعق  
 هو الغشی او الموت وهذا لا یقبلہ الا من غشی کو کہتے ہیں یا موت کو، اور یہ اس پر آسکتی  
 کان فی ذلک الوقت حیاً حتی لا یكون ہے جو کہ اس وقت زندہ ہوتا کہ تحصیل حاصل  
 تحصیل حاصل فموسیٰ علیہ السلام لا یخلوہ لازم نہ آئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر  
 الحال اما ان یكون صعق اولم یصعق بل غشی آئے گی یا پھر غشی بھی طاری نہ ہوگی بلکہ کوہ



حوسب بصعقه يوم الطور فعلى كلا العالمين طور کی غشی سے ہی ان کا محاسبہ ہو چکا ہے پس ان  
 فيه دلالة على حياته و سائر الانبياء مثله دونوں حالتوں میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور  
 في ذلك. دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے زندہ ہونے  
 (شرح حياة الانبياء للبوسنوي ۲۰) کا پتہ چلتا ہے۔

### حضرت امام علی بن برہان الدین حلی شافعی فرماتے ہیں:

وفيه ان هذا يقتضى ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام يفزعون لانهم احياء  
 اس حدیث شریف میں یہ (فزع) اس بات کا مقتضی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر  
 (انسان العيون ۳/۳۰۴) فزع طاری ہوگا کیونکہ وہ زندہ ہیں۔

### علامہ ابن قیم نے تحریر کیا:

فاما صعق غير الانبياء فموت، اما صعق الانبياء فل ظهر انه غشية.  
 صعقہ غیر انبیاء کے لیے تو موت ہے لیکن انبیاء کے لئے صعقہ کا معنی غشی ہے۔  
 (كتاب الروح - ۵۸ المسألة الرابعة)

### حضرت امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

الموت ليس بعدم انما هو انتقال من دار الى دار فاذا كان هذا للشهداء كان الانبياء بذالك احق واولى مع انه صح صلى الله عليه وسلم ان الارض لا تأكل اجساد الانبياء عليهم الصلاة والسلام.  
 موت ليس بعدم انما هو انتقال من دار الى دار فاذا كان هذا للشهداء كان الانبياء بذالك احق واولى مع انه صح صلى الله عليه وسلم ان الارض لا تأكل اجساد الانبياء عليهم الصلاة والسلام.  
 موت عدم محض کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونا ہے۔ جب یہ شہداء کے لئے ثابت ہے تو انبیاء کرام تو اس کے زیادہ حق دار اور اولی ہیں۔



## حضرت امام شمس الدین ابوبکر القرطبی فرماتے ہیں:

فاما صعق غیر الانبیاء فموت واما صعق غیر انبیاء کے لیے تو صعقہ موت ہوگی لیکن حضرات الانبیاء فالأظهر انه غشیة فاذا نفخ فی انبیاء کرام کے لئے غشی ہوگی پس جب صور میں الصور نفخة البعث من مات حی و من پھونکا جائے گا تو مردے زندہ ہو جائیں گے اور غشی علیہ افاق . سب بیہوش ہوش میں آ جائیں گے۔

(الذکرة فی احوال الموتی الآخرة ۱۷۹)

## حضرت امام حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

وعلى هذا حمل طائفة من العلماء منهم اور علماء کی ایک جماعت کہ جن میں سے امام بیہقی البیہقی و ابو العباس القرطبی: قول النبی اور امام قرطبی ہیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم فی قوله تعالى ونفخ في الصور..... (ونفخ فی الصور.....) فی الصور فصعق من فی السموات ومن کے فرمان کو حیاۃ الانبیاء پر محمول فرمایا ہے کہ آپ فی الارض الامن شاء الله، ثم نفخ فيه نے فرمایا، میں سب سے پہلے اٹھوں گا۔ اور اس اخری (الزمرد ۶ پارہ نمب ۲۴) فاکون وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے انا اول من یبعث فاذا موسیٰ أخذ بالعرش ہوں گے کیونکہ انبیاء کرام کی حیات شہداء کی (الحديث)..... ولان حیاۃ الانبیاء حیات سے بلا شک و شبہ اکمل ہے لہذا وہ بھی زندوں اکمل من حیاۃ الشہداء بلاریب فشملمهم کے حکم میں شامل ہیں۔ اور زندوں کے ساتھ ان پر حکم الاحیاء ایضا ویصعقون مع الاحیاء صعقہ ہوگا۔ لیکن وہ غشی کی حالت ہوگی نہ کہ موت حینئذ لکن صعقة غشی لا صعقة موت . کی۔

(احوال القبور و احوال اہلہا الی النور ۲۵) حدیث نمبر ۴۲۷



جہاں ان دونوں احادیث (۲۱، ۲۰) سے حیاۃ الانبیاء فی قبورہم ثابت ہوتی ہے وہاں ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عاشق رسول اپنے پیارے آقا کے بارے میں کوئی ایسی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایک یہودی صرف اتنا کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہاں پر فضیلت دی تو مسلمان عاشق صادق صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ قائل یہودی ہے اس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے نبی کی شان بیان کرے۔ لیکن صحابی رسول رضی اللہ عنہ اتنا بھی سننا گوراہ نہیں کرتے۔ یہی عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ محبت کو محبوب کے بارے میں غیرت مند ہونا چاہیے۔

ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ غیرت دینی و عشق رسول ہے کہ یہودی کے منہ سے صرف اتنی سی بات سن کر طیش میں آجاتے ہیں اور ادھر آج کل کے نام نہاد مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ شیطان و ملک الموت کی طاقت و علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد بتلا رہے ہیں اور اس پر مناظرے کرنے کے لیے تیار نظر آتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ محبت و دفاع صحابہ کا نعرہ بھی لگا رہے ہیں۔ (فیاللعجب)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو یا حضرات انبیاء کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو تو یہ آپ کا فرمانا تو واضح کے طور پر ہے۔

**حضرت امام بن الخلال امام احمد سے روایت کرتے ہیں:**

وذهب فیہ الی ان النبی صلی اللہ علیہ و اس میں وہ (امام احمد وغیرہ) اس طرف گئے  
ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اضحیٰ فرمایا ہے  
سلم انما اراد التواضع بہ۔

(السید لابن الخلال ۱/۱۹۲ باب الفہائل میںنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم)



قاضی عیاض فرماتے ہیں:

انہ قالہ صلی اللہ علیہ وسلم علی طریق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بطور تواضع اور تکبر  
التواضع ونفی الکبر والعجب. وغرور کی نفی کے طور پر فرمایا۔

(شفاء شریف ۱/۴۲ ص ۱۴۳)



## حدیث نمبر ۲۱:

وفی الحدیث الثابت عن الاعرج عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال:

لا تفضلوا بین انبیاء اللہ تعالیٰ فانه ینفخ فی الصور لیصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من یشاء اللہ ثم نفخ فیہ اخرى فاكون اول من بعث فاذا موسیٰ آخذ بالعرش فلا دری احوسب بصعقة یوم الطور ام بعث قبلی۔  
اور صحیح و ثابت حدیث میں ہے جو کہ اعرج نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ اس لئے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کی ہر جان پر غشی طاری ہو جائے گی۔

سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے گا پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا اچانک (میں دیکھوں گا) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں کہتا کہ کیا طور کی بے ہوشی ہی ان کو کفایت کرے گی یا وہ مجھ سے پہلے اٹھائے جائیں گے۔

امام بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

انه قاله تواضعا ونفياً للكبر والعجب۔ آپ نے یہ تواضعا اور تکبر اور غرور کی نفی کے طور پر فرمایا۔  
(عمدة القاری ۲/۲۵۱ کتاب الخصومات)

حضرات محدثین کرام کی عبارات سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تواضعا فرمایا تھا۔ یا پھر اس تفصیل سے مراد وہ تفصیل ہے کہ جس سے کسی دوسرے نبی علیہ السلام کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔



## قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

الا یفضل بینہم تفضیلاً یودی الی تنقص خبردار انبیاء کرام کے درمیان ایک دوسرے پر ایسی فضیلت نہ دو کہ ان میں سے بعض کی تنقیص

(الشفاء ۱/۱۲۳)

کا پہلو نکلتا ہو۔

اس سلسلہ میں حضرات علمائے کرام نے مزید بھی کئے اقوال درج فرمائے ہیں ملاحظہ فرمائیں الشفاء للقاضی ۱۲۲، عمدہ القاری شرح صحیح بخاری ۲۵۱/۱۲ وغیرہا۔

سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبی

سب سے بالا ووالا ہمارا نبی

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات سے افضل ہیں اور ایسی تفضیل منع نہیں ہے۔

جیسا کہ حضرت قاضی عیاض ہی فرماتے ہیں۔

منع التفضیل فی حق النبوة والرسالة جس تفضیل سے منع کیا گیا ہے وہ نفس نبوت و

رسالت میں تفضیل ہے کیونکہ حضرات انبیاء کرام

اس وصف میں ایک جیسے ہیں اور اس میں باہم

تفاضل نہیں ہے۔ بیشک تفاضل احوال وخصائص

و کرامات مراتب والطف وغیرہ میں ہوتا ہے اور

نفس نبوت میں کوئی تفاضل نہیں بلکہ تفاضل دیگر

امور کی وجہ سے ہے جو کہ اس پر زائد ہے۔ لہذا اسی

لئے ان میں سے کوئی رسول ہے اور کوئی رسالوں میں

سے اووالعزم اور کوئی وہ جنکو بلند مقام پر اٹھایا گیا



صبا و اوتی بعضهم الزبور. وبعضهم اور کسی کو بچپن میں نبوت دی گئی اور کسی کو زبور دی  
 البينات ومنهم من كلم الله ورفع بعضهم گئی اور بعض کو روشن معجزات دیئے اور کسی کے ساتھ  
 درجات. قال الله تعالى ولقد فضلنا کلام فرمایا اور کسی کو سب پر درجوں میں بلندی عطا  
 بعض النبيين على بعض الآية وقال: تلك فرمائی گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا تحقیق ہم  
 الرسل فضلنا بعضهم على بعض الآية. نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی اور فرمایا یہ  
 (الشفاعة حق المصطفى ۱/۱۳۳) (فصل فی تفضیلہ رسول ہیں ان میں سے بعض کو ہم نے بعض پر  
 صلی اللہ علیہ وسلم) فضیلت دی (الآیۃ)

تو اس سے معلوم ہوا کہ درجات و معجزات کے لحاظ سے حضرات انبیاء کرام مختلف مراتب رکھتے ہیں  
 اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور فرشتوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے افضل  
 ہیں۔ اس مسئلہ پر حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی نے مستقل  
 تصنیف تحریر فرمائی ہے جس کا مبارک نام ”تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ہے“ یہاں موقع کی  
 مناسبت سے مختصر اس مسئلہ پر عرض کیا جاتا ہے۔

### افضلیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن عظیم

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ یہ رسول ہیں کہ ہم نے انہیں سے ایک کو دوسرے پر  
 مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ افضل کیا ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا  
 (البقرہ ۲۵۳ پارہ ۳) اور کوئی وہ جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

اس آیت کریمہ میں رفع بعضہم درجات سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ  
 ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

اور پھر اس آیت کریمہ میں من کلم اللہ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں تو واضح ہو گیا



.....  
 کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ پر بھی درجوں بلندی حاصل ہے۔

دوسری آیت مبارکہ

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا قَرِيبَ هِے كَہ تہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے  
 (سورۃ الاسراء آیہ ۷۹ نبی اسرائیل)  
 جہاں سب تمہاری حمد بیان کریں۔

مقام محمود جو کہ قیامت کے روز پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا کائنات میں  
 سے کسی اور کو یہ سعادت میسر نہیں ہوگی۔

## مقام محمود کیا ہے؟

مقام محمود سے کیا مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ اس سے مراد شفاعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا۔ مقام محمود کیا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا شفاعت:

حتی تنتهی الشفاعۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذلک یبعثہ اللہ المقام  
 حتی کہ لوگ مقام شفاعت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے گا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو مقام  
 المحمود (بخاری ۲۸۶/۲ کتاب التفسیر ترمذی) محمود پر کھڑا کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سئل عنها قال ہی شفاعۃ  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو فرمایا وہ  
 شفاعت ہے۔ (تفسیر ابن جریر ۹۸/۱۵)



اور یہی قول حضرت سلیمان فارسی حضرت قتادہ حضرت عبداللہ بن عباس امام حسن رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن جریر ۱۵/۹۷، ۹۸  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت عرش الہی پر جلوہ فرما ہونگے  
زہے عزت و اعتلائے محمد  
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد  
مقام محمود کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر  
بٹھایا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم یوم القيامة بین یدی الرب عز وجل علی کرسی الرب تبارک وتعالیٰ  
بیشک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اللہ کی کرسی پر جلوہ  
افروز ہوں گے۔ (النہ: لابن بکر الخلال ۱/۲۰۹، ۲۱۱ تفسیر ابن جریر ۱۵/۱۰۰)  
حضرت امام مجاہد شاگرد رشید حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں!  
یجلسہ علی العرش  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر رونق افروز ہوں گے  
(النہ: لابن الخلال ۱/۳۱۳ تا ۳۱۹ باسانین شتی تفسیر ابن جریر ۱۵/۹۸)

حضرت امام محمد بن احمد بن واصل فرماتے ہیں:

من رد حدیث مجاہد فهو جہمی  
جس نے حضرت مجاہد کی مذکورہ حدیث کو رد کیا وہ  
جہمی بدعتی ہے۔  
(النہ: ۱/۲۱۳)

حضرت امام ابو داؤد فرماتے ہیں:

من انکر هذا فهو عندنا متهم  
جو اس سے انکار کرے وہ ہمارے نزدیک متہم ہے



(النہ: ۱/۲۱۳)

امام احمد بن اصرم المزنی فرماتے ہیں:

من رد هذا فهو متهم على الله ورسوله  
وهو عندنا كافر وزعم ان من قال بهذا  
فهو ثنوي، فقد زعم ان العلماء والتابعين  
ثنويه ومن قال بهذا فهو زنديق يقتل  
(النہ: ۱/۲۱۶۳۱)

جو اس قول کو رد کرے وہ اللہ اور اس کے رسول پر  
بہتان باندھتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک کافر ہے  
اس کا گمان ہے کہ جو یہ قول کرتا ہے وہ ثنوی  
(گمراہ فرقہ) ہے اور اس کا گمان ہے علماء اور تابعین  
ثنوی تھے۔ اور جو ان بزرگوں کو یوں کہے وہ زندقہ  
ہے لہذا اس کو قتل کیا جائے گا۔

محدثین کرام اور حدیث حضرت مجاہد:

قال ابو بكر بن حماد المقرئ من ذكرت  
عنده هذه الاحاديث فسكت فهو متهم  
على الاسلام فكيف من طعن فيها. وقال  
ابو جعفر الدقيقي من ردها فهو عندنا  
جهمي وحكم من ردها ان يتقا وقال عباس  
الدوري لا يرد هذا لامتهم، وقال اسحاق  
بن راهويه: الايمان بهذا الحديث  
والتسليم له: وقال اسحاق لابي علي  
القوهستاني من رد هذا الحديث فهو  
جهمي وقال عبد الوهاب الوراق: للذي

حضرت امام ابو بکر بن حماد المقرئ کا نے فرمایا کہ جس  
کے پاس یہ احادیث بیان کی جائیں تو وہ خاموش  
رہے تو اس کے اسلام میں شک ہے تو جو ان  
احادیث پر طعن کرے اس کا کیا حال ہوگا۔ امام  
ابو جعفر دیقی فرماتے ہیں جس نے یہ احادیث  
رد کیں وہ ہمارے نزدیک گمراہ جہمی ہے اور ان کے رد  
کرنے والے کو کہا جائے گا کہ ڈراما عباس الدورئ  
فرماتے ہیں اس کو سوائے متہم شخص کے کوئی رد نہیں  
کرے گا۔ امام اسحاق بن راہویہ (امام بخاری کے  
استاد) فرماتے ہیں۔ اس حدیث پر ایمان لانا اور



رد فضيلة النبي صلى الله عليه وسلم

يقعده على العرش، فهو متهم على

الاسلام وقال ابراهيم الاصبهاني: هذا

الحديث حدث به العلماء منذستين و

مائة سنة ولا يردده الا اهل البدع. قال

وسالت حمدان بن علي عن هذا الحديث؟

فقال: كتبه منذ خمسين سنة ومارايت

احدا يردده الا اهل البدع وقال ابراهيم

الحربى حدثنا هارون بن معروف: وما ينكر

هذا الا اهل البدع قال هارون بن معروف

هذا حديث يسخن الله به عين الزنادقة

قال: وسمعت محمد بن اسمعيل السلمى

يقول: من توهم ان محمدا صلى الله

عليه وسلم لم يستوجب من الله عز وجل

ما قال مجاهد: فهو كافر بالله العظيم قال

وسمعت ابا عبد الله الخفاف يقول

سمعت محمد بن مصعب يعنى العابد

يقول، نعم يقعده على العرش ليرى

الخلايق منزلته.

اس کو تسلیم کرنا چاہئے اور امام ابو علی تو ہستانی نے

فرمایا جس نے اس حدیث کو رد کیا وہ جھمکی ہے

امام عبد الوہاب الوراق نے اس شخص کے لیے کہ

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش پر جلوہ

فرما ہونے کی فضیلت کو رد کیا فرمایا وہ متہم علی الاسلام

ہے یعنی اس کے اسلام میں شک ہے۔ امام

ابراہیم اصبہانی نے فرمایا اس حدیث کو علماء ایک

سو ساٹھ سال سے بیان فرما رہے ہیں اور اس کو

سوائے بدعتیوں کے کسی نے رد نہیں کیا وہ فرماتے

ہیں کہ میں نے حمدان بن علی سے اس حدیث کے

متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اس کو

پچاس سال سے لکھا ہے اور میں نے کسی کو نہیں

دیکھا کہ اس کو رد کرے سوائے اہل بدعت کے۔

امام ہارون بن معروف نے فرمایا اس کا سوائے

اہل بدعت کے کوئی انکار نہیں کرے گا۔ انہوں نے

ہی فرمایا اللہ تعالیٰ اس حدیث سے زنادقہ کی آنکھوں

کو جلائے محمد بن اسمعیل سلمی نے فرمایا جو شخص

یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ

کی بارگاہ میں جو مجاہد نے کہا وہ اس کے حقدار نہیں



(السنة: لابن الخلال: ۱: ۲۱۶، ۲۱۷. بسند صحيح)

ہیں تو وہ اللہ عظیم کے ساتھ کفر کرتا ہے امام ابو عبد اللہ  
الخفاف نے فرمایا، میں نے امام محمد بن مصعب  
العابد سے سنا انہوں نے فرمایا ہاں آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم عرش پر تشریف فرما ہوں گے تاکہ مخلوق  
آپ کی قدر و منزلت کا نظارہ کرے۔

حضرت امام ابوالعباس ہارون بن عباس البہاشمی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:

من رد حدیث مجاہد فہو عندی جہمی  
ومن رد فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
فہو عندی زندیق لایستتاب ویقتل لان  
اللہ عزوجل قد فضلہ صلی اللہ علیہ  
وسلم علی الانبیاء علیہم السلام و  
قد روی عن اللہ عزوجل قال: لا اذکر  
الاذکرت معی، ویروی فی قولہ (لعمرك)  
قال: بحیاتک ویروی انہ قال: (یا محمد  
لولاک ما خلقت آدم): فاحذروا  
.... فمن رد هذا و من رد حدیث مجاہد  
فلا یکلم ولا یصلی علیہ.  
(السنۃ لابن الخلال ۱/۲۳۷)

(السيد لا بن الخلال ١/ ٢٣٤)



مجاہد کی حدیث کو رد کرنے سے ڈرو اور بچو اور  
جس نے حضرت مجاہد کی حدیث کو رد کیا اس سے  
کلام نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ  
پڑھی جائے گی۔

تو معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتوں سے منکر اور گستاخوں کے ساتھ سلام  
وکلام اور ان کی دعائے بخشش اور نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت امام ہارون بن عباس  
نے ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت مجاہد کے اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق خداوندی سے  
افضل ہیں۔ یہ بلند رتبہ کسی اور کو ہرگز میسر نہیں ہوگا اور پھر کہاں عرش کے پائے کہ جکو حضرت موسیٰ  
پکڑے ہوئے ہوں گے اور کہاں عرش پر جلوس فرمانا کہ ہمارے آقا مولا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
خاصہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الخلق ہونا اور احادیث مبارکہ

سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موضوع پر تجلی الیقین، میں تقریباً ایک سو  
احادیث مبارکہ پیش فرمائی ہیں۔ ہم یہاں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چند احادیث نقل کرتے  
ہیں۔

**حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:**

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا سيد الناس يوم القيامة (وفى رواية) أنا سيد  
ولد آدم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔



- .....
- ۱- بخاری ۴۷۰/۱ کتاب الانبیاء
  - ۲- مسلم ۲۳۵/۲ کتاب الفہماکل
  - ۳- مسند امام احمد ۱۲۲/۳، ۱، ۵۴۰، ۲۳۵/۲
  - ۴- ترمذی ۳۰۲/۲ کتاب المناقب
  - ۵- مسند الامام عبداللہ بن مبارک ۶۲
  - ۶- معجم الاوسط للطبرانی ۲۷۹/۲ عن انس بن مالک
  - ۷- مسند ابی یعلیٰ ۲۸۱/۷
  - ۸- السنن ابوداؤد ۲۸۶/۲ کتاب السنۃ
  - ۹- السنن امام ابن ماجہ ۲۱۹/ کتاب الزہد
  - ۱۰- شرح السنۃ امام ابوغوی ۲۰۴/۱۳
  - ۱۱- دلائل النبوة امام ابو نعیم ۶۶/۱
  - ۱۲- المصنف ابن ابی شیبہ ۹۶/۱۴، ۴۷۷/۱۱
  - ۱۳- صحیح ابن حبان ۱۳۰/۸، ۱۳۷/۸ تحقیق کمال یوسف
  - ۱۴- المسند الصحیح ابو عوانہ ۱۷۴، ۱۷۱/۱
  - ۱۵- نوادر الاصول الحکیم ترمذی ۲۸۴
  - ۱۶- شرح اصول اعتقاد و اہل السنۃ والجماعت امام الالکائی ۷۸۸/۳ عن ابی سعید
  - ۱۷- کتاب الایمان امام منہ ۸۴۷/۲ -- ۸۵۰
  - ۱۸- السنن الکبریٰ امام بیہقی ۴۱/۹
  - ۱۹- مکارم الاخلاق امام خرائطی ۵۵۹/۱ (الحدری وعبداللہ بن سلام و ابی ہریرہ)



وهذا انما يصح على ان الله جل ثناؤه رد الى الانبياء عليهم السلام ارواحهم نفخ في النفحة الاولى صعقوا ثم لا يكون ذلك موتا في جميع معانيه الا في ذهاب الاستشعار فان كان موسى عليه السلام ممن استثنى الله عز وجل بقوله: الامن شاء فانه عز وجل الا يذهب باستشعاره في تلك الحالة ويحاسبه بصعقة يوم الطوو.

اور یہ صحیح ہے اس لیے کہ اللہ جل شانہ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر ان کی ارواح لوٹا دی ہیں اور اب وہ اپنے پروردگار کے ہاں شہدا کی طرح زندہ ہیں۔ چنانچہ پہلی بار صور پھونکا جائے تو سب پر صعقہ (غشی) طاری ہوگا اور یہ کسی اعتبار سے موت نہ ہوگی بلکہ محض شعور کھوجانے کا نام ہوگا۔ اب اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان، الامن شاء اللہ: سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس سے مستثنیٰ کیا ہے اور طور کی غشی میں ہی ان کا محاسبہ ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اب اس حالت میں ان کا شعور بھی نہ کھوجانے دے گا۔

اس صحیح حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تمام انسانوں کے آقا و سردار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس طرح کی بیشمار روایات ہیں جنکا یہاں بیان کرنا سوائے طوالت کے اور کچھ بھی نہیں ہوگا۔ لہذا جس کو زیادہ تفصیل درکار ہو وہ تجلی الیقین کا مطالعہ کرے۔ انشاء اللہ ایماندار کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہو جائے گا۔

مصنف کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام صعقہ کے وقت بھی باہوش و حواس ہوں گے۔

**حضرت امام بیہقی ہی تحریر فرماتے ہیں:-**

والانبياء عليهم الصلوة والسلام، بعد اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ما قبضوا ردت اليهم ارواحهم فہم احياء ارواح قبض کرنے کے بعد ان کے اجساد میں لوٹا



عند ربهم كالشهداء وقد رأى نبينا صلى  
 الله عليه وسلم جماعة منهم ليلة المعراج  
 وأمر بالصلاة عليه السلام عليه واخبرنا  
 وخبره صدق أن صلاتنا معروضة عليه  
 وأن صلاتنا معروفة عليه وإن سلامنا يبلغه  
 وأن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد  
 الأنبياء وقد افردنا لاثبات حياتهم كتابا  
 فنبينا صلى الله عليه وسلم كان مكتوبا  
 عند الله عز وجل قبل أن يخلق نبيا ورسولا  
 وهو بعد ما قبضه نبى الله ورسوله وصفيه  
 وخيرته من خلقه.

نبوت ورسالت سے پہلے بھی مکتوب تھے اور  
 وہ قبض ہونے کے بعد بھی اللہ کے نبی اور رسول  
 اور اس کے صفی اور اس کی ساری مخلوق سے افضل  
 و برتر ہیں۔

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ”فہم احياء عند ربهم كالشهداء“ کہ وہ اپنے رب  
 کے ہاں شہدا کی طرح زندہ ہیں سے یہ شائبہ نہیں ہونا چاہیے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی  
 حیات ہر لحاظ سے شہداء سے کہیں زیادہ افضل و اعلیٰ ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

کلام ایں آئمہ اعلام اقتضائے اثبات در احکام دنیا نیز میکند پس حیات ایشان علیہم السلام



.....  
 اخص واکمل و اتم از حیات شہدا باشد چنانچہ مذہب مختار و متصور است نہ چنانچہ ظاہر کلام بیہقی در بعض  
 مواضع درانت کہ آن حیات مثل شہدا است بلکہ مرادوے تشبیہ است در اصل حیات و رفع استبعاد نہ  
 در جمیع خصوصیات۔

ان اکابر علماء کے کلام کا مقتضی یہ ہے کہ احکام دنیا میں بھی حیات کو ثابت کیا جائے  
 (دنیاوی حقیقی زندگی ثابت کی جائے) لہذا حضرات انبیاء کرام رکام علیہم السلام کی حیات شہدا کی  
 حیات سے اخص اور اکمل و اتم ہے یہی مذہب مختار و متصور ہے نہ کہ جیسا امام بیہقی کے کلام سے بعض  
 مقامات پر ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کی حیات مثل حیات شہدا کے ہے بلکہ امام بیہقی  
 کی مراد افضل حیات کی تشبیہ دینا ہے اور رفع استبعاد کرنا ہے نہ کہ جمیع خصوصیات میں ان کے برابر  
 قرار دینا ہے۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب)

حضرت شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ شہدا کی حیات اور انبیاء کی  
 حیات میں اتنا فرق ہے جتنا کہ انبیاء اور شہدا کے درجات میں فرق ہے اور جیسا فرق انبیاء اور غیر  
 انبیاء کا ہے۔ ایسا ہی فرق ان کی حیاتوں میں ہے۔

**حضرت امام حکیم ترمذی فرماتے ہیں:**

والصديق هو دون النبي والشهيد دونهما اور صدیق نبی سے کم درجہ میں ہوتا ہے اور شہید  
 وهو اقل حيوۃ من الصديق والصديق والصديق ان دونوں درجوں سے کم درجہ میں ہے لہذا صدیق  
 اقل حيوۃ تل حيوۃ من النبي والصالح اقل حيوۃ سے اس کی حیات بھی کم درجہ کی ہے اور صدیق کی  
 من الشهيد۔  
 حیات نبی کی حیات نبی کی حیات سے کم درجہ کی

ہے اور ولی کی حیات شہید کی حیات سے کم درجہ

(نوا اور الاصول للامام ترمذی ص ۴۲۹)

کی ہے۔



جب شہید کی حیات صدیق سے کم درجہ کی ہے تو نبی کی حیات سے تو بدرجہ اولیٰ کم درجہ کی ہوگی اور شہید کی زندگی کا ثبوت تو قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ أَوْ جَوَالِدُكُمْ يَسْتَنْصِفُ ۚ بَلْ أَمْوَاتٌ لَكُمْ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ

کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے

یعنی شہید کو مردہ کہنا منع ہے کیونکہ اس نے جان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں قربان کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انعام کے طور پر ان کو زندگی عطا فرمادی اور مردہ کہنے سے منع فرمادیا گیا اگر مردہ کہنا بڑی عزت و کرامت کی بات ہوتی تو اس سے منع نہ فرمایا جاتا۔

اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ شہدا کو مردہ کہنے سے منع فرمایا گیا ہے لیکن حقیقت میں ہیں تو وہ مردہ کیونکہ ان کے جسموں کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ پھر ان کا جنازہ پڑھا گیا ان کو دفن کیا گیا، قبریں بنائی گئیں تو کیا یہ اعمال زندوں کے ساتھ کیے جاتے ہیں؟ چلیں ہم ان کو مردہ نہیں کہتے لیکن ہیں تو مردہ ناں؟

**تو اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا۔ فرمایا:**

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَمْوَاتٌ لَكُمْ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ

مردہ گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے حضور

(آل عمران آیہ ۱۶۹)

زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔

شہید تو ہوتا ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔ کتنے کلمہ گو منافق تھے جنگوں میں مقتول ہوئے کتنے یہودی اور عیسائی ہیں۔ مسلمانوں کے مقابلے میں بلکہ بعض اوقات مشرکین کے مقابلے میں قتل ہوئے کیا وہ شہید کہلائیں گے؟ نہیں ہرگز کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار نہیں فرمائی تو پیارے آقا صلی اللہ علی وسلم کے طفیل آدمی شہید کہلاتا ہے اس کا مرتبہ یہ



ہے تو اس پیارے محبوب کی حیات فی القبر کا کیا کہنا جس کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ ان کو مردہ کہنا حرام ہے۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شہادت کا بھی رتبہ عطا فرمایا گیا ہے۔

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور رتبہ شہادت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کسی بھی نبی یا ولی کو عطا فرمائی گئی ہے۔

حسن یوسف دم عیسے ید بیضا داری

آنچه خواہاں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور چونکہ بہت سارے انبیاء کرام علیہم السلام کو شہادت کا عظیم مرتبہ بھی دیا گیا ہے۔ اس

طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ شہادت کا درجہ بھی عطا فرمایا گیا ہے۔

## امام حکیم ترمذی فرماتے ہیں:

فمات رسول الله صلى الله عليه وسلم رسول الله صلى الله عليه وسلم نے شہدائے سردار کی

حیثیت سے وصال فرمایا۔

وهو رأس الشهداء

(نوادرا الاصول ص ۳۳۰)

## حضرت امام سبکی فرماتے ہیں:

علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

قال العلماء فجمع الله له بذالك بين

کو نبوت کے ساتھ ساتھ شہادت کا مرتبہ بھی

النبوة والشهادة وتكون الحياة الثابتة

عنایت فرمایا ہے اور بیشک شہداء کے لئے حیات

للشهداء.

(بالا اتفاق) ثابت ہے۔

(شفاء القام ۱۹۰)

## امام محدث عظیم حکیم ترمذی فرماتے ہیں:



وروی فی الخبر ان الشهداء لاتاکلھن الارض وروی ان من اذن سبع سنین لم یدود فی قبره فاذا کان الشھید والموذن قد امتنعامن الارض بحالتھما فحالة الانبیاء والصدیقین واولیاء علیھم السلام ارفع من هذا واجل فانھم هم الشھداء ایام الحیوة۔  
(نوادراصول ص ۲۲۷)

ایک روایت میں ہے کہ شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی اور روایت ہے کہ جس نے سال تک اذان دی اس کی قبر میں کیڑے نہیں ہوں گے پس جب شہید اور موذن کی یہ شان ہے کہ زمین ان کی حالت کو تبدیل نہیں کر سکتی تو حضرات انبیاء کرام اور صدیقین اور اولیاء علیہم السلام رضی اللہ عنہم کی کیا حالت ہوگی جو کہ ہر حال میں ان سے ارفع و اعلیٰ اور زیادہ جلالت شان والے ہیں کوئیکہ وہ تو ایام حیات میں ہی شہید ہیں۔

### حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مرضہ الذی توفی فیہ ما زال اجدالم الطعام الذی کنت بخیر فھذا اوان و جدت انقطاع الابھری من ذالک السم۔  
(صحیح الجامع / بخاری ۶۳۷/۲ کتاب المغازی فتح الباری ۱۰۷/۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری مرض میں فرماتے تھے میں اس لقمہ کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں جسے میں نے خیر میں کھایا تھا۔ اب اس زہر جدت انقطاع الابھری من ذالک السم سے میری ابھری رگ کٹ رہی ہے۔

دلائل النبوة / بیہقی ۱۷۲/۷

(المسند امام احمد ۶۸/۶) (عن ام بشر مختصراً) مستدرک امام حاکم ۵۸/۳

### حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی وفات



شہیداً۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۲/۲۰۳) پائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کا مرتبہ مرحمت فرمایا گیا ہے۔

**حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:**

لان اختلف تسعا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرتبة قسم كهاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ علیہ وسلم قتل قتلا احب الی من ان وسلم کی وفات شہادت کی ہے تو یہ میرے نزدیک اختلف واحداً انه لم يقتل وذلك بان زیادہ عزیز کہ میں ایک مرتبہ قسم کھاؤں کہ آپ اللہ جعلہ نبیاً واتخذہ نبیاً واتخذہ شہیداً صلی اللہ علیہ وسلم شہید نہیں ہیں اور حقیقت الامر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت پر سرفراز فرمایا اور شہادت بھی عطا فرمائی۔

- |    |                       |                        |             |
|----|-----------------------|------------------------|-------------|
| ۱۔ | مسند امام احمد        | امام احمد بن حنبل      | ۴۰۸/۱       |
| ۲۔ | دلائل النبوت          | امام بیہقی             | ۱۷۲/۷       |
| ۳۔ | المعجم الکبیر لصحیحین | امام طبرانی            | ۱۳۲/۱۰      |
| ۴۔ | المستدرک علی صحیحین   | امام حاکم              | ۵۸/۳        |
| ۵۔ | الطبقات الکبریٰ       | ابن سعد                | ۲۰۱/۱       |
| ۶۔ | مسند ابن یعلیٰ        | امام ابو یعلیٰ الموصلی | ۱۳۲/۹ تحقیق |
|    |                       | حسین سلیم اسد          |             |

تو ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شہید اعظم بھی ہیں اس لیے قرآن کے مطابق آپ کو اب مردہ کہنا حرام اور منع ہے اور جو لوگ منہ پھاڑ کر کہتے ہیں وہ قرآن کے منکر اور گستاخ رسول ہیں۔



## حیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات پر دیگر آیات قرآنیہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ اور اے پیارے محبوب ہم نے آپ کو تمام جہانوں پر رحم کرنے والا بنا کر بھیجا ہے!

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت علامہ غزالی زماں رازی دوراں احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وجہ استدال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بموجب آیہ کریمہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں اور جمیع ممکنات پر ان کی قابلیت کے موافق واسطہ فیض الہی ہیں اور اول مخلوقات پر تقسیم فرمانے والے ہیں۔

### تفسیر روح المعانی میں اسی آیہ کریمہ کے تحت مرقوم ہے:

وكونه صلى الله عليه وسلم رحمة للجميع باعتبار انه عليه الصلوة والسلام واسطة الفيض الالهي على الممكنات على حسب القوابل ولذا كان نوره صلى الله عليه وسلم اول المخلوقات ففي الخبر اول ما خلق الله تعالى نور نبيك يا جابر و جاء الله تعالى المعطى وانا القاسم۔ (روح المعانی پ ۷۷ ص ۹۶)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالموں کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے موافق فیض الہی کا واسطہ ہیں اور اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول مخلوقات ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے اول ما خلق الله نور نبيك يا جابر اور دوسری حدیث میں وارد ہے اللہ تعالیٰ معطی ہے اور میں تقسیم کرنے والا۔

آگے حضرت غزالی زماں فرماتے ہیں۔



ان تمام عبارات سے ثابت ہوا کہ آیت کریمہ و ما ارسلناک الا رحمۃً للعلمین کا مفاد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ ہزار عالم کے ہر فرد کو فیض پہنچاتے رہے ہیں جس طرح اصل تمام شاخوں کو حیات بخشی ہے۔ اسی طرح تمام عالم ممکنات اور جملہ موجودات عالم کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اصل الاصول ہے اور ہر فرد ممکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے فرع اور شاخ کا حکم رکھتا ہے۔

جس طرح درخت کی تمام شاخیں جڑ سے حیات نباتاتی حاصل کرتی ہیں اسی طرح عالم امکان کا ہر فرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر قسم کے فیوض و برکات اور حیات کا استفادہ کرتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر فرد ممکن کو اس کے حسب حال واقعی عطا فرماتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عالم کے ہر ذرہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے حسب حال فیض رسائی فرماتے ہیں۔

**حضرت امام نجم الدین کبریٰ فرماتے ہیں:**

بر مثال شجرہ ایست تخم آن شجرہ  
روح پاک محمدی کہ (اول ما خلق  
اللہ نوری)

اس دنیا کی مثال درخت کی ہے اور اس درخت کا  
تخم و اصل روح پاک محمدی ہے کہ آپ نے فرمایا  
اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا۔

(مرصاد العباد ۲۲۹/۱ از شیخ المشائخ نجم الدین کبریٰ)

**آیت نمبر ۴:**

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ  
صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ  
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب  
بتانے والے نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات  
چلا کر نہ کرو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے



ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور  
تمہیں خبر نہ ہو۔

لَا تَشْعُرُونَ.  
(الحجرات آیت نمبر ۲)

### امام اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

وقد كره بعض العلماء رفع الصوت عند  
قبره عليه السلام لانه حي في قبره.  
(تفسیر روح البیان ۶۶/۹)

بعض علماء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ  
کے پاس آواز بلند کرنے کو ناپسند فرمایا ہے کیونکہ  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں۔

### امام بیہقی نقل فرماتے ہیں:

قال: ومنه ألا ترفع الأصوات عند قبره  
ولا يحاضر عنده في لهو ولا لغو ولا باطل  
ولا شيء من أمر الدنيا مما لا يليق بجلال  
قدره ومكانته من الله عز وجل.  
(شعب الايمان ۲۰۶/۲ تعظیم النبی و اجلالہ و توقیرہ)

امام ابوالولید نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
آداب میں سے ہے کہ آپ کی قبر شریف کے پاس  
آوازیں بلند نہ کی جائیں اور نہ ہی آپ کے سامنے  
لہو لعب اور لغو میں مشغول ہو اور نہ ہی کوئی ایسی  
دنیاوی چیز میں مبتلا ہو جو کہ آپ کی جلالت شان  
اور عظمت جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا  
ہے کے شایان شان نہ ہو۔

### امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

سليمان بن حرب قال سمعت حماد بن  
زيد يقول في قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا  
امام سليمان بن حرب فرماتے ہیں کہ میں نے امام  
حماد بن زید سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کہ اے



لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبیؐ قال ایمان والورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے  
 اری رفع الصوت علیہ بعد موتہ کرفع آواز بلند نہ کرو کے بارے سنا آپ نے فرمایا کہ  
 الصوت علیہ فی حیاتہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اسی  
 (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، ۱/۱۹۶ باب ادب طرح آواز بلند کرنا منع ہے جیسا کہ آپ کی حیات  
 السامع) ظاہری میں منع تھی۔

### امام شعرانی فرماتے ہیں:

ولا ترفع عنده الاصوات كما هو فی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند نہ کی  
 حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم جائی جیسا کہ آپ کی حیات ظاہرہ میں بلند کرنی  
 (كشف الغمہ عن جمیع الامت ۱/۶۷) منع تھی۔

### امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

وقال العلماء یکره رفع الصوة عند قبره علماء نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر  
 (صلی اللہ علیہ وسلم) کان یکره فی مبارک کے پاس آواز بلند کرنا ایسے ہی ناجائز  
 حیاتہ علیہ والسلام لانہ محترم حیا ہے جیسا کہ آپ کی حیات ظاہرہ میں ناجائز تھی  
 وفی قبر صلی اللہ علیہ وسلم دائماً۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محترم ہیں اور قبر میں  
 ہمیشہ زندہ ہیں۔

### آیت نمبر ۵:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اور جب کبھی بھی وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو



اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولَ لَوْ جَدُّ وَاللّٰهُ  
تَوَّابًا رَّحِيمًا.

(سورة النساء۔ آیت نمبر ۶۴)

آپ کی بارگاہ قدس میں حاضر ہو کر اللہ سے معافی  
طلب کریں اور رسول اللہ بھی ان کے لئے استغفار  
فرمائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا  
اور رحم فرمانے والا پائیں گے۔

### حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

وجہ الدلالة من هذه الآية مبني على  
شيئين أحدهما ان نبينا صلى الله عليه  
وسلم حي كما يثبت ذلك في باب  
الثاني: ان اعمال امته معروضة عليه كما  
يثبت ذلك في باب.

اس آیت کریمہ سے وجہ استدلال دو چیزوں پر مبنی  
ہے۔ نمبر ۱: کہ بیشک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
زندہ ہیں جیسا کہ یہ اپنی جگہ ثابت شدہ ہے اور  
نمبر ۲: یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال  
آپ پر پیش کئے جاتے ہیں یہ بھی اپنے مقام پر  
ثابت ہے۔

### آپ آگے فرماتے ہیں:

وبعد تقرير ان نبينا صلى الله عليه وسلم  
بعد موته عارف بمن يجيئ اليه سامع  
الصلوة ممن يصلي عليه وسلام من يسلم  
عليه ويرد عليه السلام فهذه حالة الحياة.

اس تقریر کے بعد ثابت ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم وفات کے بعد بھی ہر حاضر ہونے والے کو  
جانتے اور پہچانتے ہیں درود پڑھنے والے کا درود  
اور سلام پڑھنے والے کا سلام سنتے ہیں اور اس کا  
جواب عطا فرماتے ہیں۔ پس یہ زندہ ہونے کی  
نشانی و حالت ہے۔

(سبل الہدی الرشادہ فی سیرۃ قبر العباد ۱۲/۳۸۰)



## بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی نے لکھا ہے:

یہی آیتیں سوائیک تو ان میں سے یہ آیت ولوا نھم اذ ظلموا..... کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کی امت اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو۔ آپ کا وجود ترتیب تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہوگا کہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔ (آب حیات: ۴۰)

## آیت نمبر ۶:

وَسُئِلُ مَنْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا  
أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ.  
(سورۃ الزخرف ۲۵۱)  
اور جو ہم نے رسول آپ سے پہلے بھیجے ان سے  
پوچھیے کیا ہم نے رحمن کے سوا اور معبود بنائے ہیں  
جنکی عبادت کی جائے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خطاب اور سوال کرنے کا حکم کرنا اس بات کا  
تقاضا کرتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں تو آپ سوال فرمائیں گے۔ اور معراج کی  
رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام حضرات سے ملاقات اور گفتگو کا ثبوت صحیح احادیث میں ہے۔

## علمائے دیوبند کے ابن حجر ثانی انور شاہ صاحب کشمیری نے تحریر کیا ہے:

يستدل به على حياة الانبياء عليهم  
السلام (مشكلات القرآن: ۲۳۳)  
اس آیت کریمہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم  
السلام کی حیاۃ پر استدلال کیا جاتا ہے۔

ان آیات کے علاوہ بھی بیسار آیات ہیں جو کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے زندہ  
ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن عقلمند را اشارہ کافی است کہ مصداق ہم انہی پر اختصار کرتے ہیں۔  
اور کسی دوسری فرصت میں ان تمام آیات پر کلام کریں گے۔



وَيَقَالُ ان الشَّهْدَاءَ مِنْ جَمَلَةِ مَا اسْتَشْنَى .....  
 اور سنا فرماتے ہیں کہ شہداء بھی ان میں سے ہیں کہ  
 اللہ عزوجل بقولہ الامن شاء اللہ . وروينا . جکوا اللہ تعالیٰ نے الامن شاء کے قول کے ساتھ  
 فیہ خبراً امر فوعاً وهو مذکور مع سائر مستثنی فرمایا ہے۔ شہداء کے بارے میں ہم نے  
 ما قیل فی کتاب البعث والنشور وباللہ ایک مرفوع حدیث بمعہ دیگر مسائل کے کتاب  
 البعث والنشور میں ذکر کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ  
 سے ہی توفیق کی درخواست ہے۔

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان الامن شاء سے مراد ایک قول کے مطابق فرشتے اور ایک  
 قول کے مطابق شہداء بھی ہیں۔

### حضرت امام شمس الدین محمد بن ابوبکر القرطبی فرماتے ہیں:

اختلف العلماء فی المستثنی من هو علماء کا اختلاف ہے کہ اس مستثنیٰ سے کون مراد ہے  
 فقيل الملكة وقيل الانبياء وقيل الشهداء کہا گیا ہے کہ فرشتے اور یہ بھی کہا گیا ہے حضرات  
 واختاره الحلیمی وقال وهو مروی عن انبیاء کرام اور ایک قول شہداء کے بارے میں ہے  
 ابن عباس ان الاستثناء لاجل الشهداء اور امام حلیمی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے  
 فان الله تعالى يقول احياء عند ربهم يرزقون . کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی  
 (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرة / ۱۶۷)  
 ہے کہ یہاں استثناء شہداء کے لیے ہے کیونکہ  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے رب کے ہاں رزق  
 دیئے جاتے ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

قد ورد حدیث ابی ہریرۃ بانہم الشهداء اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ



وہو الصحيح على ما يأتى واسند النحاس مروى ہے کہ یہاں مستثنیٰ شہدا ہیں اور یہ حدیث  
 فی کتاب معانی القرآن لہ حدثنا الحسین صحیح ہے جیسا کہ ابھی آئے گا اور امام نحاس نے  
 ابن عمر الکوفی قال حدثنا ہنا دبن اسری اپنی کتاب معانی القرآن میں اس کی ایک سند  
 قال حدثنا وکیع عن شعبۃ عن عمارة ابن بیان کی ہے (بسنند مذکور) حضرت سعید بن جبیر  
 ابی حفصۃ عن حجر الہجری عن سعید بن نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ شہداء ہیں  
 جبیر فی قول اللہ عز وجل ألا من شاء اللہ کہ جن کی شان اللہ نے بیان فرمائی ہے وہ تلواریں  
 قال ہم الشہداء ہم ثنیۃ اللہ عز وجل لٹکائے ہوئے عرش کے ارد گرد رہیں گے۔

متقلد والسیوف حول العرش

(التذکرہ ص ۱۶۷)

قال ابرہریرۃ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ میں نے عرض کی یا رسول  
 وسلم فمن استثنیٰ حین یقول ففزع من اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فزع کے وقت کس کو اللہ تعالیٰ  
 فی السموت ومن فی الارض الا من شاء نے زمین و آسمان میں مستثنیٰ قرار دیا ہے تو آپ  
 اللہ قال اولئک الشہداء۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہداء ہیں۔

(تفسیر ابن جریر ۲۴/۳۰)

تو معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام تو الحمد للہ اس نفخ صور کے موقع پر  
 زندہ رہیں گے ہی ان کے صدقہ میں حضرات شہداء کرام اور ملائکہ عظام بھی نفخ صور کے وقت زندہ  
 رہیں گے۔ صرف ان میں سے بعض حضرات پر بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی۔

الحمد للہ رب العالمین اس مختصر رسالہ کی شرح اختتام کو پہنچی لیکن جب یہاں پہنچا تو بعض  
 احباب نے مشورہ دیا کہ اب منکرین شان و حیات انبیاء کے دلائل کا رد بھی ہونا چاہیے چونکہ کتاب



پہلے ہی ضخیم ہو چکی ہے اس لیے یہ طے پایا کہ منکرین حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دلائل اور ان کے جوابات کیلئے اس کتاب کا دوسرا حصہ مختص کیا جائے لہذا انشاء اللہ المولیٰ بوسیدہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اس کتاب کا دوسرا حصہ عنقریب تحریر کیا جائے گا۔

۴۴ ذی الحجہ ۱۴۱۶ بعد نماز ظہر

۱۴ مئی ۱۹۹۶ بروز منگل وار

۱۴ اگست ۱۹۹۸ ابو ظہبی مرکز اہلسنت



# حياة الأئمة الأربعة

## في قلوبهم

للإمام الحافظ الكبير أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي  
المتوفى سنة ٤٥٨ هـ

خرج أحاديثه وعلق عليه  
أبو سهل  
نجاح عوض صيام



### بسم الله الرحمن الرحيم

- أخبرنا الشيخ الإمام زين الإسلام أبو نصر عبد الرحيم بن عبد الكريم ابن هوازن القشيري - رضى الله عنه - في كتابه إلينا من نيسابور .  
 قال أخبرنا الشيخ الإمام أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي - رحمه الله -  
 ورواه عليه وأنا أسمع في ربيع الآخر من سنة خمس وأربعين وأربعمائة .  
 - وأخبرنا الشيخ الإمام الحافظ أبو بكر محمد بن عبد الله بن حبيب العامري - أيداه الله - قال أنبأ شيخ القضاة أبو علي إسماعيل بن أحمد بن الحسين البيهقي فيما قرأت عليه ، أنبأ الإمام والدي شيخ السنة - رحمه الله -  
 قال :

- الحمد لله رب العالمين • والعاقبة للمتقين • وصلاته على سيدنا محمد وآله أجمعين •



## ذكر ما روى في حياة الأنبياء صلوات الله عليهم بعد وفاتهم

- أخبرنا أبو سعيد أحمد بن محمد بن الخليل الصوفي رحمه الله قال أنبأ أبو أحمد عبد الله بن عدي الحافظ قال ثنا قسطنطين بن عبد الله الرومي قال ثنا الحسن بن عرفة قال حدثني الحسن بن قتيبة المدائني ثنا المستلم بن سعيد الثقفي عن الحجاج بن الأسود عن ثابت البناني عن أنس - رضي الله عنه - قال :

قال رسول الله - ﷺ - : « الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون »<sup>(١)</sup>.

هذا حديث يُعد في أفراد الحسن بن قتيبة المدائني .

- وقد روى عن يحيى بن أبي بكير عن المستلم بن سعيد ، وهو فيما أخبرنا الثقة من أهل العلم قال أنبأ أبو عمرو بن حمدان قال أنبأ أبو يعلى الموصلي ثنا أبو الجهم الأزرق بن علي ثنا يحيى بن أبي بكير ثنا المستلم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله - ﷺ - : « الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون » .

- وقد روى من وجه آخر عن أنس بن مالك موقوفاً .

(١) بهذا الطريق أخرجه ابن عدي في الكامل (٣٢٧/٢) ، وقال وللحسن بن قتيبة هذا أحاديث غرائب حسان فأرجو أنه لا بأس به ، والبخاري (٢٣٣٩ ، ٢٣٤٠) كشف الأستار ، وأخرجه أبو نعيم في تاريخ أصفهان (٨٣/٢) ، وابن عساكر في تاريخ دمشق (٢٣٦/٤) التهذيب لابن بدران . وأبو يعلى في مسنده (٣٤٢٥) كما نيبأني ، وصححه النجاشي في فيض القدير (١٨٤/٣) وقال الهيثمي في مجمع الزوائد (٢١١/٨) رواه أبو يعلى والبخاري ورجال أبو يعلى ثقات . وقال الكفائي متواتر راجع مقدمة التحقيق .

قلت : فيه الحجاج الأسود اشبه فيه الحال على الذهبي فقال في الميزان (٤٦٠/١) نكرة ؟ وتعبه الحافظ في اللسان (١٧٥/٢) فقال إنما هو حجاج بن أبي زياد الأسود يعرف بـ بـ بـ بـ وهو بصري كان ينزل القسامل ، روى عن ثابت وجابر وروح بن عباد وآخرين ، قال أحمد ثقة ورجل صالح ، وقال ابن معين ثقة ، وذكره ابن حبان في الثقات [٢٠٢/٦] وقد ترجم له الذهبي في سير أعلام النبلاء (٧٦/٧) فقال بصري صدوق روى عنه جعفر بن سليمان وعيسى بن ورواح ، وكان من الصلحاء ولقه ابن معين مات سنة بضع وأربعين ومائة .



أخبرنا أبو عثمان الإمام رحمه الله أنبأ زاهر بن أحمد أنبأ أبو جعفر محمد ابن معاذ الماليني ثنا الحسين بن الحسن ثنا مؤمل ثنا عبيد الله بن أبي حميد الهذلي عن أبي المليح عن أنس بن مالك « الأنبياء في قبورهم أحياء يصلون » . - وروى كما أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو حامد أحمد بن علي الحسنوي إملأ ثنا أبو عبد الله محمد بن العباس الحمصي ثنا أبو الربيع الزهراني ثنا إسماعيل ابن طلحة بن يزيد عن محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن ثابت عن أنس عن النبي - ﷺ - قال : « إن الأنبياء لا يتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة ، ولكنهم يصلون بين يدي الله عز وجل حتى ينفخ في الصور » (١) . - وهذا إن صح بهذا اللفظ فالمراد به والله أعلم لا يتركون يصلون إلا هذا المقدار ، ثم يكونون مصليين فيما بين يدي الله عز وجل ، كما روينا في الحديث الأول .

وقد يحتمل أن يكون المراد به رفع أجسادهم مع أرواحهم .

- فقد روى سفيان الثوري في الجامع قال : قال شيخ لنا عن سعيد بن المسيب قال : « ما مكث نبي في قبره أكثر من أربعين ليلة حتى يُرفع » (٢) .

(١) أخرجه الذيل في الفردوس (٨٥٢) وأورده ابن الجوزي في الموضوعات وذكره السيوطي في اللآلئ المصنوعة (٢٨٥/١) شاهداً لحديث أنس مرفوعاً ، مامن نبي يموت فيقيم في قبره إلا أربعين يوماً ، وسيأتي ذكره في الحديث الثالث وقال الحافظ في الفتح (٤٨٧/٦) أخرجه البيهقي من رواية محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى أحد فقهاء الكوفة عن ثابت ، إن الأنبياء لا يتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله حتى ينفخ في الصور ، ومحمد سوء الحفظ ، وذكر الغزالي ثم الرافعي حديثاً مرفوعاً ، أنا أكرم على ربي أن يترك في قبري بعد ثلاث ولا أصل له ، إلا أن أخذ من رواية ابن أبي ليلى هذه وليس الأخذ بحديث لأن رواية ابن أبي ليلى قابلة للتأويل .

قلت : وأحمد بن علي الحسنوي شيخ الحاكم ويقال له أحمد بن علي بن حسوبه ، ذكره الذهبي في الميزان (١٢١/١) وقال : قال الخطيب لم يكن بثقة حدث عن لم يدركهم كسلم والقدماء وقال الحافظ في اللسان (٢٢٣/١) قال الحاكم وهو في الجملة غير محتج به ، ولم ينكر جماعه من مسلم فيمن سمي أنه لم يدركهم ، وقال حمزة السهمي قال محمد بن يوسف الجرجاني الكشي هو كذاب .

قال الذهبي في سير أعلام النبلاء (٥٤٨/١٥) نقلاً عن الحاكم ، ولو اقتصر على سماعه الصحيح لكان أولى به ، لكنه حدث عن جماعة أشهد بالله أنه لم يسمع منهم ... إلى أن قال ولا أعلمه وضع حديثاً ولا ركب إسناداً ، وإنما المنكر من حاله روايته عن تقدم موتهم . (٢) أخرجه عبد الرازي في المصنف (٥٧٦/٣) عن الثوري عن أبي المقدم عن سعيد بن المسيب ، هكذا مرسل .

وسنده جيد فأبو المقدم هو ثابت بن هرمز الكوفي ، روى عن عدي بن دينار ، وسعيد بن المسيب -



- فعلى هذا يصيرون كسائر الأحياء ، يكونون حيث ينزلهم الله عز وجل ، كما روينا في حديث المعراج وغيره أن النبي - ﷺ - رأى موسى عليه السلام قائماً يصلى في قبره<sup>(١)</sup>، ثم رآه مع سائر الأنبياء عليهم السلام في بيت المقدس ثم رآهم في السموات ، والله تبارك وتعالى فعال لما يريد .  
- ولحياة الأنبياء بعد موتهم - صلوات الله عليهم - شواهد من الأحاديث الصحيحة : منها .

- ما أخبرنا أبو الحسين علي بن محمد بن عبد الله بن بشران ببغداد أنبأ إسماعيل بن محمد الصفار ثنا محمد بن عبد الملك الدقيقى ثنا يزيد بن هارون ثنا سليمان التيمي عن أنس بن مالك أن بعض أصحاب النبي - ﷺ - أخبره " أن النبي - ﷺ - ليلة أسرى به مر على موسى عليه السلام وهو يصلى في قبره<sup>(٢)</sup> .

- وأخبرنا أبو الحسين بن بشران أنبأ إسماعيل أنبأ أحمد بن منصور بن سيار الرمادى ثنا يزيد بن أبي حكيم ثنا سفيان - يعنى الثورى - ثنا سليمان التيمي

= وأبى وائل وسعيد بن جبير ، وغيرهم ، وعنه روى الثورى ، وشعبة ، وابنه عمرو بن أبى المقدام . وثقه أحمد وابن معين وأبو داود ، وقال أبو حاتم صالح وقال ابن القطان ثقة ولا أعلم أحداً ضعفه غير الدارقطى .

وذكره ابن حبان في الثقات (١٢٤/٦) راجع التهذيب لابن حجر (١٦/٢) وأخرجه أبو نعيم في الحلية (٣٣٣/٨) مرفوعاً عن أنس بلفظ : ما من نبي يموت في قبره إلا أربعين صباحاً حتى ترد إليه روحه .... الحديث ، وقال أبو نعيم حديث غريب لم نكتبه إلا من حديث الحشنى . قال السيوطى في الجامع الكبير (٧٣١/١) أورده ابن الجوزى في الموضوعات ورده عليه الحافظ ابن حجر وقال السيوطى أيضاً في اللآلئ المصنوعة (٢٨٥/١) متعباً ابن الجوزى في حكمه عليه بالوضع :

" وله شواهد يرتقى بها إلى درجة الحسن ، والحشنى من رجال ابن ماجه ضعفه الأكثر ، ولم ينسب إلى وضع ولا كذب ، وقال دحيم لا بأس به ، وقال أبو حاتم صدوق سىء الخفظ ، وقال ابن عدى تحتمل رواياته ومن هذه حاله لا يحكم على حديثه بالوضع .

قال الحافظ ابن حجر في تلخيص الخبير (١٢٦/٢) متعباً على ابن حبان وابن الجوزى في حكمهما على حديث أنس بالطلان : وقد أفرد البيهقى جزءاً في حياة الأنبياء وأورد فيه عدة أحاديث تؤيد هذا فليراجع منه ، اهـ .

(١) سيأتى في الحديث رقم (٤ ، ٥ ، ٦ ، ٧) رؤيته - ﷺ - للأنبياء في ليلة الإسراء .  
(٢) أخرجه النسائى (٢١٦/٣) وأحمد (٥٩/٥) وأبو يعلى (١١٧/٧) من حديث أنس عن بعض أصحاب النبي - ﷺ - كما ساقه المصنف .



عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله - ﷺ - « مررت على موسى وهو قائم يصلّي في قبره »<sup>(١)</sup>.

« - أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا محمد بن عبد الله بن المنادي ثنا يونس بن محمد المؤدب ثنا حماد بن سلمة ثنا سليمان التيمي وثابت البناني عن أنس بن مالك أن رسول الله - ﷺ - قال : « أتيت موسى ليلة أسرى بي عند الكتيب الأحمر وهو قائم يصلّي في قبره »<sup>(٢)</sup>.

أخرجه أبو الحسين مسلم بن الحجاج النيسابوري - رحمه الله - من حديث حماد بن سلمة عنهما ، وأخرجه من حديث الثوري وعيسى بن يونس وجريير بن عبد الحميد عن التيمي .

« - أخبرنا أحمد بن علي الحرثي ثنا حاجب بن أحمد ثنا محمد بن يحيى ثنا أحمد بن خالد الوهبي ثنا عبد العزيز بن أبي سلمة عن عبد الله بن الفضل الهاشمي عن أبي سلمة بن عبد الرحمن عن أبي هريرة قال : قال رسول الله - ﷺ - : « لقد رأيتني في الحجر وأنا أخبر قريشاً عن مسراي ، فسألوني

(١) أخرجه مسلم (٢٣٧٥) خاص (١٦٥) . والنسائي (٢١٦/٣) وأحمد (١٢٠/٣) وعبد الرزاق في المصنف (٥٧٧/٣).

قال السيوطي في شرح سنن النسائي : قال الشيخ بدر الدين بن الصاحب في مؤلف له في حياة الأنبياء « هذا صريح في إثبات الحياة لموسى في قبره . فإنه وصفه بالصلاة وأنه قائم ومثل ذلك لا يوصف به الروح وإنما يوصف به الجسد . ولما خصّصه بالقبر دليل على هذا . فإنه لو كان من أوصاف الروح لم يحج لتخصيصه بالقبر .

وقال تقي الدين السبكي في شفاء السقام ص ٢٠٦ : إن الصلاة تستدعي جسداً حياً ، وكذلك الصفات المذكورة في الأنبياء ليلة الإسراء كلها صفات الأجسام . ولا يلزم من كونها حياة حقيقة أن تكون الأبدان معها كما كانت في الدنيا من الاحتياج إلى الطعام والشراب والامتناع عن النفوذ في الحجاب الكثيف وغير ذلك من صفات الأجسام التي نشاهدناها . بل قد يكون لها حكم آخر . فليس في العقل ما يمنع من إثبات الحياة الحقيقية لهم . اهـ

وقال السيوطي في إنباء الأذكيا (١٥٠/٢) نقلاً عن العفيف الباقمي « أن الأولياء ترد عليهم أحوال يشاهدون فيها ملكوت السموات والأرض وينظرون الأنبياء أحياء غير أموات كما نظر النبي ﷺ إلى موسى عليه السلام في قبره . وقد تقرر أن ما جاز للأنبياء معجزة جاز للأولياء تكرامة . بشرط عدم التجدي ولا ينكر ذلك إلا جاهل .

(٢) أخرجه مسلم (٢٣٧٥) . والنسائي (٢١٥/٣) ، وأحمد (١٤٨/٣) وأبو يعلى (٧١/٦) . وابن حبان (١٣١/١) الإحسان



عن أشياء من بيت المقدس لم أثبتها فكربت كرباً ما كربت مثله قط فرفعه الله لي أنظر إليه ، ما يسألوني عن شيء إلا أنبأتهم به ، وقد رأيتني في جماعة من الأنبياء فإذا موسى قائم يصلي فإذا رجل ضرب جعد كأنه من رجال شنوءة ، وإذا عيسى بن مريم قائم يصلي ، أقرب الناس به شبهاً عروة بن مسعود ، وإذا إبراهيم قائم يصلي أشبه الناس به صاحبكم - يعني نفسه - فحانت الصلاة فأمتهم ، فلما فرغت من الصلاة ، قال لي قائل : يا محمد هذا مالك صاحب النار فلم عليه فالتفت إليه فبدأنى بالسلام<sup>(١)</sup> . أخرجه مسلم في الصحيح من حديث عبد العزيز .

- وفي حديث سعيد بن المسيب<sup>(٢)</sup> وغيره أنه لقيهم في مسجد بيت المقدس .

- وفي حديث أبي ذر<sup>(٣)</sup> ومالك بن صعصعة<sup>(٤)</sup> في قصة المعراج أنه لقيهم في جماعة الأنبياء في السموات وكلمهم وكلموه ، وذلك صحيح لا يخالف بعضه بعضاً .

- فقد يرى موسى عليه السلام قائماً يصلي في قبره ثم يسرى بموسى وغيره

(١) أخرجه مسلم (١٧٢) . والنسائي في الكبرى (١١٢٨٥) .

(٢) حديث سعيد بن المسيب أخرجه البيهقي مرسلًا في دلائل النبوة (٣٦٠ ٢) وابن جرير الطبري في التفسير (٥ ١٥) عن ابن شهاب قال سمعت سعيد بن المسيب يقول : «إن رسول الله ﷺ حين انتهى إلى بيت المقدس لقي فيه إبراهيم وموسى وعيسى عليهم السلام ، وأنه أتى بقدرين : قدح لبن وقدح خمر فنظر إليهما ثم أخذ قدح اللبن ، فقال له جبريل هديت للفطرة .. الحديث .

وأصله متفق عليه مرفوعاً عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال : «ليلة أسرى لي لقيت موسى فنته فإذا هو رجل حبه مضطرب رجل الرأس كأنه من رجال شنوءة ... الحديث ، انظر البخاري (٣٤٣٧) . ومسلم (١٦٨) .

(٣) حديث أبي ذر أخرجه البخاري (٣٤٩) . ومسلم (١٦٣) بطولاً أن رسول الله ﷺ قال : «فخرج عن سقف بيتي وأنا بمكة ، فنزل جبريل فخرج صدري ثم غسله بماء زمزم ، ثم جاء بطست من ذهب مملوءة حكمة وإيماناً فأفرغها في صدري ثم أطبقه ، ثم أخذ يدي فخرجني إلى السماء الدنيا ... الحديث . وفيه أنه وجد في السموات آدم وإدريس وموسى وعيسى وإبراهيم صلوات الله عليهم .

(٤) حديث مالك بن صعصعة أخرجه البخاري (٣٢٠٧) . ومسلم (١٦٤) قال النبي ﷺ : «بينما أنا عند البيت بين النائم واليقظان - وذكر يعني رجلاً بين الرجلين - فأنبت بطست من ذهب مملوءة حكمة وإيماناً ، فشق من النحر إلى مرق البطن ، ثم غسل البطن بماء زمزم .. الحديث . وفيه أنه وجد في السموات الأنبياء وكلمهم وكلموه .



إلى بيت المقدس كما أسرى نبينا - ﷺ - فإراهم فيه ثم يعرج بهم إلى السموات كما عرج نبينا - ﷺ - فإراهم فيها كما أخبره .  
- وصلاتهم بمواضع مختلفات جائز في العقل كما ورد به خبر الصادق - ﷺ - وفي كل ذلك دلالة على حياتهم .

□ ولما يدل على ذلك :

- ما أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا أبو جعفر أحمد بن عبد الحميد الحارثي ثنا الحسين بن علي الجعفي ثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن أبي الأشعث الصنعاني عن أوس بن أوس قال : قال النبي - ﷺ - : « أفضل أيامكم الجمعة ، فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة ، فأكثروا على من الصلاة فيه ، فإن صلاتكم معروضة على » ؛ قالوا : وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ - يقولون بليت - فقال : « إن الله قد حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء عليهم السلام » . أخرجه أبو داود في كتاب السنن<sup>(١)</sup>.

□ وله شواهد منها :

- ما أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو بكر ابن إسحاق الفقيه ثنا أحمد ابن علي الأبار<sup>(٢)</sup> ثنا أحمد بن عبد الرحمن بن بكار الدمشقي ثنا الوليد بن مسلم حدثني أبو رافع عن سعيد المقبري عن أبي مسعود الأنصاري عن النبي - ﷺ - أنه قال : « أكثروا الصلاة على في يوم الجمعة ، فإنه ليس أحد يصلي على يوم الجمعة إلا عرضت على صلته »<sup>(٣)</sup>.

(١) أخرجه أبو داود (١٥٣١) ، والنسائي (٩٢/٣) ، وابن ماجه (١٦٣٦) ، وأحمد (٨/٤) والطبراني في الكبير (١٨٦/١) ، وصححه ابن حبان (١٣٢/٢) الإحسان والحاكم في المستدرک (٥٦٠/٤) وأقره الذهبي ، والنووي في رياض الصالحين ص (٤٣٤) .  
(٢) في المطبوعة (الدينار) والصواب ما أثبتته كما في المستدرک للحاكم .  
(٣) أخرجه الحاكم في المستدرک (٤٢١/٢) وقال صحيح الإسناد فإن أبا رافع هو إسماعيل بن رافع ، وتعبه الذهبي فقال : ضعفه .

قال الحافظ في التهذيب (٢٩٥/١) قال أحمد ضعيف وقال في رواية منكر الحديث ، وقال ابن معين ضعيف وفي رواية ليس بشيء ، وقال الترمذي ضعفه بعض أهل العلم وصححت محمدًا - يعني البخاري - يقول هو ثقة مقلوب الحديث ، وقال في الطريب (٦٩/١) ضعيف الحفظ . قلت : وله شواهد ، منها حديث أوس السابق رقم (١٠) وهو حديث صحيح ، وحديث -



قال أبو عبد الله رحمه الله : أبو رافع هذا هو إسماعيل بن رافع .  
 - وأخبرنا علي بن أحمد عبدان الكاتب ثنا أحمد بن عبيد الصفار ثنا الحسن  
 ابن سعيد ثنا إبراهيم بن الحجاج ثنا حماد بن سلمة عن يزيد بن سنان عن  
 مكحول الشامي عن أبي أمامة قال : قال رسول الله - ﷺ - : « أكثروا  
 علي من الصلاة في كل يوم جمعة ، فإن صلاة أمتي تعرض علي في كل يوم  
 جمعة ، فمن كان أكثرهم علي صلاة كان أقربهم مني منزلة »<sup>(١)</sup> .

- وأخبرنا أبو الحسن علي بن محمد بن علي السقاء الإسفرائيني قال حدثني  
 والدي أبو علي ثنا أبو رافع أسامة بن علي بن سعيد الرازي بمصر ثنا محمد  
 ابن إسماعيل بن سالم الصائغ حدثنا حكامة بنت عثمان بن دينار أخى مالك  
 ابن دينار قالت حدثني أبي عثمان بن دينار عن أخيه مالك بن دينار عن أنس  
 ابن مالك خادم النبي - ﷺ - قال :

قال رسول الله - ﷺ - : « إن أقربكم مني يوم القيامة في كل موطن  
 أكثركم علي صلاة في الدنيا ، من صلى علي في يوم الجمعة وليلة الجمعة قضى  
 الله له مائة حاجة ، سبعين منها من حوائج الآخرة وثلاثين من حوائج الدنيا ،  
 يوكل الله بذلك ملكا يدخله في قبري ، كما يدخل عليكم الهدايا ، يخبرني  
 من صلى علي باسمه ونسبه إلى عشيرته ، فأثبته عندي في صحيفة  
 بيضاء »<sup>(٢)</sup> .

- وفي هذا المعنى الحديث الذي أخبرنا أبو علي الحسين بن محمد

= أبي الدرداء عند ابن ماجه (١٦٣٧) نحوه وفيه : « إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء  
 فبى الله حتى في قبره قال البوصيري في زوائد ابن ماجه (٥٤٥/١) إسناده رجاله ثقات إلا أنه  
 منقطع في موضعين : عبادة بن نسي روايته عن أبي الدرداء مرسله قاله العلاني ، وزيد بن أيمن عن  
 عبادة مرسله ، قاله البخاري . ويشهد له أيضاً حديث أبي أمامة سيأتي برقم (١٢) وحديث أنس  
 رقم (١٣) .

(١) أخرجه البيهقي في السنن الكبرى (٢٤٩/٣) .

وقال المنذرى في الترغيب (٢٨١/٢) إسناده حسن إلا أن مكحولاً قيل لم يسمع من أبي أمامة .  
 وقال السخاوى في القول البدیع ص (١١٩) سنده حسن لا بأس به إلا أن مكحولاً لم يسمع  
 من أبي أمامة في قول الجمهور ، ونعم في مسند الشاميين للطبراني التصريح بسماعه .

قلت : وللحديث شواهد سبق ذكرها ، انظر الحديث رقم (١٠ ، ١١ ، ١٢) .

(٢) أخرجه الأصفهاني في الترغيب مرفقاً في موضعين (٢٨٢/٢ ، ٦٨٤/٢) .

وعزه شيخنا الحافظ عبد الله بن الصديق في النبعة الإلهية ص (١٣١) إلى ابن مندة في لوائده  
 وضعفه السخاوى في القول البدیع ص (١١٨) .



الروزبارى أنبأ أبو بكر بن داسة ثنا أبو داود ثنا أحمد بن صالح قال قرأت على عبد الله بن نافع قال أخبرني ابن أبي ذئب عن سعيد المقبري عن أبي هريرة قال : قال رسول الله - ﷺ - « لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبرى عيداً وصلوا علىّ فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم »<sup>(١)</sup>.

- وفي هذا المعنى الحديث الذي أخبرنا أبو محمد عبد الله بن يحيى بن عبد الجبار السكري ببغداد ثنا إسماعيل بن محمد الصفار ثنا عباس بن عبد الله الترقفي ثنا أبو عبد الرحمن المقرئ ثنا حيوة بن شريح عن أبي صخر عن يزيد بن عبد الله بن قسيط عن أبي هريرة أن رسول الله - ﷺ - قال : « مامن أحد يسلم علىّ إلا رد الله إلىّ روحه حتى أرد عليه »<sup>(٢)</sup>.  
- وإنما أراد والله أعلم : إلا وقد رد الله إلى روحه حتى أرد عليه السلام .

وأشار شيخنا إلى شاهد له عند ابن مندة أيضاً عن جابر ونقل عن الحافظ أبو موسى المديني قوله غريب حسن .

قلت : ولطرفة الأول شاهد من حديث ابن مسعود مرفوعاً وإن أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم على صلاة، أخرجه الترمذي (٤٨٤) وابن حبان (١٣٣/٢) الإحسان (١) أخرجه أبو داود (٢٠٤٢) ، وأحمد (٣٦٧/٢) وصححه النووي في رياض الصالحين ص (٤٣٥) والحافظ في الفتح (٤٨٨/٦) ، وله شاهد من حديث علي - عليه السلام - أخرجه أبو يعلى (٤٦٩) وابن أبي شيبة (٣٧٥/٢) من حديث علي بن الحسين عن أبيه عن جده مرفوعاً بنحوه وحسنه السخاوي في القول البديع ص (١١٧) ، وأخرجه الطبراني في الكبير (٨٤/٣) عن الحسن بن الحسن عن أبيه مرفوعاً حيثما كنتم فصلوا علىّ فإن صلاتكم تبلغني، وحسنه المنذرى في الترغيب (٢٧٩/٢) .

(٢) أخرجه أبو داود (٢٠٤١) ، وأحمد (٥٢٧/٢) ، والبيهقي في السنن الكبرى (٢٤٥/٥) ، وأبو نعيم في تاريخ أصفهان (٣٥٣/٢) وصححه النووي في رياض الصالحين ص (٤٣٥) ، والسخاوي في المقاصد الحسنة ص (٣٧٢) .

- قال الحافظ في الفتح (٤٨٨/٦) رجاله ثقات ووجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح للجسد يقتضى انفصالها عنه وهو الموت ، وقد أجاب العلماء عن ذلك بأجوبة : أحدها : أن المراد بقوله رد الله علىّ روحه، أن رد روحه كانت سابقة عقب دفعه لا أنها تعاد ثم تنزع ثم تعاد .

الثاني : سلمنا لكن ليس هو نزع موت ، بل لا مشقة فيه .

الثالث : أن المراد بالروح الملك الموكل بذلك .

الرابع : أن المراد بالروح النطق فيجوز فيه من جهة خطابنا ما نفهمه .

الخامس : أن يسطرق في أمور الملأ الأعلى ، فإذا سلم عليه رجع إليه فلهمة ليجيب من سلم -



- وفي هذا المعنى الحديث الذي أخبرنا أبو القاسم علي بن الحسين بن علي الطهماني ثنا أبو الحسن محمد بن محمد الكارزي ثنا علي بن عبد العزيز ثنا أبو نعم ثنا سفيان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله بن

- عليه ، وقد استشكل ذلك من جهة أخرى ، وهو أنه يستلزم استغراق الزمان كله في ذلك ممن لا يحصى كثرة ، وأجب بأن : أمور الآخرة لا تدرك بالعقل ، وأحوال البرزخ أشبه بأحوال الآخرة والله أعلم . اهـ .

قلت : وقد أجاب السيوطي عنه أيضاً في إنباء الأذكياء (١٥٢/٢ - ١٥٤) بخمسة عشر جواباً منها :

- أن قوله «رد الله» جملة حالية ، وقاعدة العريية أن جملة الحال إذا وقعت فعلاً ماضياً قدرت فيها «وقد» كقوله تعالى : «أوجازكم حصرت صدورهم» أي قد حصرت وكذا تقدر هنا والجملة ماضية سابقة على السلام الواقع من كل أحد .

و «حتى» ليست للتعليل ، بل مجرد حرف عطف بمعنى «والواو» فصار تقدير الحديث ماضياً ماضياً قد سلم على إلا وقد رد الله على روعي قبل ذلك فأرد عليه .

وإنما جاء الإشكال من ظن أن جملة «رد الله على» بمعنى أحوال أو الاستقبال وظن «حتى» تعليلية وليس كذلك .

وبهذا الذي قررناه ارتفع الإشكال من أصله ، وأيده من حيث المعنى أن الرد ولو أخذ بمعنى الحال والاستقبال لزم تكرره عند تكرار المسلمين ، وتكرر الرد يستلزم المفارقة ، وتكرار المفارقة يلزم عليه محذوران :

أحدهما : تأليم الجسد الشريف بتكرار خروج الروح منه ، أو نوع ما من مخالفة التكريم إن لم يكن تأليم .

والآخر : مخالفة سائر الناس الشهداء وغيرهم ، فإنه لم يثبت لأحد منهم أن يتكرر له مفارقة الروح وعودها في البرزخ . والنبي ﷺ أولى بالاستمرار الذي هو أعلى رتبة .

ومحذور ثالث : وهو مخالفة القرآن ، فإنه دل على أنه ليس إلا موتان وحياتان . وهذا التكرار يستلزم موتات كثيرة وهو باطل .

ومحذور رابع : وهو مخالفة الأحاديث المتواترة السابقة ، وما خالف القرآن والتواتر من السنة وجب تأويله ، وإن لم يقبل التأويل كان باطلاً فهذا وجب حمل الحديث على ما ذكرناه . انتهى كلام السيوطي .

تنبيه : قال السيوطي في آخر إنباء الأذكياء : «ثم رأيت الحديث المنقول عنه مخرجاً في كتاب حياة الأنبياء لليحيى بلفظ «إلا وقد رد الله على» فصرح فيه بلفظ «وقد» فحمدت الله كثيراً وقوى أن رواية إسقاطها محمولة على إضمارها وإن حذفها من تصرف الرواة . اهـ .

قلت : ولم أر ذلك في المطبوعة التي بين أيدينا ولا عهد من نقل عن اليحيى ولا من تكلم في هذه المسألة ، وقد قال اليحيى رحمه الله عطف هذا الحديث «وإنما أراد والله أعلم إلا وقد رد الله إلى روعي حتى أرد عليه» . فأتم !!



مسعود قال : قال رسول الله - ﷺ - : « إن لله عز وجل ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني عن أمتي السلام » (١).

« - وأخبرنا أبو الحسين بن بشران وأبو القاسم عبد الرحمن بن عبيد الله الحرق قالاً : أنبأ حمزة بن محمد بن العباس ثنا أحمد بن الوليد ثنا أبو أحمد الزبيري ثنا إسرائيل عن أبي يحيى عن مجاهد عن ابن عباس قال : « ليس أحد من أمة محمد - ﷺ - يصل عليه صلاة إلا وهي تبلغه يقول له الملك فلان يصل عليك كذا وكذا صلاة » (٢).

- أخبرنا علي بن محمد بن بشران أنبأ أبو جعفر الرازي ثنا عيسى بن عبد الله الطالبي ثنا العلاء بن عمرو الحنفي ثنا أبو عبد الرحمن عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة عن النبي - ﷺ - قال : « من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائياً منه أبلغته » (٣).

(١) أخرجه النسائي (٤٣/٣) ، والدارمي (٢٢٥/٢) ، وأحمد (٣٨٧/١) ، والطبراني في الكبير (٢٧١/١٠) وصححه ابن حبان (١٣٤/٢) الإحسان ، والحاكم (٤٢١/٢) وأقره الذهبي .  
(٢) أخرجه البيهقي في الشعب (٢١٤/٤) هكذا موقوفاً أيضاً وعزاه شيخنا الحافظ عبد الله بن الصديق في نهاية الآمال ص ٢٩ إلى ابن راهويه والحرق وابن بشران والمصنف أيضاً وقال : إسناده صحيح وهو موقوف له حكم المرفوع لأنه لا يعلم بالرأى والاجتهاد .

قلت : ومن شواهد الحديث السابق رقم (١٦) عن ابن مسعود مرفوعاً وهو صحيح .  
(٣) أخرجه البيهقي في الشعب (٢١٣/٤) والخطيب في تاريخ بغداد (٢٩٢/٣) والأصفهاني في الترغيب (٦٨١/٢) والعقيل في الصفاء (١٣٧/٤) من طريق محمد بن مروان السدي ، وقال العقيل لا أصل له من حديث الأعمش وليس محفوظ ولا يتابعه إلا من هو دونه .

وأورده ابن الجوزي في الموضوعات ، وتنبيه السيوطي في الآلء المصنوعة (٢٨٣/١) وقال : أخرجه البيهقي في شعب الإيمان من هذا الطريق وأخرج له شواهد ، فذكرها .  
وقال : ثم وجدت محمد بن مروان متابعا على الأعمش ، آخره - أبو الشيخ في الثواب حدثنا عبد الرحمن بن أحمد الأعرج ثنا الحسن بن الصباح ثنا أبو معاوية عن الأعمش به .  
قلت : وقد جود الحافظ في الفتح (٤٨٨/٦) هذا الإسناد وإليه ذهب السخاوي في انقول البديع (ص ١٦٦) .

تنبيه : شيخ الحافظ أبي الشيخ الأصفهاني هو : عبد الرحمن بن أحمد بن أبي يحيى الزهري أبو صالح الأعرج مات سنة ثلاثمائة ، ترجم له الأصفهاني في طبقات المحدثين (٢٢٧/٤) ولأخبار أصفهان (١١٣/٢) وأورد له حديثين في كل ، ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً وليس كما ذكره الشيخ الألباني حيث قال في [السلسلة الضعيفة ٢٠٣] لا يعرف والظاهر أنه القاضي عبد الرحمن ابن أحمد الطبري ....

قلت : وعلى هذا فهو مجهول الحال ومقتضى كلام أمير المؤمنين في الحديث الحافظ ابن حجر -



- أبو عبد الرحمن هذا هو محمد بن مروان السدي فيما أرى وفيه نظر وقد مضى ما يؤكد .

- وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ أنبأ أبو عبد الله الصفار ثنا أبو بكر بن أبي الدنيا حديثي سويد بن سعيد حديثي ابن أبي الرجال عن سليمان بن سحيم قال : رأيت النبي - ﷺ - في النوم فقلت : يا رسول الله هؤلاء الذين يأتونك فيسلمون عليك أتفقهم سلامهم ؟ قال : « نعم وأرد عليهم » .

### □ ولما يدل على حياتهم :

- ما أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ أخبرني أبو محمد المزني ثنا علي بن محمد بن عيسى ثنا أبو اليمان أنبأ شعيب عن الزهري قال أخبرني أبو سلمة ابن عبد الرحمن وسعيد بن المسيب أن أبا هريرة قال : استب رجل من المسلمين ورجل من اليهود ، فقال المسلم : والذي اصطفى محمداً على العالمين فأقسم بقسم فقال اليهودي : والذي اصطفى موسى على العالمين ، فرفع المسلم عند ذلك يده فلطم اليهودي ، فذهب اليهودي إلى النبي - ﷺ - فأخبره بالذي كان من أمره وأمر المسلم ، فقال - ﷺ - : « لا تخبروني على موسى فإن الناس يصعقون فأكون أول من يفيق ، فإذا موسى باطش بجانب العرش ، فلا أدري أكان فيمن صعق فأفاق قبل أو كان ممن استنى الله عز وجل » .<sup>(١)</sup>

رواه البخاري في الصحيح عن أبي اليمان ، ورواه مسلم عن عبد الله بن عبد الرحمن وغيره عن أبي اليمان .

- وفي الحديث الثابت عن الأعرج عن أبي هريرة عن النبي - ﷺ - أنه قال : « لا تفضلوا بين أنبياء الله تعالى ، فإنه ينفخ في الصور ليصعق من

---

- المفلاني في الفتح أن إسناده جيد أنه وقف على حاله والحافظ من أهل الاستقراء ، فالحكم عليه بالوضع غير سائق . والله أعلم .

(١) أخرجه البخاري (٣٤٠٨) ، ومسلم (٢٣٧٣) خاص (١٦١) من هذا الطريق . وأخرجه أيضاً من طريق الأعرج عن أبي هريرة ، البخاري (٢٤١١) ، ومسلم (٢٣٧٣) خاص (١٦٠) ، وأبو داود (٤٦٧١) أيضاً .

ومن حديث أبي سعيد الخدري أخرجه البخاري (٤٦٣٨) ، ومسلم (٢٣٧٤) وأبو داود (٤٦٦٨) مختصراً بلفظ « لا تخبروا بين الأنبياء » .



في السموات ومن في الأرض. إلا من يشاء الله نفخ فيه أخرى فأكون أول من بعث فإذا موسى أخذ بالعرش فلا أدري أحوسب بصعقته يوم الطور أم بعث قبل»<sup>(١)</sup>.

- وهذا إنما يصح على أن الله جل ثناؤه رد إلى الأنبياء عليهم السلام أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء ، فإذا نفخ في النفخة الأولى صعقوا ثم لا يكون ذلك موتاً في جميع معانيه إلا في ذهاب الاستشعار فإن كان موسى عليه السلام ممن استثنى الله عز وجل بقوله : « إلا من شاء الله »<sup>(٢)</sup> فإنه عز وجل لا يذهب باستشعاره في تلك الحالة ويحاسبه بصعقة يوم الطور .

٢١ - ويقال أن الشهداء من جملة ما استثنى الله عز وجل بقوله : « إلا من شاء الله » وروينا فيه خبراً<sup>(٣)</sup> مرفوعاً وهو مذكور مع سائر ما قيل في كتاب «البعث والنشور» . وبالله التوفيق .

آخر كتاب حياة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والحمد لله رب العالمين وصلى  
الله على سيدنا  
محمد وآله وسلم

(١) أخرجه البخاري (٣٤١٤) ، ومسلم (٢٣٧٣) خاص (١٥٩) .

(٢) الآية ٦٨ سورة الزمر .

(٣) البعث والنشور ص ٣٣٦ مطولاً من طريق إسماعيل بن رافع عن أبي هريرة ، مرفوعاً ، وفيه راي مبهم ، وإسماعيل بن رافع ضعيف . انظر التهذيب لابن حجر (٦٩/١) .

وأخرجه الحاكم في المستدرک (٢٥٣/٢) من طريق زيد بن أسلم عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ أنه سأل جبريل عليه السلام عن هذه الآية - ونفخ في الصور فصعق من في السموات ومن في الأرض إلا من شاء الله - من الذين لم يشأ الله أن يصعقهم ؟ قال : هم شهداء الله عز وجل ، قال الحاكم صحيح الإسناد وأقره الذهبي ، وقال الحافظ في الفتح (٣٧١/١١) رواه ثقات . وأخرج نحوه عبد الرازق في التفسير (١٧٥/٢) عن قتادة وعن سعيد بن جبير مرسلاً .



# ماخذ ومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
۱	آئینہ تسکین الصدور	شیر محمد دیوبندی	جامع مسجد ذوالنورین جھنگ
۲	آب حیات	قاسم نانوتوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
۳	ابکار المنن فی تنقید آثار السنن	عبدالرحمن مبارک پوری ۱۳۵۳ھ	الجامع سلفیہ فیصل آباد
۴	اجابت الغوث مشمولہ رسائل ابن عابدین	ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ	سہیل اکیڈمی لاہور
۵	الاجوبۃ الفاضلۃ لاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ	عبدالحی لکھنوی ۱۳۰۴ھ	مطبوعات الاسلامیہ حلب
۶	الاحادیث الطوال	ابوقاسم سلیمان بن احمد طبرانی ۳۶۰ھ	وزارۃ الاوقاف بغداد عراق
۷	الاحادیث المختارہ	ضیاء الدین مقدسی ۶۴۳ھ	دارالبازمکۃ المکرمہ
۸	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان ۳۵۴ھ	مکتبہ اثریہ سانگلہ بل
۹	احسن الکلام	سرفراز گلکھڑوی	مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
۱۰	احوال القبور و احوال اہلہا الی النشور	ابوالفرج زین الدین ابن رجب حنبلی ۷۹۵ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۱	احیاء العلوم	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی ۵۰۵ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۲	اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۲۵۲ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۳	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمد بن محمود الموصلی	دارفراس للنشر مصر
۱۴	اخفاء الذاکر	سرفراز گلکھڑوی	مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
۱۵	ادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری ۲۵۶ھ	المکتب الاسلامی بیروت
۱۶	الاربعین	ابوعبدالرحمن السلمی ۴۱۲ھ	المکتب الاسلامی بیروت
۱۷	ارشاد طلاب الحقائق الی معرفت سنن خیر	ابو ذکریا یحییٰ بن شرف النووی ۶۷۲ھ	مکتبۃ الایمان مدینہ منورہ



## نمبر شمار نام کتاب

## نام مصنف و متونی مطبوعہ

۱۸	ازالۃ الخفاء عن خلافة الخلفاء	شاہ ولی اللہ ۱۱۷۶ھ	سمیل اکیڈمی لاہور
۱۹	الاستیعاب بمعرفت الاصحاب	ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی ۴۶۳ھ	بیروت
۲۰	اصول الفقہ	اسماعیل دہلوی	صفی پبلشرز کراچی
۲۱	اعلام النبوة	ابو الحسن علی بن محمد الماوری ۴۵۰ھ	دار احیاء العلم بیروت
۲۲	الاعلان بالتونخ	شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی ۹۰۲ھ	مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
۲۳	اقامة البرهان	سجاد بخاری	کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی
۲۴	اقامة الحجۃ	عبدالحی لکھنوی	پشاور
۲۵	انباء ال ذکیات الحیات الانبیاء	جلال الدین السیوطی ۹۱۱ھ	مکتبہ علویہ فیصل آباد
۲۶	انوار احمدی	مولانا انوار اللہ قادری چشتی	مکتبہ علویہ فیصل آباد
۲۷	انیس الجلیس	جلال الدین السیوطی	

## ب ب

۲۸	بدائع الذہور	ابو البرکات محمد بن احمد یاس ۹۳۵ھ	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۲۹	البدایہ والنہایہ	عماد الدین ابن کثیر ۷۷۴ھ	مکتبہ قدوسیہ لاہور
۳۰	بذل المجہود شرح ابوداود	خلیل احمد سہارنپوری	
۳۱	البغیۃ الباحت عن زوائد مسند الحارث	نور الدین البیہقی ۸۰۷ھ	جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ
۳۲	بغیۃ الوعاة فی طبقات اللغویین والفاظ	جلال الدین السیوطی	دار الفکر بیروت
۳۳	بوادر النوار	اشرف علی تھانوی	ادارہ اسلامیات لاہور
۳۴	بہار شریعت	صدر الشریعہ مولانا امجد علی ۱۳۶۷ھ	مکتبہ اسلامیہ لاہور
۳۵	بیان الارکان	بحر العلوم مولانا عبد العلی	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعہ
	ت	ت	ت
۳۶	تاج التراجم	قاسم بن قطلوبغا	ایچ ایم سعید کراچی
۳۷	تاریخ اسماء الثقات من نقل عنهم العلم	ابو حفص عمر بن احمد ابن شاہین	دار الکتب العلمیہ بیروت
		۳۸۵ھ	
۳۸	تاریخ الامم والملوک	ابن جریر طبری ۳۱۰ھ	دار الفکر بیروت
۳۹	تاریخ بغداد	ابو بکر بن علی الخطیب بغدادی ۴۴۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۴۰	تاریخ ثقات	عبد اللہ بن صالح بن مسلم العجلی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۴۱	تاریخ جرجان	ابو القاسم حمزہ بن یوسف السبکی ۴۲۷ھ	عالم الکتاب بیروت
۴۲	تاریخ عثمان بن سعید الداری	عثمان بن سعید الداری	دار المامون للتراث بیروت
۴۳	تاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل البخاری	ادارہ معارف النعمانیہ
۴۴	التحذیر الابداع عن تحبیر الابداء	مولانا ابومیمونہ الکرانوی	مکتبۃ الیشیق استنبول ترکی
۴۵	تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی	مولوی محمد بن اسماعیل سلفی	مکتبہ سلفیہ لاہور
	تجدیدی مساعی	۱۹۲۸ء	
۴۶	تحفة الذاکرین بعدة الحصن الحصین ---	محمد بن علی الشوکانی ۱۲۵۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۴۷	تحفہ احمدیہ المسمی بہ نجوم الشہابیہ للرجوم	شیخ احمد حسنی	کودہ طور لاہور
	الوہابیہ		
۴۸	تحقیق الحق المبین فی اجوبہ مسائل اربعین	شاہ احمد سعید دہلوی مدنی نقشبندی	حیدر آباد سندھ
۴۹	تحقیق النظرۃ بتلخیص معالم دار الهجرة	ابی بکر احسین الفخر الراغی ۷۱۶ھ	المکتبۃ العلمیہ مدینہ منورہ
۵۰	تخریج الاربعین السلیہ فی التصوف	امام سخاوی	المکتب الاسلامی بیروت
۵۱	تدریب الراوی	امام سیوطی	دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۵۲	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین الذہبی ۷۴۸ھ	دار الکتب العربیہ بیروت
۵۳	الذکرہ فی الاحادیث المشتملہ	بدر الدین محمد بن عبد اللہ الذرکشی	دار الکتب العلمیہ بیروت



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعہ
۵۳	التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرة	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی ۶۷۱ھ	دار الفکر بیروت
۵۵	تذکرۃ الموتی والقبور	قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵	مکتبہ الشیخ ترکی
۵۶	الترغیب والترہیب	ابو القاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی	دار الحدیث قاہرہ مصر
۵۷	الترغیب والترہیب	ابو محمد ذکی الدین عبد العظیم	المندری ۶۵۶ھ
۵۸	الترغیب فی فضائل الاعمال	ابن شاہین	دار ابن جوزی ریاض
۵۹	تسکین الصدور	سرفراز گلکھڑوی	مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
۶۰	العرفیف والاخبار فی تخریج احادیث الاختیار	امام زین الدین قاسم بن قطلوبغا	قلمی نسخہ
۶۱	تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء	مولانا ابوالحسن حسن الکاوری	نفس اکیڈمی لاہور
۶۲	تفسیر جلالین	امام سیوطی و جلال الدین المحلی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۶۳	تفسیر جمل	سلیمان بن عمر الجعفی الشافعی ۱۲۰۴	مطبع البابا الکلی مصر
۶۴	تفسیر روح البیان	امام اسماعیل حقی ۱۱۱۷ھ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۶۵	تفسیر روح المعانی	امام محمود آوسی بغدادی ۱۲۷۰ھ	بیروت
۶۶	تفسیر صاوی علی الجلالین	علامہ صاوی الماکی	مکتبی نوریہ رضویہ فیصل آباد
۶۷	تفسیر کبیر (مفتاح الغیب)	امام فخر الدین الرازی ۶۰۶	ایران
۶۸	تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل	ابو القاسم جار اللہ زنجیری ۵۳۸ھ	نشر ادب الحوزہ ایران
۶۹	تفسیر مدارک	ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی	دار الکتب العربیہ بیروت
۷۰	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	کونہ
۷۱	تفسیر معالم التنزیل	امام بغوی ۵۱۶ھ	دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
۷۲	تفسیر نور العرفان حاشیہ کنز الایمان	حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی	مکتبہ اسلامیہ لاہور
۷۳	تقریب التہذیب	حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ	دار النشر الکتب الاسلامیہ
۷۴	تکرمیم المؤمنین بتقویم مناقب خلفاء الراشدین	نواب صدیق حسن بھوپالوی	قادر ی کتب خانہ سیالکوٹ
۷۵	تلخیص المستدرک علی ہامش المستدرک	امام ذہبی ۷۴۸ھ	دار المعرفۃ بیروت
۷۶	اتمہید لما فی الوطامن المعانی والاسانید	ابن عبد البر ۴۶۳ھ	مکتبہ قدوسیہ لاہور
۷۷	تنزیہ الشریعہ الرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ --	ابو الحسن علی بن محمد بن عراقی ۹۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۷۸	تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوٰۃ	ابو الوزیر احمد حسن دہلوی ۱۳۲۸ھ	المکتبہ سلفیہ شیش محلہ وڈلاہور
۷۹	تنویر الحالک فی امکان رویۃ النبی والملك	امام سیوطی ۹۱۱ھ	مکتبہ رضویہ فیصل آباد
۸۰	توجیہ النظر الی اصول الاثر	طاہر بن صالح بن احمد الجزائری	دار المعرفۃ بیروت
۸۱	توحید خالص	ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی	مکتبہ عثمانیہ کراچی
۸۲	التوکل بالنبی والصالحین	علامہ ابی حامد بن مرزوق مصری	مکتبہ اشیق استنبول ترکی
۸۳	التوکل علی اللہ	ابو بکر عبید اللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا ۲۸۱ھ	مکتبہ العلمیہ بیروت
۸۴	تہذیب تاریخ دمشق	عبد القادر ابن بدران ۱۹۲۷ء	دار احیاء التراث العربی
۸۵	تہذیب التہذیب	امام ابن حجر عسقلانی	مکتبہ اثریہ سانگلہ بل
۸۶	تہذیب الکمال	ابی الحاج جمال الدین یوسف بن عبد الرحمن المزنی ۷۴۸ھ	دار الفکر بیروت
۸۷	الہیسیہ شرح الجامع الصغیر	امام عبد الرؤف المناوی ۱۰۰۳ھ	مکتبہ الامام الشافعی الریاض
۸۸	الہیسیہ القاری شرح صحیح البخاری	شیخ نور الحق محدث دہلوی ۱۰۷۳ھ	حاجی عبد الغفار بازار قدھار



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعہ
	ج	ج	ج
۸۹	الجامع لاخلاق الراوی و ادب السامع	الحافظ الخطیب البغدادی ۴۶۳ھ	مکتبہ العارف ریاض
۹۰	جامع التحصیل فی احکام المراسل	صلاح الدین کیسکندی العلانی ۷۶۱ھ	وزارة الاوقاف بغداد
۹۱	الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ و سنتہ و ایامہ (بخاری شریف)	امام محمد بن اسماعیل البخاری ۲۵۶ھ	ایچ ایم سعید کراچی
۹۲	الجامع الصحیح (مسلم شریف)	ابو الحسین مسلم بن الحجاج ۲۶۱ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی
۹۳	الجامع الصحیح (ترمذی شریف)	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ۲۷۹ھ	مکتبہ امدادیہ
۹۴	جامع المسانید	ابو الموسیٰ محمد بن محمود الخوارزمی ۶۶۵ھ	مکتبہ اسلامیہ سمندری فیصل آباد
۹۵	جذب القلوب الی دیار المحبوب	شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ	
۹۶	جز	محمد بن عاصم ثقفی ۲۶۳ھ	دار العاصمہ ریاض
۹۷	جز	احمد بن عصام ۲۷۲ھ	دار العاصمہ ریاض
۹۸	جلاء الافہام	شمس الدین ابن قیم ۷۵۱ھ	مکتبہ نوری رضویہ سکھر
۹۹	جمال الاولیاء	اشرف علی تھانوی ۱۳۶۳ھ	مکتبہ اسلامیہ لاہور
۱۰۰	جمال قاسمی	قاسم نانوتوی	مکتبہ صدیقیہ اشاعت القرآن حضروانک
۱۰۱	الجوہر النجاری فی فضائل النبی المختار	یوسف بن اسماعیل النہانی ۱۳۵۵ھ	مکتبہ الخلیفہ مصر
۱۰۲	الجوہر المنظم فی زیارت القمر الشریف	ابن حجر مکی	دار الجوامع العلم بیروت
	ح	ح	ح
۱۰۳	الحاوی للفتاویٰ	امام جلال الدین السیوطی ۹۱۱ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعہ
	ح	ح	ح
۱۰۴	حاشیہ بخاری	علامہ احمد علی سہارنپوری ۱۲۹۷ھ	ایچ ایم سعید کراچی
۱۰۵	حاشیہ مسند ابویعلیٰ	مولوی ارشاد الحق اثری، د	موسسۃ علوم القرآن دمشق
		حسین سلیم اسد	دار المامون للتراث دمشق
۱۰۶	الحبل المتین فی اتباع السلف الصالحین	مولانا سعید الرحمن التیراہی	مکتبہ ایشیق استنبول ترکی
۱۰۷	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۷۲ھ	مکتبہ سلفیہ لاہور
۱۰۸	حجۃ اللہ العالمین	یوسف بن اسماعیل النہانی	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۰۹	حسن التوسل فی آداب زیارۃ افضل الرسل	شیخ عبدالقادر کی حنبلی ۹۸۲ھ	مطبعہ امیر قم ایران
۱۱۰	حقیقت التوسل و وسیلہ علی ضوا الکتاب و السنۃ	علامہ موسیٰ محمد	عالم الکتب بیروت
۱۱۱	حلیۃ الاولیاء و طبقات الصفیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۱۲	حیاۃ الاموات فی بیان سماع الاموات	امام احمد رضا فاضل بریلوی ۱۳۴۰ھ	مکتبہ حامدیہ لاہور
۱۱۳	حیاۃ الحيوان الکبریٰ	کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیری	انتشارات ناصر خسرو ایران
۱۱۴	حیاۃ النبی	علامہ احمد سعید کاظمی ۱۴۰۶ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
	د	د	د
۱۱۵	درۃ الناصحین	علامہ الخوبوی	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۱۱۶	الدرر سنیہ فی رد علی الوہابیہ	شیخ احمد بن زینی دہلان مکی ۱۳۰۷ھ	مکتبہ ایشیق ترکی
۱۱۷	الدرر الممتقی شرح الممتقی		دار احیاء التراث بیروت
۱۱۸	در مختار	علاء الدین الحسکفی	ایچ ایم سعید کراچی
۱۱۹	الدعوات الکبیر	امام ابو عبد اللہ البیہقی ۴۵۸ھ	وزارۃ الاداقاف کویت



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
۱۲۰	دلائل النبوت	امام ابو نعیم	دار الفرائس بیروت
۱۲۱	دلائل النبوة	امام بیہقی	دار الکتب العلمیہ بیروت
	ذ	ذ	ذ
۱۲۲	ذم الدنيا	ابن ابی الدنيا	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۲۳	ذیل تاریخ بغداد	محب الدین محمد بن محمود المعروف ابن نجار ۶۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۲۴	ذیل طبقات الحفاظ	امام سیوطی	دار الکتب العربیہ بیروت
ر ر ر			
۱۲۵	رد المحتار علی در المختار	محمد امین ابن عابدین شامی	دار الاشاعت کراچی
۱۲۶	رسالہ ابی داؤد الی اہل مکہ	امام ابو داؤد	بیروت
۱۲۷	رسالہ بیعت در مجموعہ رسائل	شاہ رفیع الدین دہلوی ۱۲۳۸ھ	مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
۱۲۸	رسالہ الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم		
۱۲۹	رسالہ فی اثبات کرامات اولیاء	احمد بن شہاب الدین اسجائی ۱۱۹۷ھ	مکتبہ اشیق ترکی
۱۳۰	الرسالہ فی اصول فقہ	ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی ۲۰۴ھ	مکتبہ دار التراث القاہرہ
۱۳۱	رسائل القشیریہ	ابو عبد اللہ کریم ہوازن القشیری ۳۶۵ھ	المہد مرکزی ملا بھاث الاسلامیہ کراچی
۱۳۲	رسالۃ النصوص	محمد بن اسحاق صدر الدین القونوی	مرکز نشر دانش گاہ مشہد ایران
۱۳۳	الرفع والتکمیل فی جرح والتعدیل	علامہ عبدالحی لکھنوی	مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب
۱۳۴	رماح حزب الرحیم علی نحو حزب الرحیم	امام عمر بن سعید الفتوی	دار الفکر بیروت
۱۳۵	الروض الانف	امام سیوطی	فاروقی کتب خانہ ملتان



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعہ
	ز	ز	ز
۱۳۵	الزبدۃ العمدہ شرح قصیدۃ البردہ	ملا علی قاری	ہجرہ اکیڈمی اسلام آباد
۱۳۷	زرقانی علی المواہب	محمد بن عبد الباقی الزرقانی مالکی ۱۱۲۲ھ	دار المعرفہ بیروت
۱۳۸	الزهد	امام احمد بن حنبل	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۳۹	زہر الربی شرح سنن النسائی المجتبی	امام سیوطی	قدیمی کتب خانہ کراچی
	س	س	س
۱۴۰	سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد	محمد بن یوسف الصالحی ۹۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۴۱	سبیل النجات عن بدعت اہل الزيغ والفساد	قاضی عبدالرحمن الکوئی	مکتبہ ایشیق استنبول ترکی
۱۴۲	سر الاسرار فی ما یتحتاج علیہ الابرار	ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی ۵۶۱ھ	غوثیہ کتب خانہ لاہور
۱۴۳	سراج المنیر شرح الجامع الصغیر	علی بن احمد العزیزی ۱۰۵۰ھ	مکتبہ الایمان مدینہ منورہ
۱۴۴	السراج الوہاج شرح مسلم	صدیق الحسن بھوپالوی	مکتبہ قدوسیہ لاہور
۱۴۵	سعادة الدارين فی الصلاة علی سید الکوین	یوسف بن اسماعیل النبھانی	مصطفیٰ البابا الکلی مصر
۱۴۶	السعی المشکور فی رد المذہب الماثور	عبدالحی لکھنوی	لکھنؤ
۱۴۷	السنن	عبداللہ بن عبدالرحمن الداری ۲۵۵ھ	نشر النملتان
۱۴۸	السنن	محمد بن یزید ابن ماجہ ۲۷۳ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۴۹	السنن	ابوداؤد سلیمان بن اشعث البجستانی	مکتبہ امدادیہ ملتان
۱۵۰	السنن	ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی	مکتبہ سلفیہ لاہور
۱۵۱	السنن الصغیر	امام بیہقی	جامع دراسات الاسلامیہ کراچی
۱۵۲	السنن الکبری	امام ابو عبدالرحمن النسائی ۳۰۳ھ	ملتان
۱۵۳	السنن الکبری		نشر النملتان
۱۵۴	سوالات برقانی		کتب خانہ جمیلی لاہور



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعہ
۱۵۵	سوالات ابی داؤد لاجہ بن حنبل	امام ابو داؤد جستانی	مکتبہ العلوم والحکم مدینہ منورہ
۱۵۶	سیر اعلام النبلاء	امام شمس الدین الذہبی	موسسۃ الرسالہ بیروت
۱۵۷	سیر الاولیاء	سید محمد بن نور الدین المعروف امیر خور	مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد
۱۵۸	السیرت الحلبیہ	علی بن برہان الدین الحلبی ۹۰۰ھ	دار الفکر بیروت
۱۵۹	سیرت (کتاب السیر والمغازی)	محمد بن اسحاق بن یسار ۱۵۱ھ	دار الفکر بیروت
	ش	ش	ش
۱۶۰	شرح اصول الاعتقاد اہل السنۃ والجماعت	ابو القاسم ہبۃ اللہ الحسن اللاکائی	دار طبیبہ الریاض
۱۶۱	شرح حیاۃ الانبیاء	محمد بن الحانجی البوسنی ۱۳۶۵ھ	بزم حیاۃ الانبیاء گجرات
۱۶۲	شرح السنۃ	امام ابو محمد حسین بن مسعود البغوی ۵۱۶ھ	المکتب الاسلامی بیروت
۱۶۳	شرح الشفاء	ملا علی قاری ۱۰۱۳ھ	دار المکتب العلمیہ بیروت
۱۶۴	شرح علل الترمذی	زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب حنبلی ۷۹۵ھ	
۱۶۵	شرح الصدور	امام سیوطی	ارابن کثیر دمشق
۱۶۶	شرح قصیدہ البردہ	عمر بن احمد النخری پوتی	
۱۶۷	شرف اصحاب الحدیث	خطیب بغدادی	جامعہ انقرہ ترکی
۱۶۸	شروط الائمۃ الخمسہ	حافظ ابو بکر محمد بن موسی الحازی	
۱۶۹	شعب الایمان	امام بیہقی	دار المکتب العلمیہ بیروت
۱۷۰	الشفاء بعرف حق المصطفی	قاضی عیاض مالکی ۵۴۴ھ	فاروقی کتب خانہ ملتان
۱۷۱	شفاء السقام	تقی الدین ابو الحسن علی السبکی ۷۵۶ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۷۲	شفاء الفواد بزیارۃ خیر العباد	محمد بن غلوی مالکی	
۱۷۳	شکایۃ اہل السنۃ	امام القشیری	کراچی



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
۱۷۴	الشمامة العنبرية من مولد خير البرية	نواب صدیق الحسن بھوپالوی	قادری کتب خانہ سیالکوٹ
۱۷۵	شواہد الحق فی استغاثہ سید الخلق	یوسف بن اسماعیل بھانی	دار الملاح للنشر والطبع
	ص	ص	ص
۱۷۶	الصارم المنکی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد ابن عبد البہادی ۷۴۴ھ	مکتبہ ضیاء اللہ فیصل آباد
۱۷۷	صحیح ابن خزیمہ	ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ ۳۱۱ھ	المکتبہ الاسلامی بیروت
۱۷۸	الصلوات والبشر فی الصلوۃ علی خیر البشر	ابو طاہر محمد بن یعقوب مجد الدین ۸۷۱ھ	مکتبہ اشاعت القرآن لاہور
	ض	ض	ض
۱۷۹	الضعفاء الکبیر	محمد بن عمرو عقیلی ۳۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۰	الضعفاء والمتر وکین	امام نسائی	مکتبہ الاثریہ سانگلہ بل
۱۸۱		ط	ط
۱۸۲	الطبقات الحنابلہ	ابو یعلیٰ حنبلی	مطبعۃ الاعتدال دمشق
۱۸۳	طبقات الشافیہ الکبریٰ	تاج الدین ابونصر عبد الوہاب سکی ۷۷۱ھ	دار احیاء الکتب العربیہ
۱۸۴	طبقات الصوفیاء	ابو عبد الرحمن السلمی	مکتبہ الاثریہ سانگلہ بل
۱۸۵	الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد	دار صادر بیروت
۱۸۶	الطبقات الکبریٰ	شیخ عبد الوہاب الشعرانی ۹۷۳ھ	مصطفیٰ البابی الخلی مصر
۱۸۷	طبقات المحمدین باصبہان والواردین علیہا	ابوالشیخ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۸	طبقات المدلسین	علامہ ابن حجر عسقلانی	مکتبہ سلفیہ لاہور
	ع	ع	ع
۱۸۹	عرف الشذی شرح الترمذی	انور شاہ کشمیری	ایچ ایم سعید کراچی
۱۹۰	العطایۃ النبویہ فی الفتاوی الرضویہ	امام احمد رضا فاضل بریلوی	قدیم فیصل آباد جدید لاہور



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعہ
۱۹۱	عمدة الرعاية في حل شرح الوقاية	عبدالحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی
۱۹۲	عمدة القاری شرح صحیح بخاری	بدرالدین عینی ۸۵۵ھ	بیروت، کوئٹہ
۱۹۳	عمل اليوم والليلة	امام نسائی	موسسة الرسالہ بیروت
۱۹۴	عون المعبود	شمس الحق عظیم آبادی	
۱۹۵	عین الفقر	سلطان العارفين سلطان باہو ۱۱۰۲ھ	فاروقی کتب خانہ لاہور
۱۹۶	عیون الاثر	ابن سید الناس	
غ غ غ			
۱۹۷	غنية الطالبین فی ماسکب من احکام الدین	ابوالحسن سید محمد بن خلیل القاوتی الحنفی ۱۳۰۵ھ	المکتبة الحسیدية المصریہ
۱۹۸	غوث العباد	شیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحمادی الازہری	مکتبہ ایشیق ترکی
۱۹۹	الغلیات	محمد بن عبد اللہ البرزازی الشافعی ۳۵۳ھ	اضواء السلف الریاض
ف ف ف			
۲۰۰	الفتاویٰ الحدیثیہ	شہاب الدین ابن حجر مکی البیہیمی ۹۷۳ھ	مصطفیٰ البابا الحنفی مصر
۲۰۱	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	عزیر الرحمن	
۲۰۲	فتاویٰ و رسائل ابن صلاح	ابو عمرو عثمان بن صلاح ۶۴۳ھ	دار المعرفہ بیروت
۲۰۳	فتاویٰ رشیدیہ	رشید احمد گنگوہی	کراچی
۲۰۴	فتاویٰ عزیز	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ۱۲۲۹ھ	دار الاشاعت کوئٹہ
۲۰۵	فتاویٰ السبکی	تقی الدین السبکی	دار المعرفہ بیروت
۲۰۶	الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیہ	ابن حجر البیہیمی	دار الفکر بیروت
۲۰۷	فتاویٰ نذیریہ	نذیر حسین دہلوی	دار النشر الکتاب الاسلامیہ لاہور
۲۰۸	فتح الباقی بشرح الفیہ العراقی	ابو یحییٰ ذکریا الانصاری	بیروت، جہلم
۲۰۹	فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث	امام سخاوی	دار الکتب العلمیہ بیروت



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعہ
۲۱۰	فتر اک رسول	علامہ اقبال	مکتبہ اشرفیہ مرید کے
۲۱۱	فتوح البلدان	احمد بن یحییٰ البلاذری ۲۲۷ھ	
۲۱۲	الفجر الصادق فی الرد علی منکری التوسل والکرامات الخوارق	جمیل آفندی صدق الزحادی ۱۹۳۶ء	مکتبہ ایشیق ترکی
۲۱۳	فردوس الاخبار	شیردیه بن شہر دار الدیلی ۵۰۹ھ	المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل
۲۱۴	فضائل الاعمال	ضیاء الدین المقدسی ۶۳۳ھ	جمعیۃ البر بالمدینہ منورہ
۲۱۵	فضل الصلوٰۃ علی النبی	قاضی اسمعیل بن اسحاق ۲۸۲ھ	المکتبہ الاسلامیہ دمشق
۲۱۶	الفوائد الجلیلیۃ السببیۃ علی شمائل النبی	محمد بن جسوس ۱۱۸۲ھ	
۲۱۷	الفوائد مع الروض البسام	ابوالقاسم تمام بن محمد الرازی ۳۱۳ھ	دار البشائر الاسلامیہ بیروت
۲۱۸	فیض الباری شرح صحیح البخاری	انور شاہ کشمیری ۱۳۵۲ھ	دار الفکر الاسلامیہ لاہور
۲۱۹	فیض القدر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف المناوی ۱۰۰۳ھ	دار الفکر الاسلامیہ لاہور
۲۲۰	فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۷۶ھ	مدنی کتب خانہ لاہور

ق

ق

ق

۲۲۱	القرآن الکریم	فقیر اللہ بن عبدالرحمن الحنفی ۱۱۹۵ھ	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۲۲۲	قطب الارشاد	نجم الدین عمر بن محمد النفسی ۵۳۷ھ	مکتبہ الکوثر السعودیہ
۲۲۳	القند فی ذکر علمائے سمرقند	ظفر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۲۴	قواعد فی علوم الحدیث	شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی ۹۰۲ھ	سیالکوٹ،،،، جدید موسسہ
۲۲۵	القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب اشفیع		الریان بیروت

ک

ک

ک

۲۲۶	الکاشف فی معرفۃ من لدن ولایۃ فی الکتب النہ	شمس الدین الذہبی	دار الکتب العلمیہ بیروت
-----	--	------------------	-------------------------



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
۲۲۷	الکامل فی الضعفاء	ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی ۳۶۵ھ	مکتبہ اثریہ سانگلہ بل
۲۲۸	کتاب الاذکار المکتب من کلام سید الابرار	امام نووی	دار القلم بیروت
۲۲۹	کتاب الاعتقاد الی سبیل الرشاد	امام بیہقہ	عالم الکتب بیروت
۲۳۰	کتاب الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام مشمولہ فی الحاوی	امام سیوطی	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۳۱	کتاب الاموال	ابو عبید اللہ بالقاسم ۲۲۲ھ	مکتبہ الاثریہ سانگلہ بل
۲۳۲	کتاب الایجاز فی المناسک	امام نووی	
۲۳۳	کتاب الایمان	ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ ابن مندہ ۳۹۵ھ	موسس الرسالہ بیروت
۲۳۴	کتاب الثقات	ابن حبان	دار الفکر بیروت
۲۳۵	کتاب الجرح والتعدیل	ابن ابی حاتم الرازی ۳۲۷ھ	دار احیاء و نراثت عربی بیروت
۲۳۶	کتاب الروح	ابن قیم ۷۵۱ھ	حیدر آباد دکن، بیروت
۲۳۷	کتاب الزہد	عبد اللہ بن مبارک ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۳۸	کتاب الزہد	امام ابوداؤد سجستانی	دار السلفیہ بمبئی
۲۳۹	کتاب الزہد	ہناد بن السری الکوفی ۲۴۷ھ	دار الخلفاء للکتب الاسلامیہ کویت
۲۴۰	کتاب الزہد الکبیر	امام بیہقی	
۲۴۱	کتاب السنۃ	ابو بکر احمد الخلال ۳۱۱ھ	دار الریاض
۲۴۲	کتاب الضعفاء والمتر وکین	امام ابن جوزی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۴۳	کتاب العاقبہ	عبد الحق بن عبد الرحمن الاشجلی ۵۸۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۴۴	کتاب الصلوٰۃ علی النبی	ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم ۲۸۷ھ	دار المامون للنراثت بیروت
۲۴۵	کتاب العظمت	ابو الشیخ	دار العاصمہ بیروت
۲۴۶	کتاب الفتن والملاحم	نعیم بن حماد ۲۲۸ھ	مکتبہ التوحید القاہرہ



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعہ
۲۴۷	کتاب البحر و حین من المحدثین والضعفاء والمتر وکین	ابن حبان	
۲۴۸	کتاب المعجم	ابوسعید احمد بن الاعرابی ۳۴۱ھ	مکتبہ الکواثر الریاض
۲۴۹	کرامات اولیاء ملحق بالدرر سنیہ	احمد بن سعید محمد بنی الحموی الحنفی ۱۰۹۸ھ	مکتبہ ایشیق ترکی
۲۵۰	کرامات اولیاء	ہبۃ اللہ اللاکانی ۴۱۸ھ	دار الطیبہ ریاض
۲۵۱	کشف الارتیاب فی اتباع محمد بن عبدالوہاب	سید محسن الامین مصری	بیروت
۲۵۲	کشف الاستار عن زوائد المیزان	علامہ نور الدین البیہقی ۸۰۷ھ	موسس الرسالہ بیروت
۲۵۳	الکشف الحشیث عن روى بوضع الحديث	برہان الدین ابراہیم الحطبی ۷۷۱ھ	عالم الکتب بیروت
۲۵۴	کشف الغمہ عن جمیع الامتہ	امام عبدالوہاب الشحرانی	دار الفکر بیروت
۲۵۵	الکفایہ فی علم الروایہ	خطیب بغدادی	دار الکتب العربی بیروت
۲۵۶	کف الرعاع عن محرمات اللہ والسماء	ابن حجر مکی	مکتبہ ایشیق ترکی
۲۵۷	کنز العمال فی السنن ولاقوال	تقی الدین علی المتقی البندی ۹۷۵ھ	موسس الرسالہ بیروت
۲۵۸	الکنز المدفون الفلک المشحون	امام سیوطی	مکتبہ احیاء العلوم فیصل آباد
۲۵۹	کوکب الداراری شرح صحیح البخاری	شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی ۷۹۶ھ	بیروت
۲۶۰	لسان المیزان	ابن حجر عسقلانی	شركة علماء الدین بیروت
۲۶۱	مجمع الزوائد و منبع الفوائد	نور الدین البیہقی	دار الکتب العربی بیروت
۲۶۲	المجموع شرح المہذب	امام نووی	دار الفکر بیروت



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعہ
۲۶۳	مجموع فتاویٰ و مقامات متنوعہ	عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز	ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء الریاض
۲۶۴	مجموعہ رسائل نجدیہ	حمد بن ناصر نجدی	مطبعة المنار مصر
۲۶۵	محقق القول فی مسئلۃ التوسل	محمد زاہد بن حسن الکوثری ۱۳۷۱ھ	ایچ ایم سعید کراچی
۲۶۶	الحلی بالاثار	ابن حزم الظاہری ۴۵۶ھ	مکتبہ العلوم الاثریہ جہلم
۲۶۷	مختصر سیرت رسول	عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی	مکتبہ العلوم الاثریہ جہلم
۲۶۸	مختصر الفتاویٰ المصریہ	ابن تیمیہ	بیروت
۲۶۹	مدارج النبوت	شیخ عبد الحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۷۰	المدخل	ابن الحاج ۷۳۷ھ	دار الفکر بیروت
۲۷۱	مرصاد العباد	نجم الدین الکبری ۶۱۰ھ	کتابخانہ سنائی ایران
۲۷۲	مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ملا علی قاری ۱۰۱۳ھ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۷۳	المستدرک علی التلخیص	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن حاکم ۴۰۵ھ	دار المعرفۃ بیروت
۲۷۴	المسند	امام عبد اللہ بن مبارک ۱۸۱ھ	مکتبہ المعارف الریاض
۲۷۵	المسند	ابو بکر عبد اللہ بن زبیر الحمیدی ۲۱۹ھ	المکتبہ السلفیہ مدینہ منورہ
۲۷۶	المسند	ابو یعقوب اسحاق بن راہویہ ۲۳۸ھ	مکتبہ الایمان مدینہ منورہ
۲۷۷	المسند	ابو یعلیا حمد بن علی الموصلی ۳۰۷ھ	دار المأمون للتراث
۲۷۸	المسند	امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ	المکتب الاسلامی بیروت
۲۷۹	المسند الرویانی	ابو بکر محمد بن ہازون الرویانی ۳۰۷ھ	موسسہ قرطبہ
۲۸۰	مسند الشامیین	امام طبرانی	موسسہ الرسالہ بیروت
۲۸۱	مسند الشہاب	ابو عبد اللہ شہاب الدین القضاہ	-----
۲۸۲	مشکل الآثار	ابو جعفر احمد الطحاوی ۳۲۱ھ	ایچ ایم سعید کراچی
۲۸۳	مشکلات القرآن	انور شاہ کشمیری	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
۲۸۴	مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ	شہاب الدین احمد بن ابی بکر البوصیری	دار البیان بیروت







نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعہ
۲۸۵	المعجم من علم الاصول	امام فزالی	منشورات الشریف الرضی
۲۸۶	المصنف	عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی ۲۱۱ھ	المجلس العلمی بیروت
۲۸۷	المصنف	ابو بکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ	دارۃ القرآن و العلوم کراچی
۲۸۸	الطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ	ابن حجر عسقلانی	دار المعرفہ بیروت
۲۸۹	مطالع السمرات بحکام دلائل الخیرات	محمد بن محمد سلیمان القاسمی المغربی ۱۰۹۳ھ	مکتبہ نورید رضویہ فیصل آباد
۲۹۰	مظاہر حق	نواب قطب الدین دہلوی ۱۲۷۹ھ	
۲۹۱	مظاہر العقائد	شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی ۱۲۶۸ھ	رضا اکیڈمی لاہور
۲۹۲	المستند فی المسند	فضل اللہ شہاب الدین تورہشتی ۱۶۶۲ھ	مکتبہ مدحیق استنبول ترکی
۲۹۳	المعجم الاوسط	امام طبرانی ۳۶۰ھ	دار الحدیث القاہرہ
۲۹۴	معجم السمر	ابو طاہر احمد بن محمد السلفی ۵۷۶ھ	مجمع المکتب الاسلامیہ اسلام آباد
۲۹۵	معجم الشیوخ الکبری	امام الذہبی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۹۶	المعجم الصغیر	امام طبرانی	موسسہ الکتب الثقافہ بیروت
۲۹۷	المعجم الکبیر	امام طبرانی	وزارت الاوقاف عراق
۲۹۸	المعجم المختصر بالمحدثین	امام الذہبی	مکتبہ الصدوق الطائف
۲۹۹	المعراج الکبیر	محمد الدین الغضنفری ۹۸۳ھ	فاروقی کتب خانہ لاہور
۳۰۰	معرفت علوم الحدیث	امام حاکم	دار الکتب العلمیہ مدینہ منورہ
۳۰۱	معرفت الصحابہ	ابو نعیم حنبلی	مکتبہ الحرمین حجاز
۳۰۲	مفتاح العارفین	سلطان باہو	اللہ والوں کی قومی دکان لاہور
۳۰۳	المقاصد الحسنہ	امام سخاوی	دار الکتب العربیہ بیروت
۳۰۴	مقاصد السالکین	خواجه ضیاء اللہ نقشبندی	مکتبہ امینیہ دہلی
۳۰۵	مقالات وجوی فی رد علی القسمن	علامہ یوسف الدجوی المصری	مکتبہ مدحیق ترکی
۳۰۶	مقدمہ ماہین صلاح	امام ابن صلاح	مکتبہ حقانیہ پشاور
۳۰۷	المقصد اعلیٰ فی زوائد ابی یعلیٰ الرضی	نور الدین السیسی	دار الکتب العلمیہ بیروت



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
۳۰۸	المقتع فی علوم الحدیث	سراج الدین عمر بن علی المعروف ابن ملقن ۸۰۴ھ	دار فواز للنشر سعودی عرب
۳۰۹	مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخراطلی ۳۲۸ھ	دار الکتب المصریہ قاہرہ
۳۱۰	مکتوبات شریف	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ۱۰۳۴	امر تر
۳۱۱	مکتوبات شریف بر حاشیہ اخبار الاخیار	ثخن عبد الحق محدث دہلوی	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۳۱۲	ملفوظات امیر ملت	مرتبہ محمد صادق قصوری	برج کلاں
۳۱۳	ملفوظات محدث کشمیری	احمد رضا بجنوری	المکتبہ المدینہ لاہور
۳۱۴	منال الطالب فی شرح طوال الغرائب	مجد الدین مبارک بن محمد الاثیر ۶۰۶ھ	جامعہ ام القری مکہ المکرمہ
۳۱۵	المنامات	ابن ابی الدنیا	موسسة الکتب الثقافیه بیروت
۳۱۶	مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء	امام سیوطی	-----
۳۱۷	المنتخب	ابو محمد عبد بن حمید ۲۴۹ھ	مکتبہ ابن حجر مکہ المکرمہ
۳۱۸	المنشئہ المعتقد مع تعلیقات المستند المعتمد	شاہ فضل رسول بدایونی ۱۲۷۹ھ	مکتبہ ایشیق استنبول ترکی
۳۱۹	المنجلی فی تطور الولی (مشمولہ فی الحاوی)	جلال الدین السیوطی	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۳۲۰	المنہجہ الوہبیہ فی رد علی الوہابیہ	داؤد بن سلیمان بغدادی ۱۲۹۹ھ	مکتبہ ایشیق استنبول
۳۲۱	موارد الظمان عن زوائد ابن حبان	نور الدین البیہقی	المطبعة السلفیہ مصر
۳۲۲	المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی ۹۲۳ھ	
۳۲۳	موضع اوہام الجمع والفریق	ابوبکر حطیب بغدادی	دار الفکر بیروت
۳۲۴	موطا	امام مالک بن انس	ایچ ایم سعید کراچی
۳۲۵	المہند علی المفند	علمائے دیوبند	
۳۲۶	میزان الاعتدال	امام الذہبی	المکتبہ الاثریہ سانگلہ بل



نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
ن	ن	ن	ن
۳۲۷	ندائے حق	محمد حسین نیلوی	مکتبہ حسینیہ سرگودھا
۳۲۸	نزهۃ المجالس	عبدالرحمن الصفوری	البابی الحلی مصر
۳۲۹	نسیم الریاض شرح الشفاء	شہاب الدین الخفاجی ۱۰۶۹ھ	دار الکتب العربی بیروت
۳۳۰	النکت علی کتاب ابن صلاح	ابن حجر عسقلانی	دار الراہیہ الریاض
۳۳۱	نوادرا الاصول فی معرفت اخبار رسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی المعروف حکیم ترمذی	المکتبہ العلمیہ المدینہ منورہ
۳۳۲	نور الاسلام	شیخ عبدالکریم محمد المدرس	مکتبہ اشیق ترکی
۳۳۳	نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی شرنبلالی ۱۰۳۹ھ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۳۳۴	نور الممعد فی خصائص الجمعہ	امام السیوطی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۳۳۵	نیل الاوطار من احادیث سید الاخیار	محمد بن علی بن محمد الشوکانی ۱۲۵۵ھ	بیروت
و	و	و	و
۳۳۶	الوفاء باحوال مصطفیٰ ﷺ	ابن جوزی	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۳۳۷	وفاء الوفاء باخبار دارا لمصطفیٰ ﷺ	نور الدین علی احمد السہودی ۹۱۱ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت
و	و	و	و
۳۳۸	ہدایت المسلمین	میاں محمد بخش عارف کھڑی ۱۹۰۷ء	در بار کھڑی شریف
و	و	و	و
۳۳۹	ینایع ترجمہ رسالہ التراویح	سرفراز گلکھڑوی	مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
۳۴۰	الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی ۹۷۳ھ	مکتبہ الازہریہ مصر
۳۴۱	یہ قبریں یہ آستانے	مسعود الدین عثمانی	کراچی